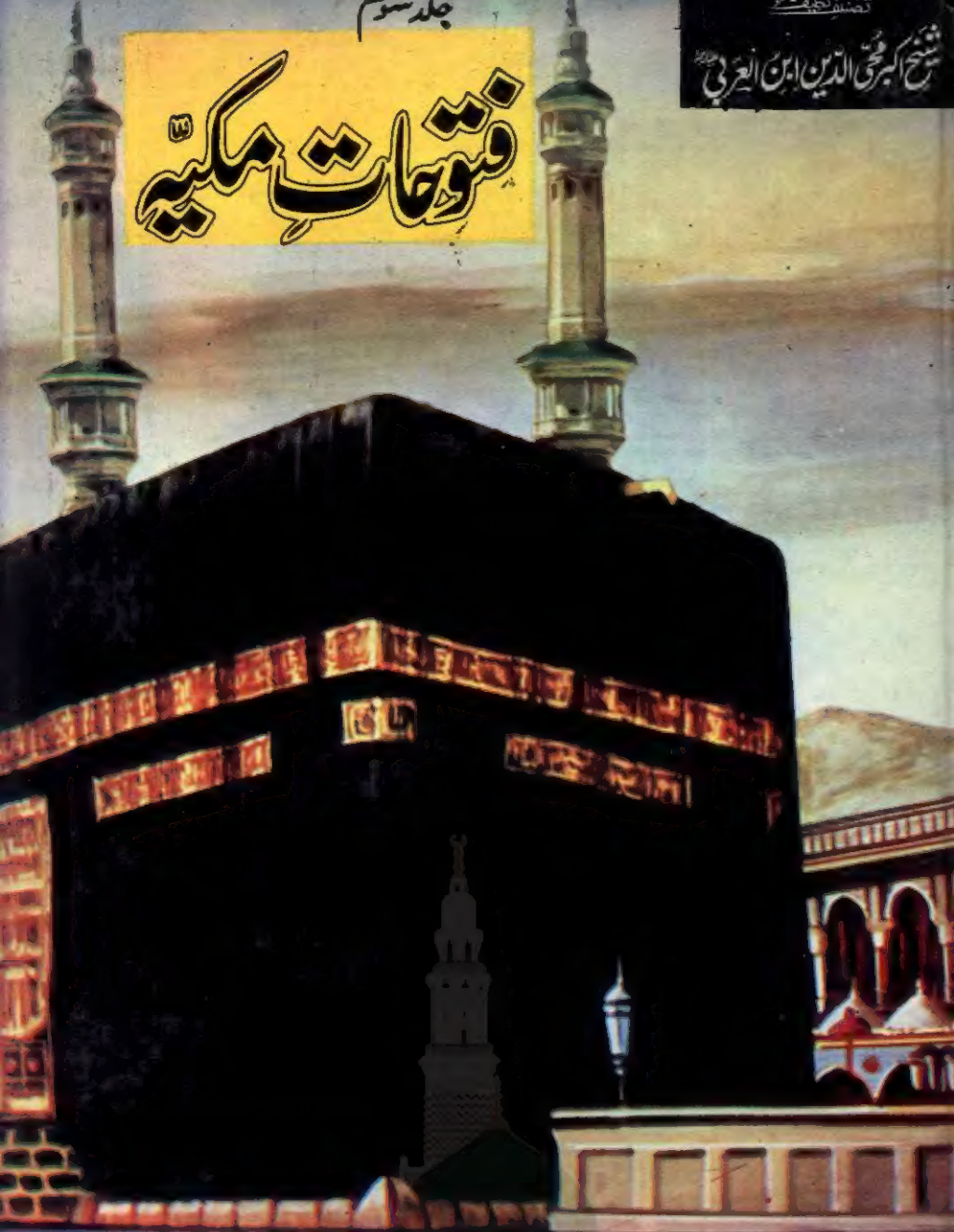


جلد سوم

مصنف: شیخ اکبر محمدی الدین ابن العربی

فتوحات مکیہ



علیٰ بن ادراس تاجران کُتُب اِرشاد مَکِیَّۃ جَہَنگِ بَاہِ اَرَفِیصِ اَبَیاب

www.makluwan.org



www.maktabah.org



www.maktabah.org



www.maktabah.org

جلہ حقوق بحق مترجم محفوظ ہیں

جلد سوم

فتوحاتِ مکہ

ت: المدة نيسية شصت سنة كماله محمد علي اندلس المعروف بـ قدس
حضراتنا ابن المكاني شيخ ابراهيم بن طائي ابن عربي البصري

ترجمہ

حضرت علامہ حکیم چشتی فیصل آباد،

تاشران

علی برادران تاجران کتب

نزد جامعہ رضویہ ارشد مارکیٹ جھنگ بازار فیصل آباد

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

فتوحات مکینہ جلد سوم
شیخ الاکبر محی الدین ابن عربی
علامہ صائم ہشتی
۱۰ اشوال المکرم ۱۴۱۲ھ
ایک ہزار
علی اکبر

علم دین - شبیر حسین
بلاستن ۳۰۴
مع متن ۳۶۸
۱۲۰ روپے

کتاب
مصنف
مترجم
تاریخ اشاعت
تعداد
طابع
مطبع
کاتب
صفحات
صفحات
ہدیہ

ناشر

علی برادران ارشد مارکیٹ چھنگ بازار فیصل آباد

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

فہرست مضامین

صفحہ	عنوان	صفحہ	عنوان
۲۱	پہلے پیدا ہونے والے فرشتے		
۲۳	صبح کی روشنی جیسے فرشتے		
۲۳	کرسی کو عرش میں پیدا کیا		
۲۴	تیسرا مسئلہ		
۲۵	اہل سعادت اور اہل شقاوت		
۲۶	چوتھا مسئلہ		
			تیرھواں باب
۲۸	چودھواں باب	۱۷	حاصلان عرش کی معرفت کا بیان
		۱۸	حاصلان عرش کی تعداد
۲۹	وحی کے دو حال	۱۹	عرش مرتبوں کا نام ہے
	خاتم ولایت خاتم رسالت کی امت	۱۹	مراتب کی صورتیں
۲۹	میں ہوگا	۲۰	چار مسائل
۳۰	نظر محمدی کیلئے خطاب	۲۰	پہلا مسئلہ صورت
۳۱	حدیث کی صحت کا معیار	۲۱	خدا کہاں تھا؟

صفحہ	عنوان	صفحہ	عنوان
۵۲	پیر کے دن کا علمی امر	۳۲	اولیاء کرام کا علم
۵۴	بدھ کا علمی امر	۳۳	بنی اسرائیل کے انبیاء جیسے
۵۵	جمرات کا علمی امر	۳۵	اسرارِ علوم کے محافظ
۵۵	جمعہ کا علمی امر	۳۶	پہلی امتوں کے اقطاب
۵۶	ہفتہ کا علمی امر		مدادی الکوم
۵۸	نقطہ کا قرینہ کرہ زمین ہے	۳۹	پندرہواں باب
۵۹	آدم کا ساتواں مرتبہ ہے	۴۰	صاحبِ راز قطب و امام
۶۰	وہ اپنے ہیکل میں تھا	۴۱	سونے کی تلاش کیوں
۶۰	اُس کا جانشین کون تھا	۴۲	کیما کا مقصد
۶۱	جانشین کا جانشین	۴۳	بیماری کیوں ہوتی ہے
۶۲	کیا وہ حضرت لقمان تھے	۴۴	وہ مردوں کو زندہ کرتا تھا
۶۲	انسان مجموعہ عالم ہے	۴۵	صاحبِ مقام شاگرد
۶۳	سولہواں باب	۴۷	قاضی قرطبہ سے ملاقات
۴۵	شیطان کدھر سے حملہ کرتا ہے	۴۹	ابدال سات ہیں
۴۶	علوم نور	۵۰	محیط کا تقرب
	علوم کشف اور شیطان کا پیچھے سے	۵۰	آخرت کی خواہشات جائز ہیں
۴۶	حملہ کرنا	۵۱	فلک کا دورہ خلا کو پُر کرتا ہے
۴۸	اگر شیطان کا حملہ دائیں طرف سے ہو	۵۲	ابدال کے علوم و واقایم

صفحہ	عنوان	صفحہ	عنوان
۹۷	انفارمیاں باب	۷۱	اگر شیطان بائیں طرف سے آئے
		۷۲	سوفسطائیہ کی تبلیہ
۹۸	تہجد گزار کون ہے اور اُس کا اسم	۷۳	قوتِ جاذبہ اور بیماری کا آنا
۱۰۰	تہجد گزار کی نیند اور نماز کا اثر	۷۴	قوی کا محل
۱۰۱	تہجد گزاروں کا صلہ	۷۵	چمکنے والا
۱۰۳	تہجد گزار کے لئے علوم	۷۶	علم کون اور علم مرتبہ
۱۰۴	تہجد گزار محسود ہوتا ہے	۷۷	رویت باری تعالیٰ
۱۰۶	انیسواں باب	۷۸	اوتاد و ابدال
۱۰۷	علم کا زیادہ ہونا	۷۹	اوتاد و ابدال کے مقامات
۱۰۸	اسمِ ظاہر کی تجلی	۸۰	اوتاد کے علوم
۱۰۹	اسمِ باطن سے تجلی نہیں ہوتی	۸۱	اوتاد کے علوم کا تعین
۱۰۹	اگر عالم شریعت ہے	۸۳	ستر احوال باب
۱۱۰	صاحبانِ کشف	۸۵	اُس کی ہر روز نئی شان ہے
۱۱۰	علم حال کا حجاب	۸۶	علومِ کوتیرہ
۱۱۱	علم کی کمی کا باعث کیا ہے	۸۷	علومِ الہیہ کے اتقالات
۱۱۲	علوم کی تجلی کی کمی بیشی	۸۸	درست عقلی دلیل
۱۱۲	بارگاہ سے نکلنے کے بعد	۸۹	خدا کے ساتھ علم کی اقسام
۱۱۳	معراج انسانی کے مدارج	۹۵	اسماء و صفاتِ الہی اشیاء نہیں
۱۱۴	عبدِ عید ہے ربِّ ربِّ ہے		

صفحہ	عنوان	صفحہ	عنوان
۱۳۴	فردیت کے علاوہ تیسرے نہیں	۱۱۴	خدا کے سوا ہر موجود مرکب ہے
۱۳۴	اصل فاعل خدا ہے		
۱۳۵	اہل حق کا مذہب	۱۱۶	میسواں باب
	وجود کائنات فردیت سے ہے	۱۱۷	علم عیسوی پھونک ہے
۱۳۶	احدیت سے نہیں	۱۱۹	خدا کو خدا سے دیکھتے تھے
		۱۲۰	خدا ہی اپنی حد بیان کرتا ہے
۱۳۸	بائیسواں باب	۱۲۱	کلمات حروف سے بنتے ہیں
۱۳۸	علوم الہیہ کے علاوہ علوم ترکیبی ہیں	۱۲۱	حضرت عیسیٰ روح ہیں
۱۳۹	مراتب اہیات کی تعداد	۱۲۲	حروف کی لمبائی چوڑائی
	منزلوں کے اقاب اور اُن کے	۱۲۳	نوکے بند سے کاٹھون گُن سے ہے
۱۴۰	اقطاب کی صفات	۱۲۴	اہل جہنم کے عذاب کا دورانیہ
۱۴۲	اُن کے احوال کا ذکر	۱۲۵	اہل جہنم پر رحمت
۱۴۳	اُن کی صفات کے احوال	۱۲۷	یہ مدت ہمیشہ رہے گی
۱۴۳	اہیات منازل کا بیان		
۱۴۴	غلام اس تعریف کا مستحق نہیں	۱۲۹	اکیسواں باب
۱۴۶	خدا ہی رزق دے سکتا ہے	۱۳۰	یہ ایسے ہی ہوگا
۱۴۷	منزلوں کا حال	۱۳۱	اشیاء یا مفرد میں یا مذکر
	کشفادہ زمین کی دلچسپ اور	۱۳۳	پیدائش عالم سبب سے ہے
۱۴۷	انوکھی منزل	۱۳۳	حرمت کے اور سبب بھی ہیں

صفحہ	عنوان	صفحہ	عنوان
۱۴۳	منزلِ وعید	۱۴۸	رُز و لغز کے معنی
۱۴۴	منزلِ امر	۱۴۹	جو ارادہ ہو گا وہی ملے گا
۱۴۵	منزلوں کی خاص صفات	۱۵۰	منزلِ دعا
۱۴۶	امٹارہ علم اجسام	۱۵۱	منزلِ افعال
۱۴۸	انیس منزلوں کے فطائر	۱۵۲	افعال دو قسم کے ہیں
۱۴۸	امام مبین نے گھیرا ہوا ہے	۱۵۳	منزلِ ابتداء
۱۴۹	اللہ تعالیٰ کے شکر	۱۵۵	منزلِ تخریب
۱۸۳	تیسواں باب	۱۵۶	منزلِ تقریب
۱۸۵	وہ مجوس محفوظ ہیں	۱۵۸	منزلِ توقع
۱۸۵	خرق عادات سے مشہور نہیں ہوتے	۱۵۹	منزلِ برکات
۱۸۶	یہ سیاہ رو ہوتے ہیں	۱۶۰	منزلِ اقسام و ایلاء
۱۸۸	حضرت ابو بکر کا رونا	۱۶۲	عالمِ انیت
۱۸۸	ولی اپنا اختیار خدا کے سپرد کر دیتا ہے	۱۶۳	منزلِ دھور
۱۸۹	یہ لوگوں میں رہتے ہیں مگر ؟	۱۶۴	منزلِ لام الف
۱۹۰	وہ اللہ کے ساتھ ہوتے ہیں	۱۶۶	لام اور الف کا طالب کیسے ہے ؟
	تمتہ شریفہ	۱۶۸	منزلِ تقریر
۱۹۳	چوبیسواں باب	۱۶۹	منزلِ مشاہدہ
۱۹۴	جواب دو جواب	۱۷۰	منزلِ الفت
		۱۷۲	منزلِ استخبار

صفحہ	عنوان	صفحہ	عنوان
۲۱۱	پچیسواں باب	۱۹۶	خدا کا حکم بندے کی دعا
۲۱۲	حیاتِ خضر علیہ السلام	۱۹۷	اس نسبت سے قائم ہوتا ہے
۲۱۳	خضر علیہ السلام سے پہلی ملاقات	۱۹۸	اللہ تعالیٰ بادشاہ ہے
۲۱۳	حضرت خضر علیہ السلام سے دوسری ملاقات	۱۹۸	معیتِ الہی کیسے ہے ؟
۲۱۴	تصدیقِ اس ملاقات کی	۲۰۰	خدا کہاں ہے ؟
۲۱۵	تیسری ملاقات ہوا میں	۲۰۱	اس مقام کے اقطاب
۲۱۷	حضرت خضر کا خرقہ	۲۰۲	دو شریعتوں کا اشتراک
۲۱۸	حضرت خضر کا دوسرا خرقہ	۲۰۳	بیک وقت دو شریعتوں والے
۲۱۸	خرقہ کیوں پہنتے ہیں ؟	۲۰۴	خدا اجتماعِ ضلین پر قادر ہے
۲۲۰	مردانِ خدا کی تقسیم	۲۰۵	حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی شریعت کیا ہو گی
۲۲۱	رجالِ طاہر کا تصرف	۲۰۶	حضرت عیسیٰ حضور کے صحابی ہونگے
۲۲۲	رجالِ باطن کا تصرف	۲۰۷	دو حشر ہوں گے
۲۲۳	رجالِ حد کا تعارف	۲۰۸	مخصوص ختم کا مقام
۲۲۴	رجالِ مطلع کا تعارف	۲۰۸	انفاس کا تشق
۲۲۵	منزلوں کا راز	۲۰۹	ین سے رحمان کی ہوا
۲۲۶	ایک ہی حفاظت کرتا ہے	۲۰۹	انفاس کی تعداد
۲۲۸	چھتیسواں باب	۲۱۰	صاحبِ منزل
۲۲۹	اللہ تعالیٰ کی مثالیں		

صفحہ	عنوان	صفحہ	عنوان
۲۲۶	خدا مدد کرتا ہے مدد مانگتا نہیں	۲۳۱	یہ علم بڑے لوگوں کا ہے
	خدا بندے سے بڑھ کر قریب	۲۳۱	ازل کیا ہے ؟
۲۲۶	ہوتا ہے	۲۳۲	ممکن معدوم ہو یا موجود ممکن ہے
۲۲۷	یہ معارف اکتسابی ہیں	۲۳۳	اولیت و آخر کا مفہوم
۲۲۸	خامز میں منزلیں ہیں	۲۳۴	حال کا راز
۲۲۹	حضرت موسیٰ کا نعلین اتارنا	۲۳۵	حروف و اسماء کی تاثیر
۲۲۹	خامز کی تقسیم	۲۳۶	حروف کی تاثیر کب ظاہر ہوتی ہے
۲۵۰	خامز میں منزلیں طے کرنا	۲۳۷	یہ علم اولیاء اللہ کا ہے
۲۵۱	خامز میں نعلین کیوں نہیں پہنتے ؟	۲۳۷	ظہور کائنات حروف سے ہے
۲۵۲	نعلین کیا ہے ؟	۲۳۸	گرم سرود اور خشک و تر حروف
	حضرت موسیٰ نے نعلین کیوں	۲۳۹	حروف تحریر زائل ہو سکتے ہیں
۲۵۲	اتارے ؟	۲۴۰	حروف لفظی زائل نہیں ہوتے
۲۵۳	خامز نور ہے	۲۴۰	سزا منکلم کو ہے کلمات کو نہیں
۲۵۳	تیل چراغ کا مددگار ہے	۲۴۱	حروف لفظیہ زندہ رہتے ہیں
۲۵۴	اس کے قطبوں کے راز	۲۴۱	حروف کی خاصیت کا ظہور
۲۵۵	اٹھائیسواں باب	۲۴۲	قرآن مجید کی آیت کے اثرات
۲۵۶	اللہ تعالیٰ نے کیسے سوال کریں ؟	۲۴۲	ستاٹیسواں باب
۲۵۶	خدا مر کب نہیں	۲۴۵	عشق اول در دل معشوق کی مثال

صفحہ	عنوان	صفحہ	عنوان
۲۵۷	حضرت سلمان فارسی کا اعزاز	۲۵۷	کیفیت کے ساتھ سوال
۲۵۸	اہلبیت کے گناہ بخش دیئے گئے ہیں	۲۵۸	لفظ لم کے ساتھ سوال کرنا
۲۵۹	اہلبیت بخشے ہوئے اٹھائے جائیں گے	۲۵۹	جن علماء نے جائز کہا
۲۶۰	اگر اہلبیت پر حد قائم ہو	۲۶۰	کیفیت میں اجازت دینے والے
۲۶۱	مومن کیا کرے؟	۲۶۰	لم کے ساتھ اجازت سوال دینے والے
۲۶۲	حضرت سلمان فارسی بھی پاک ہیں	۲۶۱	غیر شرع لوگوں کا باعث کرنا
۲۶۳	جو خدا سے منسوب ہو جائے	۲۶۱	خدا تعالیٰ سے مشابہت نہیں ہو سکتی
۲۶۴	اہل بیت کی برائی کسی حال میں نہ کرو	۲۶۲	شرعی حکم سے اطلاق کیسے ہوگا؟
۲۶۵	اہل بیت کا ظلم ظلم نہیں تقدیر الہی ہے	۲۶۳	خدا کی طرف لوٹنا دو
۲۶۶	اسی میں خیر ہے	۲۶۳	آیات مشابہات آزمائش ہیں
۲۶۷	موت کا تقاضا یہ ہے	۲۶۴	الم ترکیف میں کیفیت
۲۶۸	اہل بیت کی محبت پر خدا کا شکر ادا کریں	۲۶۵	معلوم یہ ہوا
۲۶۹	اگر اہل بیت کی محبت نہیں تو کیا تم پر اہل بیت کا کوئی حق نہیں	۲۶۵	آنکھ سے نہیں فکر سے دیکھیں وہ
۲۷۰	اگر تم جان لیتے	۲۶۵	مشابہہ ہیں
۲۷۱	اہلبیت سے محبت کرنے والے غرض کے بندے ہیں	۲۷۱	امنی سوال باب
۲۷۲		۲۷۱	خلوق سے کنارہ کشی
		۲۷۲	جب میں نے دنیا سے انقطاع کیا
		۲۷۳	اہل بیت کو پاک کر دیا گیا ہے

صفحہ	عنوان	صفحہ	عنوان
۲۹۲	انصاف کی نظر سے دیکھیں	۲۸۳	قطبوں کا علم علماء سے فزوں تر ہے
۲۹۲	علم اسرار کا دروازہ بند نہیں	۲۸۴	مکن ہے دوسری نس ہو
۲۹۵	ناروق اعظم اس مقام کے قطب ہیں	۲۸۵	یہ بھی اُن کا راز ہے
۲۹۶	ایک بڑی مصیبت		
	صفات خداوندی کا بیان عقیدہ	۲۸۶	تیسواں باب
۲۹۷	تشبیہ نہیں	۲۸۷	رکبان کون ہیں ؟
۲۹۹	اگر عالم ہے تو حاسد ہے	۲۸۸	افراد کون ہیں ؟
۲۹۹	جس کے آگے صرف نبی کا قدم ہے	۲۸۸	انسانوں کے افراد
۳۰۰	یہ علوم اولیاء کے ہیں	۲۸۹	ذوق موسیقی و خضر
۳۰۰	جو اولیاء تصرف نہیں کرتے	۲۹۰	یہ علم بھی دیکھیں
۳۰۱	حضرت غوث اعظم مامور فی القرون ہے	۲۹۰	حضرت ابو ہریرہ کا علم چھپانا
۳۰۱	وہ مقام عبودیت کا تحقق چاہتے ہیں	۲۹۱	حضرت عبداللہ ابن عباس کا قول
		۲۹۲	حضرت امام زین العابدین کا قول

فہرست ابواب

جلد سوم

باب	صفحہ		
تیرھواں باب	۱۷	تا	۲۷
چودھواں باب	۲۸	تا	۳۸
پندرھواں باب	۳۹	تا	۴۳
سولہواں باب	۴۴	تا	۸۲
سترھواں باب	۸۳	تا	۹۴
اٹھارھواں باب	۹۷	تا	۱۰۵
انیسواں باب	۱۰۶	تا	۱۱۵
بیسواں باب	۱۱۶	تا	۱۲۸
اکیسواں باب	۱۲۹	تا	۱۳۷
بائیسواں باب	۱۳۸	تا	۱۸۲
تیسواں باب	۱۸۳	تا	۱۹۲
چوبیسواں باب	۱۹۳	تا	۲۱۰
پچیسواں باب	۲۱۱	تا	۲۲۷
چھبیسواں باب	۲۲۸	تا	۲۴۲
ستائیسواں باب	۲۴۳	تا	۲۵۴
اٹھائیسواں باب	۲۵۵	تا	۲۶۶
انیسواں باب	۲۶۷	تا	۲۸۵
تیسواں باب	۲۸۶	تا	۳۰۳

اللَّهُ

لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ الْحَيُّ الْقَيُّومُ

اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں مگر وہ حسی و قیوم ہے

آل عمران آیت ۱

اللَّهُ

نُورُ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ

اللہ آسمانوں اور زمین کا نور ہے

سُورَةُ نُورٍ آيَةُ ۱۳۵

وَكَانَ

اللَّهُ

بِكُلِّ شَيْءٍ مُّحِيطٌ

اور ہر چیز پر اللہ کا قابو ہے

سُورَةُ النِّسَاءِ آيَةُ ١٢٤

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ ۝

تیرھواں باب

حاملانِ عرش کی معرفت کا بیان

والعرش والہ بالرحمن مجبول	وحاملوہ وھذا القول معقول
وأي حول لم يلق ومعدرة	لولا جاء به عقل وتنازل
جسم وروح وأقوات ومرتبة	ما ثم غير الذي رتب تفصيا
فذا هو العرش ان حقت سورة	والستوى ماسم الرحمن مأمول
وهم ثمانية والله يعلمهم	واليوم أربعة ملغية تعليل
محمد ثم رضوان ومالكهم	وآدم وخبيل ثم جبريل
والحق بميكال اسرافيل ليس هنا	سوى ثمانية غير جباليس

خدا کی قسم! عرش اور حاملانِ عرش جن کے ساتھ محمول ہیں اور یہ معقول بات ہے۔ مخلوق کی کون سی قوت و قدرت ہے۔ اگر وہ نہ ہوتا تو اس کے ساتھ عقل اور قرآن نازل ہوتا۔ یہ حاملانِ جسم و روح اور اقوات و مرتبہ ہیں۔ اس کے بغیر اس جگہ تفصیل مرتب نہیں ہوتی۔

اگر آپ اس کی سورت و منزلت کی تحقیق چاہتے ہیں تو یہی وہ عرش ہے اور اس کے ساتھ اسمِ رحمن کا استوی ہے۔ اور وہ یعنی حاملانِ عرش آٹھ ہیں۔ اور اللہ انہیں جانتا ہے اور اس وقت چار ہیں۔ اس میں تعلیل نہیں ہو سکتی۔

یہ حاملان حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں۔ پھر رضوان اور ان کے مالک اور حضرت آدم و خلیل میر جبریل علیہم السلام ہیں۔
حضرت میکائیل کے ساتھ حضرت اسرافیل کا الحاق ہے۔ وہاں ان آٹھ کے سوا اور کسی کو یہ عزت حاصل نہ ہوگی۔

حاملان عرش کی تعداد

اے مخلص دوست اللہ تبارک و تعالیٰ آپ کی مدد فرماتے۔ جانا چاہیے کہ عرش مطلقاً عربی زبان کا لفظ ہے اور اس سے مراد ملک ہے جب کسی بادشاہ کے ملک میں فعل واقع ہوتا ہے تو قل عرش الملک یعنی بادشاہ کا تخت متزلزل ہو گیا اور کبھی اس کا اطلاق سریر یعنی تخت کے معنوں میں ہوتا ہے۔ تو جب عرش ملک سے عبارت ہوگا تو اس کے اٹھانے والے اس کے ساتھ قائم ہوتے ہیں اور جب عرش تخت ہوگا تو اس کے اٹھانے والوں سے مراد اس کے پاتے ہوتے ہیں اور یادہ لوگ ہوتے ہیں جو اسے کندھوں پر اٹھاتے ہیں اور عرش اٹھانے والوں میں عدد داخل ہوتے ہیں۔

مختور رسالت آب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دنیا میں ان کی تعداد چار اور قیامت میں آٹھ مقرر فرمائی ہے۔ اور پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ آیت تلاوت فرمائی۔

وَيَوْمَئِذٍ عَرْشٌ رَّبِّكَ فَوْقَهُمْ يَوْمَئِذٍ ثَمَانِيَةٌ الحاقہ آیت ۱۰

ترجمہ:۔ اُس دن آپ کے رب کا عرش آٹھ پر ہوگا۔
پھر فرمایا۔ وہ اس روز دنیا میں چار ہیں اور اس روز یعنی آخرت میں

عرش مرتبوں کا نام ہے

ابن مسرہ الجبل جو کہ اہل طریق میں بہت بڑے عالم اور صاحب کشف و حال تھے نے ہم سے روایت بیان کی کہ عرش ملک پر محمول ہے اور وہ جسم و روح اور غذا اور مرتبہ میں محصور ہے۔

پس حضرت آدم اور حضرت اسرافیل علیہما السلام صورت پھونکنے کے لئے ہیں۔ حضرت جبریل علیہ السلام اور حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ارواح کے لئے ہیں۔

حضرت میکائیل اور حضرت ابراہیم خلیل علیہما السلام ارزاق کے لئے ہیں۔ جناب مالک اور رضوان وعدہ و وعید کے لئے ہیں۔ اور ملک میں نہیں مگر جس کا ذکر ہو چکا ہے اور اغزیہ یہ حسی اور معنوی برزخ ہیں۔

مراتب کی صورتیں

جس کا ذکر ہم نے اس باب میں کیا ہے وہ ایک ہی طریقہ ہے اور اس کا معنی ملک ہے اس لئے کہ اس طریق میں اس کے ساتھ ایک فائدے کا تعلق ہے اور اسے اٹھانے والے اس کی تدبیر کے ساتھ قائلین سے عبارت ہوں گے۔ پس تدبیر صورت عنصریہ یا صورت توریہ ہے صورت عنصریہ کے واسطے ایک روح تدبیر ہے اور ایک تدبیر و مشعر روح صورت توریہ کے لئے ہے۔ اور غذا صورت عنصریہ کے لئے ہے اور ارواح کی غذا علوم و معارف

ہوتے ہیں۔

سعادت سے مرتبہ حبیبہ جنت میں داخل ہونے کے ساتھ ہے اور شقاوت سے مرتبہ حبیبہ جہنم میں داخل ہونے کے ساتھ ہے اور مرتبہ روحانی علم یہ ہے۔

چار مسائل

پس یہ باب چار مسائل پر مبنی ہے۔

پہلا مسئلہ صورت، دوسرا مسئلہ روح، تیسرا مسئلہ غذا اور چوتھا مسئلہ مرتبہ اور یہی غایت ہے۔

ان میں سے ہر مسئلہ دو قسموں میں تقسیم ہوتا ہے تو یہ آٹھ ہو جائیں گے۔ اور یہی حاملان عرش ملک ہیں۔ یعنی جب آٹھ ظاہر ہوں گے تو ملک یعنی عرش قائم اور ظاہر ہو جائے گا اور اس کا بادشاہ اس پر استواء فرمائے گا۔

پہلا مسئلہ صورت

اور یہ دو قسموں میں تقسیم ہے۔ پہلی قسم صورت جسمیہ عنصریہ جو کہ صورت جسم خیالیہ کو متضمن ہے۔

دوسری قسم صورت جسمیہ نورانیہ ہے۔ تو ہم نوری جسم سے ابتدا کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ سب سے پہلے اللہ تبارک و تعالیٰ نے جو جسم پیدا فرمایا وہ ارجح ملائکہ کے اجسام ہیں جو اللہ تبارک و تعالیٰ کے جلال میں وارفتہ اور کھوئے ہوئے ہیں۔

انہی میں سے عقل اول اور نفس کل ہے اور انہی کی طرف نور جلال سے پیدا کئے گئے اجسام نورانیہ کی انتہا ہے۔

ان ملائکہ سے واسطہ کے ساتھ پیدا ہونے والا اس کے علاوہ فرشتہ نہیں
مگر نفس جو عقل سے نیچے ہے اور ان کے بعد جو فرشتے پیدا ہوتے وہ تمام
مکرم طبیعت کے تحت داخل ہیں تو وہ ان انلاک کی جنس سے ہیں جو ان ہی
سے پیدا ہوتے اور وہی ان انلاک کے معمار ہیں۔

ایسے ہی ملائکہ عناصر ہیں اور ملائکہ کی دوسری صنف وہ فرشتے ہیں۔ جو
بندوں کے اعمال و انقباس سے پیدا کئے گئے۔ پس ہم انشاء اللہ تعالیٰ صنفاً صنفاً
ان کا ذکر اس باب میں کریں گے۔

خدا کہاں تھا؟

جاننا چاہیے کہ اللہ تبارک و تعالیٰ کے مخلوق پیدا فرمانے سے قبل قبلیت
زمانہ نہ تھی۔ یہ عبارت ملانے کے لئے نسبت پر دلالت کرتی ہے جس کے ساتھ
سننے والے کے نفس میں مقصود حاصل ہو جائے۔

اللہ تبارک و تعالیٰ کی ذات پاک عما میں تھی جس کے نیچے بھی ہوا ہے اور
اوپر بھی ہوا ہے اور وہ پہلا منظر خداوندی ہے جس میں اس کا ظہور ہوا۔ اس
ذاتی نور ساری ہو گیا جیسا کہ اللہ تبارک و تعالیٰ کے اس ارشاد میں ظاہر ہے :

اللہ نور السماوات والارض

یعنی اللہ آسمانوں اور زمین کا نور ہے۔

پہلے پیدا ہونے والے فرشتے

جب اس عمام میں نور کی رنگینی آگئی تو اس میں آن وارفتہ و عشاق ملائکہ

کی صورتیں کھولی گئیں جو عالم اجسام طبعی کے اوپر ہیں۔ اُن سے پہلے نہ عرش تھا اور نہ کوئی مخلوق تھی، جب انہیں پیدا فرمایا گیا تو اُن کے لئے تجلی فرمائی اور اُس تجلی میں اُن کے لئے غیب بنایا گیا۔ چنانچہ یہ غیب اُن کے لئے ایک رُوح بن گیا۔ یعنی اِن صورتوں کے لئے اور اُن کے لئے اپنے اسم جمیل میں تجلی فرمائی تو وہ اُس کے جمال کے جلال میں گم ہو گئے اور اُن کی گم شدگی نہیں جاتی۔

جب چاہا کہ عالم کی تدوین و تسطیر پیدا کی جائے تو اِن ملائکہ کو وہاں سے ایک کاتعین کیا اور ملائکہ سے یہ پہلا فرشتہ بنے جو اِس نور سے ظاہر ہوا اِس کا نام عقل اور قلم ہے اور اُس کے لئے تعلیم وہی کی تجلی گاہ میں تجلی فرمائی جس کے ساتھ مخلوق کی ایجاد کا ارادہ فرمایا جس کی حد و انتہا نہیں۔

اپنی ذات کے ساتھ اُس علم کو قبول فرمایا جو ہوگا اور جو اسماء الہیہ سے حق کے لئے اِس عالم خلقی کے صدور کا مطالبہ کرتے ہیں۔ اِس عقل سے دوسرے موجود کو مشتق فرمایا جس کا نام لوح ہے اور قلم کو حکم دیا کہ اُس کی طرف میلان کرے اور اُس میں وہ تمام ودیعت کرے جو قیامت تک ہوگا نہ کہ دوسرا اور اِس قلم کے لئے تعلیمت میں تین سو ساٹھ دانت مقرر فرمائے۔ یعنی اُس کے قلم ہونے سے اور اُس کے عقل ہونے سے تین سو ساٹھ تجلیاں عطا کیں یا یہ کہ وہ رقیقہ ہے اور ہر دانت یا رقیقہ علوم اجمالیہ کی صنعت سے تین سو ساٹھ چٹو بھر لیتا ہے اور لوح میں اُن کو مفصل کر دیتا ہے تو یہ قیامت کے دن تک کے علوم کا عالم میں حصر ہے چنانچہ جب قلم نے اِن علوم کو ودیعت کیا تو لوح نے جان لیا، اِسی سے علم طبیعت ہے اور وہ لوح میں اِن علوم سے حاصل ہوتے والا پہلا علم ہے جس کی تخلیق کا اللہ تبارک و تعالیٰ نے ارادہ فرمایا۔

نُور کی روشنی جیسے فرشتے

پس طبیعتِ نفس سے نیچے ہے اور یہ تمام خالص نور کے عالم میں ہے۔
پھر اللہ تبارک و تعالیٰ نے محض ظلمت کو پیدا فرمایا اور یہ اس نور کے مقابلہ میں بمنزلہ
عدمِ مطلق کے ہے جو وجودِ مطلق کے مقابل ہے تو اس کے پیدا کرنے کے وقت
اس پر طبیعت کی مساعدت کے ساتھ نور کا اضافہ کیا۔

اس نور نے ان منقسمات کو سمیٹا تو وہ جسم ظاہر ہو گیا جو عرش سے عبارت
ہے۔ پس اسمِ رحمن نے اسمِ ظاہر کے ساتھ اس عرش پر استواء فرمایا تو عالم
خلق سے ظاہر ہونے والا یہ پہلا امر ہے اور اس سے پہلے نور سے جو پیدا
فرمایا وہ ضیاءِ سحر کی مثل ملائکہ ہیں جو تخت کے ساتھ چکر کاٹتے ہیں اور وہ اللہ
تبارک و تعالیٰ کا یہ ارشاد مبارک ہے۔

وترى الملائكة حافين من حول العرش يبعون بحمدي ربهم

ہم نے تخلیقِ عالم کے بارے میں اپنی اس کتاب میں بیان کیا ہے جس
کا نام ”عقلمہ المستوفز“ ہے۔ اور اس باب میں اس سے اخذ کردہ بڑی بڑی
چیزیں بیان کر دی ہیں۔

گرسی کو عرش میں پیدا کیا

پھر اس عرش کے جَن میں گرسی کو پیدا فرمایا اور اس میں اس کی طبعی
جنس سے ملائکہ بنائے۔ پس ہر نیک اس مخلوق کی اصل ہے جو اس میں آباد
ہے جیسا کہ عناصر جنہیں ان سے پیدا کیا گیا جس میں آباد ہیں جیسا کہ حضرت

آدم علیہ السلام کو مٹی سے پیدا فرمایا تو انہیں اور ان کی اولاد کو زمین میں بسایا۔
 اِس بزرگ کرسی میں کلمہ کو خیر اور حکم کی طرف تقسیم کیا اور یہ دونوں پاؤں
 ہیں جو اس کے لئے عرش سے نکلے ہوئے ہیں جیسا کہ حدیث نبوی صلی اللہ علیہ
 وآلہ وسلم میں وارد ہوا ہے۔

پھر کرسی کے جوت میں افلاک کو پیدا فرمایا۔ ایک فلک دوسرے فلک کے
 جوت میں ہے اور ہر فلک میں اُسی سے ایک عام پیدا فرمایا جسے آباد کرنے والوں
 کا نام ملائکہ یعنی رسول ہے اور اُسے ستاروں کے ساتھ زینت دی اور ہر
 آسمان میں اُس کے امر کی وحی فرمائی۔ جہاں تک کہ مولدات کی صورتوں کو تخلیق فرمایا۔
 جب اللہ تبارک و تعالیٰ نے ان نورِ عینہ صورتوں کو بغیر ارواح کے
 مکمل فرمایا تو ان صورتوں کے لئے ایک غیب پیدا کیا اور ان صورتوں سے ہر
 صنف میں اُس کے حسبِ حال تجلّی فرمائی تو صورتوں اور اِس تجلّی سے رُوحوں
 کی صورتیں پیدا کیں اور یہ دوسرا مسئلہ ہے۔

تیسرا مسئلہ

پس رُوحوں کو پیدا فرمایا اور انہیں تدبیرِ صور کا امر فرمایا اور انہیں ناقابل
 تقسیم بلکہ ایک ذات قرار دیا۔ اور ان کو ایک دوسری سے الگ کیا تو وہ الگ
 الگ ہو گئیں اور ان کا امتیاز اِس تجلّی سے صورتوں کو قبول کرنے کی حیثیت
 سے ہوا۔ اور صورتیں ان ارواح کے لئے فی الحقیقت جاتے قیام نہیں مگر یہ
 کہ یہ صورتیں ان کے لئے اِس طرح ہیں جیسے صورِ عنصریہ کے حق میں ملک
 ہے جیسا کہ تمام صورتوں کے حق میں مظاہر ہیں۔

پھر اللہ تبارک و تعالیٰ نے صورِ جسدیہ خیالیہ کو دوسری تجلّی کے ساتھ لطف

کے درمیان پیدا فرمایا اور صورتیں ان صورتِ جسدیہ اور نورِ یہ نار یہ صورتوں میں ظاہر آنکھ کے لئے تجلی پذیر ہیں۔ صورتِ حسیہ جو کہ صورتِ معنویہ کی حامل ہیں ان جسدی صورتوں میں نیند میں اور موت کے بعد اٹھاتے جانے سے قبل تجلی بار ہوتی ہیں اور وہ برزخِ صوری ہے اور وہ نور کے سینک سے ہے جو اوپر سے وسیع اور نیچے سے تنگ ہے کیونکہ اس کے اوپر خلا اور نیچے زمین ہے۔

اور صورتوں کے یہ اجسام وہ ہیں جن میں جن اور فرشتے ظاہر اور باطن انسان ہوتا ہے۔ یہی نیند میں ظاہر ہوتی ہیں اور یہی جنت کے بازار کی صورتیں ہیں۔ درجہ ہی صورتیں زمین کو بسانے والی ہیں جس پر اس باب میں پہلے گفتگو ہو چکی ہے۔

پھر اللہ تبارک و تعالیٰ نے ان صورتوں اور ان ارواح کے لئے غذا مقرر فرمائی اور یہ تیسرا مسئلہ ہے۔ ان کی بقا۔ اسی غذا سے ہے اور یہ حسی اور معنوی رزق ہے۔

پس معنوی؟ اس سے علوم اور تجلیات و احوال کی غذا ہے اور محسوس کی جانے والی غذا معلوم ہے اور وہ جسے روحانی کھانے پینے کی اشیاء کی صورتیں اٹھاتی ہیں یعنی قویٰ تو اس لئے وہ غذا ہے اور غذا سب کی سب معنوی ہے جو ہم نے اس کے بارے میں کہا۔ اگرچہ صورتِ محسوسہ میں ہو پس ہر صورت کو خواہ نورانی ہو یا حیوانی یا جسدی اس کے حسب حال غذا دی جاتی ہے اور اس کی تفصیل طویل ہے۔

اہل سعادت اور اہل شقاوت

پھر اللہ تبارک و تعالیٰ نے ہر عالم کے لئے سعادت و شقاوت اور منزلت

کا مرتبہ مقرر فرمایا اور ان کی تفصیلات غیر منحصر ہیں۔ پس ان کی سعادت ان کے حسبِ حال ہے، ان میں سعادتِ غرضیہ، سعادتِ کمالیہ، سعادتِ ملامت اور سعادتِ وفسیہ یعنی شریعہ ہے اور انہی کی مثل تقیم میں شقاوت ہے جس کے ساتھ نہ غرض کی موافقت ہو نہ کمال و مزاج کی اور وہ غیر ملامت اور غیر شرعی ہو اور یہ سب محسوس و معقول ہے۔ پس محسوس دنیا و آخرت میں دار الشقاء کے ساتھ آلام و عذاب سے متعلق ہے اور دارِ سعادت کے ساتھ اس کا تعلق دنیا اور آخرت میں لذات سے ہے اور اس سے خالص اور مٹی جلی ہے۔ پس خالص کا تعلق دارِ آخرت سے اور مٹی جلی کا تعلق دنیا سے ہے۔ چنانچہ سید شقی کی صورت میں اور شقی سید کی صورت میں ظاہر ہوتا ہے اور آخرت میں ان کا امتیاز ہو جائے گا اور کبھی شقی اپنی شقاوت کے ساتھ ظاہر ہو جاتا ہے اور آخرت کی شقاوت سے متصل ہو جاتا ہے اور ایسے ہی سید ہے لیکن وہ معرفت نہیں ہوتے اور آخرت میں ان کا امتیاز ہو جائے گا۔ ارشادِ ربانی ہے۔

وامتازوا لیوم ایہا المجرمون

اے مجرمو! آج کے دن علیحدہ ہو جاؤ۔

چوتھا مسئلہ

۔ یہاں تیرے لئے مراتب اپنے اہل کے ساتھ ملحق ہو گئے اور ان میں ہزیمت و تبدل نہیں ہو گا۔ تیرے لئے یہ ان آٹھ کے معنی ہیں جو مجموع ملک اور عرش سے عبارت ہے اور یہ چوتھا مسئلہ ہے۔

اب جب کہ تیرے لئے آٹھ کے معنی بیان ہو چکے اور یہ آٹھ ان آٹھ سے

منسوب ہیں جن کے ساتھ حق تعالیٰ موصوف ہے اور یہ زندگی، علم، قدرت، ارادہ، کلام، سمیع، بصر اور صفت لائق کے ساتھ کھانے، سونگھنے اور لمس کا ادراک ہے۔ کیونکہ اس ادراک کا اس کے ساتھ تعلق ہے جیسا کہ مسموعات کے ساتھ سمیع کا اور تبصرات کے ساتھ بصر کا ادراک ہے۔ اس لئے ملک کا انحصار آٹھ میں ہے۔ پس دنیا میں ان سے صورت، غذا اور دو مرتبہ کئی چار ظاہر ہوتے اور قیامت کے دن آنکھوں کے لئے آٹھوں ظاہر ہوں گے اور وہ اللہ تبارک و تعالیٰ کا یہ ارشاد ہے۔

وَيَجْمَلُ عَرْشَ رَبِّكَ فَوْقَهُمْ يَوْمَئِذٍ ثَمَانِيَةٌ

اور حضور رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔ وہ اس روز یعنی دنیا میں چار ہیں یہ ملک کے ساتھ عرش کی تفسیر میں ہے اور جو عرش تخت ہے اسے ملائکہ نے جواب چار اور قیامت کو آٹھ ہوں گے۔ اللہ تعالیٰ کے لئے کاندھوں پر میدان محشر میں آٹھائیں گے۔ ان چاروں حاملان عرش کی صورتوں کے بارے میں ابن مسرہ کا قول وارد ہوا ہے کہ ایک صورت انسان پر دوسرا شیر کی صورت پر تیسرا گدھ کی صورت پر اور چوتھا بیل کی صورت پر ہو گا اور یہ وہ ہے جسے سامری نے دیکھ کر خیال کیا کہ یہ حضرت موسیٰ کا معبود ہے تو اس نے اپنی قوم کے لئے پھڑبنا کر کہا! یہ تمہارا اور موسیٰ کا معبود ہے۔ القصة!

واللہ يقول الحق وهو يهدي السبيل

الحمد لله تیر صواں باب اختتام پذیر ہوا!

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ؕ

چودھواں باب

حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تک انبیاء کرام یعنی انبیاء و اولیاء اور ائمہ کے مکمل قطبوں کے اسرار کی معرفت کے بیان میں، اور یہ کہ قطب ایک ہے، جب سے اللہ تبارک و تعالیٰ نے اسے پیدا کیا ہے وہ فرت نہیں ہوا اور وہ کہاں ہے؟

انبیاء الاولیاء الورثۃ	عرف اللہ بہم من بعثہ
ثم فی روع امام واحد	سر هذا الامر روح نقتہ
ہم اعقد اللہ لہ	وسری فی خلقہ مانکنہ
وتلقته علی عزتہ	منۃ منہ قلوب الورثۃ
موضع القطب الذی یسکنہ	لیس یدریہ سوی من ورثہ

انبیاء و اولیاء و وارث ہیں۔ اللہ تبارک و تعالیٰ جسے مبعوث فرماتا ہے انہیں اس کی معرفت عطا کر دیتا ہے۔

پھر ایک امام کے جی میں اس امر کا راز ہے کہ اس نے روح کو پھونکا ہے۔
پھر جب اللہ تبارک و تعالیٰ نے اس سے عقد فرمایا اور اس کی مخلوق میں وہ ساری ہو جاتا ہے جس عقد کو توڑتا ہے۔

وارثوں کے قلوب اس سے اس کی عزت پر اس کے بہت و احسان

سے ملتے ہیں۔

اُس قطب کے ٹھکانے کو سوائے اُس کے وارث کے کوئی نہیں جانتا۔ اللہ تبارک و تعالیٰ آپ کی مدد فرمائے۔ جانتا چاہیے کہ نبی وہ ہے جس کے پاس اللہ تبارک و تعالیٰ کے ہاں سے فرشتہ ایسی وحی لے کر آتا ہے جو شریعت کو شامل ہوتی ہے۔ وہ فی نفسہ اس کے ساتھ عبادت کرتا ہے تو اگر اس وحی کے ساتھ وہ اُس کے علاوہ کی طرف مبعوث ہوگا تو وہ رسول ہے۔

وحی کے دو حالی

فرشتہ دو حالتوں میں آتا ہے۔ ایک یہ کہ اس نزول میں اختلاف احوال پر اُس کے ساتھ اُس کے دل پر نازل ہوا اور دوسری یہ کہ جسمانی صورت پر آتے اور خارج سے اُس کے کان میں ڈال دے تو وہ سن لے گا۔ یا اُس کی بصر پر ڈال دے تو وہ دیکھ لے گا۔

پس اُس کے لئے جو نظر سے حاصل ہوتا ہے اسی کی مثل ہے جو اُسے سمیع سے حاصل ہوتا ہے دونوں برابر ہیں۔ ایسے ہی تمام حساس قوتیں ہیں۔

خاتم ولایت خاتم رسالت کی اُمت میں ہوگا

اس باب کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بند کر دیا ہے اور کسی کے لئے سوائے اس کے کوئی راستہ نہیں کہ اس شریعت محمدیہ علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ اللہ تبارک و تعالیٰ کی عبادت کرے کیونکہ اس کی ناسخ کوئی شریعت نہیں۔ اور جب حفت عین علیہ السلام تشریف لائیں گے تو حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شریعت کے ساتھ حکم دیں گے اور

وہ خاتم الاولیاء ہوں گے۔ کیونکہ یہ حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا شرف ہے کہ اللہ تبارک و تعالیٰ نے آپ کی امت پر ولایت ختم فرمائی اور ایک محکم رسول اور نبی کے ساتھ ولایت مطلقہ کو ختم فرمایا جن کے ساتھ مقام ولایت ہے۔ پس ان کے لئے دو حشر ہیں۔ ایک حشر ان کارسولوں کے ساتھ بحیثیت رسول ہوگا اور ایک حشر ہمارے ساتھ حضور رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے متبع ولی کی حیثیت سے ہوگا۔ اللہ تبارک و تعالیٰ نے ان کا اکرام کیا ہے۔ اور حضرت الیاس علیہ السلام تمام انبیاء کرام علیہم السلام پر اس مقام کے ساتھ ہیں۔

منظر محمدی کے لئے خطاب

رہی اس امت میں انبیاء و اولیاء کی حالت تو یہ ہر وہ شخص ہے جسے اللہ تبارک و تعالیٰ اپنی تعلیمات میں سے کسی تجلی میں قائم بناتا ہے اور اس کے لئے حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور حضرت جبریل علیہ السلام کا منظر قائم فرماتا ہے۔ پس اس کو یہ منظر روحانی حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے منظر کے لئے شرعی احکام کا خطاب سنا دیتا ہے۔ یہاں تک کہ جب وہ خطاب سے فارغ ہوتا ہے اور اس ولی کے دل سے فارغ ہو جاتا ہے تو صاحب شہید ہذا اس امت محمدیہ علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام میں اس خطاب کے ضمن میں آنے والے تمام احکام مشروعہ ظاہرہ کا شعور کر لیتا ہے، پس اسے یہ ولی اخذ کر لیتا ہے جیسے منظر محمدی اس حضور کے لئے اخذ کرتا ہے جو اسے اس حضرت میں حاصل ہوتا ہے جس سے اس منظر محمدی کو اس امت کے لئے تبلیغ کا امر ہوتا ہے۔ پس اسے اس کی ذات کی طرف

لُٹا دیا جاتا ہے اور اُسے رُوح کا وہ خطاب یاد ہو جاتا ہے جو حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے منظر کو کیا تھا اور اُس کی صحت کو علم یقین بلکہ عین الیقین سے جان لیتا ہے۔

حدیث کی صحت کا معیار

وہ اس نبی کا حکم اخذ کرتا ہے اور اپنے رب کی دلیل پر عمل کرتا ہے ایسی ضعیف حدیث جس میں وضع کرنے والے راویوں کے طریقہ سے ضَعْف پایا گیا اور اُس پر عمل کرنا ترک کر دیا گیا۔ حالانکہ وہ حدیث نفس الامر میں صحیح ہوتی ہے اور وہ وضع کرنے والا جس سے اس حدیث میں صدق بیان کیا گیا اُس نے اسے خود وضع نہیں کیا اور محدث اُس شخص کے ثقہ نہ ہونے کی بناء پر اُس کے قول سے نقل کرنے میں اُس حدیث کو رد کر دیتا ہے جب کہ وہ وضع کرنے والا اس کے ساتھ منفرد ہو، یا حدیث کا مدار اُسی پر رکھا گیا ہو۔

اور جب اس حدیث میں ثقہ راوی کی شرکت ہوگی جس نے اُس کے ساتھ اُس حدیث کو سُنا ہو۔ اُس حدیث کو اس ثقہ کے طریق سے قبول کر لیا جاتا ہے۔

یہ ولی اُس رُوح سے سُنتا ہے جو اُس پر حقیقت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے القاء کرتا ہے جیسا کہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے حضور رسالت اب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ حضرت جبریل علیہ السلام کی حدیث کو سُنا جس کی اسلام و ایمان اور احسان کے بارے میں حضرت جبریل علیہ السلام تصدیق کرتے تھے۔ اور جب ولی القاء کرنے والے رُوح سے سُنتا ہے تو وہ اس میں اُس صحابی کی مثل ہے جو تابعی کے بالعکس رسول اللہ صلی اللہ علیہ

وآلہ وسلم کے منہ مبارک سے اُس علم کے ساتھ سناتا ہے جس میں شک نہیں۔ کیونکہ وہ اُسے خلق کے غلبہ کے طریق پر صدق میں موثر ارتفاع تہمت کے لئے قبول کر لیتا ہے اور اپنے روادا کے طریق سے کوئی حدیث صحیح ہوتی ہے اور وہ حدیث اس منظر کا معائنہ کرنے والے مکاشفہ کو حاصل ہوتی ہے تو وہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں عرض کرتا ہے کہ یہ حدیث صحیح ہے؟ تو آپ انکا کر دیتے ہیں اور اُسے فرماتے ہیں کہ میں نے یہ نہیں کہا اور نہ اس کے ساتھ حکم دیا ہے۔ پس وہ صاحب مکاشفہ اپنے رب کی دلیل سے اس حدیث پر عمل کرنا چھوڑ دیتا ہے۔ اگرچہ اہل نقل اُس کے طریق کی صحت کی بنا پر اُس پر عمل کرتے ہیں اور وہ نفس الامر میں ایسے نہیں ہوتی اور اس کی مثل امام مسلم نے اپنی کتاب صحیح مسلم کے صدر میں بیان کیا ہے۔ کبھی کبھی یہ صاحب مکاشفہ اس حدیث کے وضع کرنے والے کو جان لیتا ہے کہ وہ ان کے گمان میں صحیح حدیث ہوتی ہے اس صاحب مکاشفہ کو یا تو حدیث وضع کرنے والے کا نام بتا دیا جاتا ہے یا اُس کے لئے اُس شخص کی صورت کھڑی کر دی جاتی ہے۔

اولیاء کرام کا علم

تو یہ لوگ انبیائے کرام علیہم السلام اور اولیائے عظام ہیں۔ اور وہ ہرگز ایک شریعت کے ساتھ منفرد نہیں ہوتے اور نہ اُن کے لئے اس کے ساتھ خطاب ہوتا ہے مگر اس شریعت کے ساتھ کہ یہ حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شریعت ہے یا وہ حضرت تمثیل میں اس حکم کے ساتھ اُس کو اپنی ذات سے خارج اور داخل دیکھتا ہے جس پر منزل ہے۔ سونے والے کے حق میں اس سے بشارتوں کے ساتھ تعبیر کیا جاتا ہے۔ علاوہ ازیں دلی کا نبی کے ساتھ ادراک

میں اشتراک ہوتا ہے جس کا ادراک نیند اور بیداری کے حال میں برابر کرتا ہے۔ اور بے شک ہمارے اہل طریق اولیاء کے لئے یہ مقام ثابت ہے اور یہ فعل ہمت کے ساتھ ہے۔ اور یہ غیر اللہ مخلوقوں کے متعلم کے بغیر علم ہے اور یہ علم حضرت خضر علیہ السلام کا علم ہے۔ اللہ تبارک و تعالیٰ نے اس شریعت کے ساتھ جس کے ساتھ اتباع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زبان پر وساطت اٹھانے کے ساتھ ہے علم دیا ہے یعنی فقہاء اور علماء رسولؐ اور یہ علم اللہ ہی ہے اور اس امت کے انبیاء و اولیاء سے نبی کا وارث نہیں ہوگا۔ مگر اس حالت خاص پر جس کا مشاہدہ ملک حقیقت رسولؐ پر القار کے وقت کرتا ہے پس اس پر غور کریں

بنی اسرائیل کے انبیاء جیسے

یہ وہ لوگ ہیں جو انبیائے کرام اور اولیائے عظام ہیں اور بصیرت پر اللہ تبارک و تعالیٰ کی طرف دعائیں تمام جماعت مساوی ہے جیسا کہ اللہ تبارک و تعالیٰ نے اپنے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو حکم فرمایا کہ آپ فرمائیں۔

ادْعُوا إِلَى اللَّهِ عَلَى بَصِيرَةٍ أَنَا وَمَنِ اتَّبَعْنِي يوسف آیت ۱۰۸

میں اللہ کی طرف بلاتا ہوں اور جو میرے قدموں پر چلیں وہ بصیرت پر ہے

اور وہ اس مقام کے اہل ہیں پس وہ اس امت میں بنی اسرائیل کے انبیاء کی مثل ہیں۔ اس مرتبہ پر جو باوجود نبی ہونے کے حضرت ہارون علیہ السلام حضرت موسیٰ علیہ السلام کی شریعت کی اتباع کرتے تھے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے حضرت

ہارون علیہ السلام کی نبوت کی گواہی دی ہے اور اس کے ساتھ قرآن مجید میں صحت کی ہے۔ پس یہ لوگ اس شریعت صحیحہ کی حفاظت کرتے ہیں جس میں ان کے نفسوں پر شک نہیں اور اس امت پر جس سے وہ اتباع کرتے ہیں۔ یہ لوگ شریعت کو لوگوں سے زیادہ جانتے ہیں۔ اس کے باوجود فقہاء ان کے حق میں یہ امر تسلیم نہیں کرتے اور انہیں بھی ضروری نہیں کہ اپنی سچائی پر دلیل قائم کریں۔ بلکہ ان پر واجب ہے کہ اپنے مقام کو چھپاتیں اور ان کے علم کے ساتھ جو چیز ان کے نزدیک ثابت ہے۔ علمائے رسوم پر رد نہ کریں۔ باوجود اس کے کہ وہ نفس الامر میں خطا ہے۔ ان کا حکم اس مجتہد کے حکم کی طرح ہے جس کو یہ حق نہیں پہنچتا کہ وہ اس مسئلہ میں بغیر اس دلیل کے حکم کرے۔ جس کی طرف اس کا اجتہاد گیا ہے اور اسے اس کی دلیل عطا ہوئی ہو اور نہ ہی اس کے لئے یہ مناسب ہے کہ اپنے حکم میں اپنے مخالف کو غلطی پر سمجھے کیونکہ شارع علیہ السلام نے اس حکم میں اس کا یہی حق مقرر کیا ہے۔ پس ادب کا اقتضایہ یہ ہے کہ شارع کے مقرر کردہ حکم کو غلط نہ کہا جائے اور اس کا کشف اور اس کی دلیل اس پر اس حکم کی اتباع کا حکم دیتی ہے جو اس کے لئے ظاہر ہو اور اس کی شہادت دیتی ہو اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حدیث میں آیا ہے کہ اس امت کے علماء بمنزلہ بنی اسرائیل کے انبیاء کے ہیں یعنی جس منزلت کی طرف ہم نے اشارہ کیا ہے کیونکہ بنی اسرائیل کے انبیاء اپنے رسولوں کی شریعت کا تحفظ کرتے تھے اور ان میں اس کے ساتھ حکم قائم رکھتے۔ ایسے ہی اس امت کے علماء اور امام حضور رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے احکام کی لوگوں پر حفاظت کرتے ہیں جیسا کہ علماء صحابہ اور تبع تابعین سے جو اس مرتبہ سے تھے جیسا کہ امام ثوری، امام ابن علیسیہ، امام ابن سیرین، امام حسن، امام

مالک امام ابن ابی رباح اور امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم اور جو ان سے نیچے تھے جیسا کہ امام شافعی، امام احمد بن حنبل اور جو کوئی حفظ احکام میں ان کی طرف جاری کرنے والا تھا۔

اسرارِ علوم کے محافظ

دوسرا طائفہ :- اس امت کے علماء سے وہ لوگ ہیں جن پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے احوال اور اسرارِ علوم کی حفاظت کرنا ہے جیسا کہ حضرت علی، حضرت ابن عباس، حضرت سلمان فارسی، حضرت ابو ہریرہ اور حضرت حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم،

اور تابعین سے جیسا کہ حضرت حسن بصری، حضرت مالک بن دینار، حضرت بنان جمال، حضرت ایوب سختیانی اور جو ان کے زمانہ میں ان کی منزلت والے تھے۔ جیسا کہ شبان راعی، فرج اسود، معمر فضیل بن عیاض اور ذوالنون مہری رضی اللہ تعالیٰ عنہم ہیں۔

اور جو ان سے نیچے ہیں جیسا کہ حضرت جتید بغدادی اور حضرت امام تستری اور جو کوئی ان سادات کے قائم مقام حفظِ حالِ نبوی، علمِ الدینی اور سترِ الہی میں تھا۔ پس حکم کی حفاظت کرتے والے اسرارِ کرسی میں دو قدموں کے پاس موقوف ہیں کیونکہ ان کے لئے حالِ نبوی نہیں ہوگا جو انہیں سترِ الہی عطا کرتا، اور نہ علمِ الدینی تھا اور حالِ نبوی کے حفاظ اور علماء علمِ الدینی اور حفاظِ حکم وغیرہم کے اسرارِ عرش اور عمار کے نزدیک موقوف ہیں اور موقوف نہیں بھی ہیں اور ان میں سے وہ ہے جس کے لئے کوئی مقام ہے اور ان میں سے وہ ہے جس کے لئے کوئی مقام نہیں اور یہ مقام اس کے لئے ہے جس کے ساتھ تمیز ہوتی ہے کیونکہ اصحابِ علامات

کے درمیان ایسی علامت کو ترک کرنا ہے جو اُس پر تنقید کے ساتھ غیر محکوم محقق ہے اور یہ روشن علامتیں ہیں اور یہ اُسی کے لئے ہو گا جو حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وارثوں میں صاحب تمکین کامل ہے۔

پہلی اُمتوں کے اقطاب

سب سے اس اُمت کے علاوہ اُمتوں کے مکمل اقطاب کے بارے میں جو ہماری زمانہ سے پہلے ہو چکے ہیں تو میرے لئے اُس جماعت کے نام عربی زبان میں ذکر کئے گئے۔ جب میں نے اُن کا مشاہدہ کیا اور اُنہیں دیکھا تو وہ حضرت برزخیہ میں تھے اور میں قرطبہ کے ایک شہر مشہد اقدس میں تھا۔ پس اُن کے نام یہ ہیں۔

المفرق، مداوی الکوم، بقار، مرفیع، شفاء، ماتی، عاقب، منجور، شجر المار، عنصر حیات، شریذ، راجع، صانع، طیار، سالم، خلیفہ، مقسوم، جی، راعی، واسع، بحر، ملصق، ہادی، مصلح اور باقی، تو یہ وہ مکمل لوگ ہیں جن کے حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانہ تک ہمیں نام بتائے گئے۔ رہا! واحد و یکتا قطب، تو وہ حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رُوح مبارک ہے اور وہ تمام انبیاء و رسل سلام اللہ علیہم کی مددگار ہے۔ اقطاب نشاۃ النسانی کے وقت سے لے کر قیامت کے دن تک رہیں گے۔ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے پوچھا گیا کہ آپ کب سے ہیں؟ تو آپ نے فرمایا میں اُس وقت نبی تھا جب آدم پانی اور مٹی کے درمیان تھا۔

مداوی الکوم

مداوی الکوم کی وجہ یہ ہے کہ وہ ہوا کی جراثیموں کی خبر رکھنے والا اور دیکھنے

والا ہے اور دنیا و شیطان اور نفس کو ہر لسان نبوی یا رسالی یا لسان ولایت کو جاننے والا ہے اور اُس کی نظر اپنے جسم کی ولادت کے مقام تک معطلہ اور شام کی طرف تھی۔ پھر اس وقت اُس نے اپنی نظر کو اُس زمین کی طرف پھیرا ہے جس میں بہت زیادہ گرمی اور خشکی ہے۔ اور اُس کی طرف کوئی بنی آدم اپنے جسم کے ساتھ نہیں پہنچ سکتا۔ اور بعض لوگوں نے اُسے مکہ معظمہ سے اپنے مکان میں بغیر منتقل ہونے کے دیکھا کہ اُس کے لئے زمین لپیٹ دی گئی تو اُسے دیکھ لیا گیا۔ ہم نے اُس سے بڑے بڑے مختلف علوم کے مأخذ اخذ کئے ہیں۔ اور اس لئے عالم میں رُوح محمدی کے مظاہر ہیں۔ اُس کا کامل ترین مظہر قطبِ زمان میں اور افراد میں اور ولایت محمدی کے ختم میں ہے اور ختمِ ولایتِ عامہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام ہیں اور وہ اپنے مسکن کے ساتھ تعبیر ہوتے ہیں۔

اس باب کے بعد انشاء اللہ العزیز عنقریب اُن کا ذکر آئے گا کہ مادی الکوم ہونے کی بنیاد پر اُس کے لئے امیرار سے کیا ہے۔ اور جو علوم اُس سے منتشر ہوتے ہیں وہ کون سے ہیں۔ مادی الکوم کے حال کے ظہور کے بعد پھر یہ راز ایک دوسرے شخص میں ظاہر ہوا جس کا نام مستعمل للقضا و قدر ہے یعنی قضا و قدر کو تسلیم کرتے والا۔

پھر مظہرِ حق کی طرف اس سے حکم منتقل ہوا۔ پھر مظہرِ حق سے ہاتھ کی طرف منتقل ہوا۔ پھر ہاتھ سے اُس شخص کی طرف منتقل ہوا جس کا ناواضع الحکم ہے۔ اُس کے متعلق گمان ہے کہ وہ حضرت لقمان علیہ السلام ہیں اور اللہ ہی بہتر جانتا ہے۔ کیونکہ وہ حضرت داؤد علیہ السلام کے زمانہ میں تھے۔ اور مجھے اس پر یقین نہیں کہ وہ حضرت لقمان علیہ السلام ہی ہوں گے۔

پھر واضع الحکم سے کاسب کی طرف منتقل ہوا۔ پھر کاسب سے جامع الحکم

کی طرف منتقل ہوا۔ اور میں نہیں جانتا کہ یہ امر ان کے بعد کس کی طرف منتقل ہوا۔
 جب ان اسماء کو جان توں گا کہ وہ کن علوم سے مختص ہیں تو اس کتاب میں اس
 کا ذکر کروں گا۔ اور انشاء اللہ العزیز ان میں سے ہر ایک کے مسئلے کا ذکر کروں
 گا۔ اور یہ مضمون میری زبان پر جاری ہے۔ پس میں نہیں جانتا کہ اللہ تبارک و
 تعالیٰ میرے ساتھ کیا سلوک فرمائے گا اور اس باب سے اسی قدر کافی ہے۔ اور
 اللہ تعالیٰ حق فرماتا ہے اور سیدھے راستے پر چلاتا ہے۔
 الحمد للہ تیرھویں ججز اور چودھویں باب کا ترجمہ اختتام پذیر ہوا۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ۝

پندرھواں باب

انفاس اور اُن کے محققین اقطاب کی معرفت اور اُن کے اسرار کا بیان

عالم الانفاس من نفسی	وہم الاعلون فی القدس
مصطفاهم سید لسن	وحیہ یاتیہ فی الجرس
ثلث للبوآب حین رای	ما قاسیہ من الحرس
قال ما تنفیہ یا ولدی	قلت قوب السید الندس
من شفیع للامام عسو	خطرۃ منہ لمختلس
قال ما یطو عوارفہ	لفتی غیر مبتش

میرے نفس سے انفاس کے عالم ہیں۔ وہ قدس میں بندیوں والے ہیں۔
 اُن کا برگزیدہ زبان کا سردار ہے۔ اُسے گھنٹی کی آواز میں وحی آتی تھی۔
 جب دربان نے مجھے دیکھا تو میں نے اُسے اُس کے نگران سے پہنچنے
 والی تکلیف کے بارے میں بتایا۔

اُس نے کہا۔ اے میرے بیٹے تجھے کیا چاہیے؟ میں نے کہا اہل دانش
 کے سردار کی قربت۔

میں اپنے شفیع کی امامت چاہتا ہوں۔ شاید مجھے مختلس سے خطرہ درپیش
 آئے۔ کہا! اُس کے معارف غنی اور مایوس شدہ کو نہیں عطا ہوتے۔

حضور رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے۔

ان نفس الرحمن یا تینی قبل الیمن

عربی

بے شک مجھے یمن کی سمت سے رحمن کی ہوا آتی ہے۔

صاحبِ راز قطب و امام

بعض نے کہا انصار اللہ تبارک و تعالیٰ کا نفس ہیں۔ اللہ تبارک و تعالیٰ نے اُن کے ساتھ اپنے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کُفار و مشرکین کی تکلیفوں کو دُور کیا۔ انفاسِ قُربِ الہی کی ہوائیں ہیں پس جب مشامِ عارنین اُن ہواؤں کی خوشبو کو پہچان لیتے ہیں تو اس مقام میں ثابت قدمی کے تحقق کی طلب کی طرف اُن سے وافر خواہشات ہوتی ہیں۔ انہیں اس مقامِ اقدس کے طے کرنے اور نعماتِ کرم کے لئے ہمتوں اور تعرض کے ساتھ بحث کے بعد اسرار و علوم سے انفس کی پہچان سے اُن انفاس کے ساتھ جو کچھ آتا ہے اُس کی خبر دی جاتی ہے۔ یہ لوگ اُس شخصِ الہی کو پہچان لیتے ہیں جس کے پاس وہ راز ہوتا ہے جس کے وہ طلب گار ہیں اور وہ علم جسے وہ حاصل کرنا چاہتے ہیں اور اُس سے حق قائم ہوتا ہے وہ اُن میں قُطب ہوتا ہے جس پر اُن کا فلک دُور کرتا ہے اور امام ہوتا ہے جس کے ساتھ اُن کا ملک قائم ہوتا ہے۔ اُسے مادی العلوم کہا جاتا ہے۔ اس سے اُن میں وہ علم حکمتیں اور اسرار منتشر ہوتے ہیں جن کا حصہ کتاب نہیں کر سکتی اور پہلا راز جس پر اُس کو مطلع کیا گیا ہے پہلا زمانہ ہے جس سے زمانے پیدا ہوتے اور پہلا فعل ہے جسے وہ فعل عطا کیا گیا جو آسمان کیوں ہے اور ساتوں آسمانوں کی رُوحانیت کا تقاضا کرتا ہے۔

سونے کی تلاش کیوں

یہ صاحبِ راز تدبیر سے لوہے کو چاندی اور خاصیت کے ساتھ لوہے کو سونا بنا دیتا ہے اور یہ عجیب راز ہے کہ وہ مال پر رغبت کی بجائے حسنِ مال میں رغبت طلب کرتا ہے تاکہ اس سے مرتبہ کمال پر واقفیت حاصل کرے اور وہ تحوین میں اکتساب کرتا ہے کیونکہ پہلا مرتبہ بخاراتِ معدنیات سے حرکاتِ فلکیہ اور حرارتِ طبعیہ کے ساتھ پارہ اور گندھک ہیں اور معدن یعنی کان میں پیدا ہونے والی ہر چیز اپنی آس غایت کو طلب کرتی ہے جو آس کا کمال ہے اور وہ سونا ہے لیکن معدن میں آس پر علل و امراض طاری ہو جاتے ہیں جو زیادہ خشکی یا تری یا گرمی اور سردی کی بنا پر ہوتے ہیں اور آسے اعتدال سے خارج کر دیتے ہیں چنانچہ سونے میں یہ مرض اثر کر جاتا ہے جو لوہے یا تانبے یا قلعی وغیرہ معدنیات کی صورت میں موسوم ہوتا ہے پس اس حکیم کو عقاقر و ادویاتِ مزل کی معرفت عطا ہوتی ہے جس کے استعمال سے معدنیات کے درجہ کمال کے طالب کی شخصیت پر طاری ہونے والی اس علت کو دور کرے اور معدنیات کا درجہ کمال سونا ہے پس علتوں کو زائل کیا گیا تو سونا درست ہو کر چلا اور درجہ کمال سے نکلے ہو گیا۔

لیکن وہ درست قوت کمالیت میں قوی نہیں ہوتی جس کے جسم میں مرض داخل ہوا اور وہ جسم جس میں مرض داخل ہوا آس کا کدورت سے پاک اور خالص خلوص تک پہنچنا بعید ہے اور یہی اصلی خالص ہے جیسا کہ انبیاء کرام علیہم السلام میں حضرت آدم اور حضرت یحییٰ علیہما السلام ہیں اور غرض عبودیت میں درجہ کمال انسانی ہے کیونکہ اللہ تبارک و تعالیٰ نے انسان

کو احسن تقویم پر پیدا فرمایا پھر اُسے اسفل السانین میں لوٹا دیا۔ مگر وہ لوگ جو ایمان لاتے اور اچھے عمل کیے صحتِ اصلیہ پر باقی رہے کیونکہ یہ اس کی طبیعت میں ہے جو اغراض کی علتوں اور اغراض کے امراض کا اکتساب کرتا ہے۔ پس اس حکیم نے ارادہ کیا کہ انسان کو احسن تقویم کی طرف لوٹائے جس پر اللہ تبارک و تعالیٰ نے اُسے پیدا فرمایا تھا۔

کیمیاء کا مقصد

پس اس عقل مند شخص کا اس صنعتِ کیمیاء کی معرفت کا یہی مقصد تھا۔ اور یہ مقدار و اوزان کی معرفت کے سوا کچھ نہیں۔ کیونکہ جب اللہ تبارک و تعالیٰ نے انسان کو پیدا کیا تو وہ آدم تھا جو اس نشاۃ الانسانیہ کی اصل ہے اور صورتِ جسمیہ طبعیہ عنصریہ ہے جب کہ اُس کا جسم گرمی، سردی اور رطب و یابس سے مرکب ہے بلکہ سرد خشک اور سرد تر اور گرم تر اور گرم خشک کا مرکب ہے اور یہی چاروں خلطیں سوداء، بلغم، خون اور صفراء ہیں جیسا کہ وہ عالم کبیر آگ، ہوا، پانی اور مٹی کے جسم میں ہیں۔

اللہ تبارک و تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کے جسم کو طین یعنی کچھڑ سے پیدا فرمایا اور وہ پانی اور مٹی کا امتزاج ہے۔ پھر اس میں نفس اور روح کو بچھڑکا۔ اور پہلی نبوت میں بنی اسرائیل کے ایک نبی پر نازل ہونے والی ایک آسمانی کتاب میں وارد ہوا۔ اس وقت اُس کی نص بیان کروں گا۔ کیونکہ اُس کے ذکر کی ضرورت پڑ گئی ہے اور بہت سچی خبریں دہ ہیں۔ جو اللہ تبارک و تعالیٰ سے روایت کی گئی ہوں۔

بیماری کیوں ہوتی ہے

ہم سے قرطبہ کے رہنے والے مسلم بن وضاح کی سند سے روایت بیان کی گئی ہے کہ اللہ تبارک و تعالیٰ نے انبیاء بنی اسرائیل پر نازل ہونے والی ایک کتاب میں ارشاد فرمایا۔ میں نے آدم کو مٹی اور پانی سے پیدا فرمایا اور اس میں نفس اور روح کو چھوڑا۔ پھر درست کیا اس کے جسم کو مٹی کی قبولیت سے اور اس کی رطوبت پانی سے ہے اور اس کی حرارت نفس سے ہے اور اس کی برودت روح سے ہے فرمایا! پھر بعد ازاں اس میں یہ دوسری چار انواع مقرر فرمائی جو ایک دوسری کے بغیر قائم نہیں ہوتیں۔ اور یہ دو پتے، خون اور بلغم ہیں۔ وہ ایک دوسری میں ساکن ہو گئیں تو خشکی نے سودار کے پتے میں اور حرارت نے صفر آ کے پتے میں ٹھکانے بنایا۔ اور رطوبت کا مسکن خون میں اور سردی کا مسکن بلغم میں بنا۔

پھر اللہ جل شانہ نے فرمایا! جو نئے جسم میں یہ غلیظ معتدل رہیں گی، اس کی صحت کا بل ہوگی اور اس کی بنیاد اعتدال پر ہوگی اور اگر ان میں سے کوئی خلط ان پر زیادہ ہو کر غالب آگئی تو اپنی زیادتی کے مطابق اس جسم کو بیمار کر دے گی اور اگر ان غلیظوں کی مقاومت سے ضعف اور کمی کا شکار ہوگی تو ان کے غلبے سے بیماری میں داخل ہو جاتے گا۔ اور اس کا ضعف ان کی مقاومت سے ہے پس طب کا علم یہ ہے کہ کمی میں زیادتی اور زیادتی میں کمی کر کے اعتدال قائم کرے۔

ہم نے اپنے موقعہ حسنہ میں یہ اللہ تبارک و تعالیٰ کے طویل کلام سے بیان کیا ہے پس یہ امام اسب زحہ طبعی اور عالم علوی کے انوار کو اکب

میں آثارِ مودّہ اور اُن کی سیاحت کے علم کو لوگوں سے زیادہ جانتا تھا۔ اور یہ وہ امر ہے جس کے متعلق اللہ تبارک و تعالیٰ نے آسمانوں میں اور اُن کے جمع ہونے میں اور اُن کے اترنے اور چڑھنے اور بلندی و پستی میں وحی فرمائی۔ اللہ تبارک و تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

واوحنی فی کل سماء امرھا
اور اُس کے امر کی ہر آسمان میں وحی فرمائی
اور زمین کے متعلق ارشاد فرمایا؛

وقدر فیہا اقواتھا
اور اُس میں اُس کے مکینوں کی روزیاں مقرر کیں

وہ مردوں کو زندہ کرتا تھا

ہم نے ذکر کیا ہے کہ وہ شخص علوم و اموال میں صاحبِ وسعت اور راسخ القدم تھا لیکن ذوقِ حال کے باب سے اُس کی قوتِ نظر ساتویں آسمان سے آگے نہیں بڑھی لیکن جو کچھ فلک کو کب و اطلس میں ہے وہ اُسے کشف و اطلاع سے حاصل ہو گیا تھا اور اُس کے گمان میں تبدیلی اعیان غالب تھی۔ اور ہمارے نزدیک اعیان تبدیل نہیں ہوتے اور یہ شخص اپنی روحانیت کے ساتھ بحیثیت اپنی رصد و فکر کے اپنے مقابل کے ساتھ اُس کے درجہ و دقائق میں تسبیح پڑھنا کبھی نہیں چھوڑتا تھا۔

اُس کے پاس مردوں کو زندہ کرنے کے عجیب اسرار تھے اور اللہ

تبارک و تعالیٰ نے اُسے یہ خصوصیت عطا فرمائی تھی کہ وہ جس خشک مقام پر جاتا اللہ تبارک و تعالیٰ اُس میں شادابی اور برکت پیدا فرمادیتا۔ جیسا کہ حضور رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت خضر علیہ السلام کے بارے میں فرمایا ہے۔ چنانچہ جب آپؐ سے حضرت خضر کے نام کے بارے میں پوچھا گیا تو فرمایا: وہ جس خشک گھاس پر بیٹھتے وہ آپ کے نیچے سے سرسبز ہو جاتی۔

صاحبِ مقام شاگرد

اِس امام کا ایک شاگرد معرفتِ ذاتیہ اور علمِ قوت میں بڑا دھل رکھتا تھا اور اِس کے بیان کرنے پر اپنے ساتھیوں پر مہربانی کرتا اور اپنے ساتھیوں کو خوف کی وجہ سے عام لوگوں سے چھپاتے رکھتا تھا۔ اِس لئے اُس کا نام مداوی الکَلوم ہے۔ جیسا کہ حضرت یعقوب علیہ السلام، حضرت یوسف علیہ السلام کو اُن کے بھائیوں کے ڈر کی وجہ سے روکے رکھتے تھے۔ وہ اپنے ساتھیوں کو علمِ تدبیر اور اِس جیسے علوم میں مشغول رکھتے تھے جن میں اِس فن سے مشاکلت تھی جیسا کہ جموں میں رُوحوں کی ترکیبِ جموں کا تحلیل و تالیف ہونا، جسم سے صورت کا نکالنا اور اُس پر صورت نکالنا، تاکہ اِس سے اللہ تعالیٰ علیم و حکیم کی صنعت سے واقفیت ہو جائے۔ علمِ عالم اِسی قطب سے نکلا ہے اور وہ ایک بڑا انسان ہے اور انسانِ جرم میں معنی کی مشابہت میں اُس کا مختصر ہے۔

اُس رُوح نے مجھے خبر دی ہے جس سے میں نے یہ کتاب اخذ کی اور اپنی سپردگی میں لی ہے کہ اُس نے ایک روز اپنے ساتھیوں کو شراب خانہ

میں جمع کیا اور اُن میں کھڑے ہو کر خطبہ دیا اور اُس پر ہیبت طاری تھی۔ پس کہا میں اس مقام میں جو بات رُمز میں کروں اُسے سمجھ لیں اور اُس میں فکر کریں اور اُس کے خزانے کو نکالیں اور جس عالم میں اُس کا زمانہ تھا وہ وسیع ہو گیا اور میں تمہارے لئے نصیحت کرنے والا ہوں۔ ہر جانا گیا پھلتا ہے ہر علم کے لئے مخصوص لوگ ہیں۔ نہ افراد کے لئے ممکن ہے اور نہ وقت کے لئے گنجائش ہے۔ لازم ہے کہ جمع میں مختلف فطرتیں اور غیر مُلفتت اذہان ہوں ہر جماعت کا مقصود ایک ہے میرے کلام کا قصد کرنے والے کے ہاتھ میں میری رُمز کی کُنجی ہے۔ ہر مقام کے لئے مقال ہر علم کے لئے رُجال اور ہر وارد کے لئے حال ہے پس غور کریں۔ یعنی جو میں کہتا ہوں اُسے سن کر یاد رکھیں۔

مجھے نور النور کی قسم ہے اور میں رُوح حیات اور حیات رُوح کی قسم کھاتا ہوں جہاں سے میں آیا ہوں تم سے لوٹنے والا ہوں۔ رُاس اصل کی طرف رجوع کر رہا ہوں جہاں سے میں نے وجود پایا، اس ظلمت میں ٹھہرے ہوئے مجھے طویل عرصہ ہو گیا ہے اور اس ظلمت کے تراویں سے میرا نفس تنگی محسوس کرتا ہے اور میں نے تمہاری طرف سے رحلت کی اجازت حاصل کر لی ہے میں رحلت کرنے والا ہوں۔ پس آپ لوگ میرے کلام پر ثابِت قدم رہیں۔ جو میں کہتا ہوں۔ اتنے سال گزر جانے کے بعد آپ جان لیں گے۔ پس آپ نہ ہٹیں یہاں تک کہ اس مدت کے بعد میں تمہارے پاس آ جاؤں اور اگر آپ ہٹ جاتیں، تو دوبارہ اس مجلس کی طرف آنے میں جلدی کریں۔ اگرچہ اس کا معنی لطیف ہے اور اس کا معنی حرف پر غالب ہے۔ پس حقیقت حقیقت ہے اور طریقت طریقت ہے۔ دُودھ اور عمارت میں جنت اور دُنیا کا اشتراک ہے۔ اگرچہ ایک مٹی اور بھوسہ سے بنی ہے اور دُوسری جواہرات اور سونے چاندی سے بنی ہے۔ یہ اُس

کی اپنے بیٹوں کے لئے وصیت تھی۔ اس مسئلہ کی رمز بہت بڑی ہے اور وہ چلی گئی جس نے اسے جان لیا اسے استراحت حاصل ہوئی۔

قاضی قرطبہ سے ملاقات

میں ایک روز قرطبہ کے قاضی ابی ولید بن رشد کے ہاں گیا۔ وہ مجھ سے اُس وقت سے ملاقات کی رغبت رکھتا تھا جب اُس نے سنا اور اُس تک وہ امر پہنچا جو اللہ تبارک و تعالیٰ نے میری خلوت میں مجھ پر کھولا تھا اور وہ میرے متعلق یہ باتیں سن کر اظہارِ تعجب کرتا تھا۔ پس میرے والد صاحب نے ایک ضرورت کے لئے مجھے اُن کے پاس بھیجا اور مقصد یہ تھا کہ وہ مجھ سے ملیں کیونکہ وہ اُن کے دوستوں سے تھے اور مجھے اُس وقت داڑھی مونچھ نہ آئی تھی۔

جب میں اُن کی خدمت میں حاضر ہوا تو وہ محبت و تعظیم سے اپنی جگہ پر کھڑے ہو گئے اور مجھ سے معاف کیا اور مجھے کہا: ہاں، میں نے کہا: ہاں تو وہ زیادہ خوش ہوئے، میں نے اُن کی ہاں کا مطلب سمجھ لیا تھا۔ پھر اُن کی خوشی کا باعث پوچھتے ہوئے میں نے کہا: نہیں پس انہیں انقباض لاحق ہو گیا اور اُن کا رنگ متغیر ہو گیا۔ اُن کے نزدیک کوئی امر راجح ہو چکا تھا اور انہوں نے مجھے کہا: تم نے کشف اور فیض الہی میں یہ امر کیسا پایا؟ کیا یہ قہری ہے جو ہمیں نظر عطا کرتی ہے؟ میں نے انہیں کہا: ہاں، نہیں اور ہاں اور نہیں کے درمیان ارفاح اپنے مواد سے اور گردنیں اپنے اجسام سے پرواز کر جاتی ہیں۔ اُن کا رنگ زرد ہو گیا اور وہ دل گرفتہ ہو کر بیٹھ گئے اور اسے جان گئے جس کی طرف میں نے اشار کیا اور وہ اس مسئلہ کی عین ہے جس کا ذکر اس قطبِ ایم یعنی مداوی الکلم نے کیا ہے۔ بعد ازاں میرے والد صاحب سے انہوں نے

ہمارے ساتھ ملاقات طلب کی تاکہ جو ان کے پاس ہے ہم پر پیش کریں کہ کیا وہ موافق ہے یا مخالفت؟ کیونکہ وہ ارباب فکر و نظر عقلی میں سے تھے تو انہوں نے اس بات پر اللہ تبارک و تعالیٰ کا شکر ادا کیا کہ وہ اس زمانے میں ہیں جس میں انہوں نے اپنی خلوت میں جاہل کو داخل ہوتے اور بغیر درس و بحث اور مطالعہ و پڑھائی کے اس خروج کی مثل نکلتے دیکھا اور کہا! ہم نے اس حالت کا اثبات کیا ہے اور اس کے ارباب کو نہیں دیکھا تھا۔ الحمد للہ کہ ہم اس زمانے میں ہیں جس میں ان بند دروازوں کو کھولنے والے ارباب میں سے ایک کو دیکھ رہے ہیں۔ خدا کا شکر ہے جس نے مجھے اس رویت سے مخصوص فرمایا۔

پھر میں نے دوسری بار ان سے ملاقات کا ارادہ کیا تو اللہ تعالیٰ ان پر رحم فرماتے۔ ایک واقعہ میں میرے لئے انہیں یوں قائم کیا کہ میرے اور ان کے درمیان باریک پردہ تھا۔ جس میں سے میں ان کی طرف دیکھ رہا تھا اور وہ مجھے نہیں دیکھ سکتے تھے۔ اور نہ ہی انہیں میرے مکان کا علم تھا۔ وہ مجھے جاننے بغیر اپنی ذات کے ساتھ مشغول تھے۔ میں نے کہا! وہ اس مراد پر نہیں جس پر ہم ہیں۔ بعد ازاں ہماری ان سے ملاقات نہیں ہو سکی یہاں تک کہ ان کا انتقال ہو گیا۔ ان کی وفات ۵۹۵ھ میں مراکش شہر میں ہوئی۔ جہاں سے انہیں قرطبہ منتقل کیا گیا، جب ان کا تابوت جس میں ان کا جسم تھا سواری پر رکھا گیا تو اس کے وزن کو برابر کرنے کے لئے دوسری طرف ان کی تالیفات کو رکھ دیا گیا۔ میت کی روانگی کے وقت میں کھڑا تھا اور میرے ساتھ ادیب ابو حسین، محمد بن جبیر، کاتب سعید ابی سعید اور میرے ساتھی ابو الحکم عمر بن سراج ناسخ موجود تھے۔ ابو الحکم ہماری طرف متوجہ ہوا اور کہا۔ کیا آپ نے اس شخص کی طرف دیکھا جو اپنی سواری میں امام ابن رشد کے برابر ہے۔ یہ امام ہے اور اس کی کتابیں اس

کے اعمال ہیں۔

ابن جبیر نے آسے کہا! اے بیٹے ہاں! نہیں دیکھتا کہ تجھے خاموش کرتا۔ پس میں نے اس وعظ و تذکیر کو اپنے پاس محفوظ کر لیا۔ اللہ تعالیٰ اُن سب پر پر رحم فرمائے۔ میرے بھو اُس جماعت سے کوئی شخص باقی نہیں۔ اور ہم نے اِس میں کہا۔

هذا الامام وهذه اعماله

باليه شعري هل اتا اماله

یہ امام اور یہ آس کے اعمال تھے۔ کاش مجھے معلوم ہوتا کہ آس کا آہاں کیا ہوا۔

فلک کا دورہ خلا کو پُر کرتا ہے

یہ قطب مداوی الکوم حرکتِ فلک کے راز کو ظاہر کرنے والا ہے۔ اللہ تبارک و تعالیٰ نے آسے جس شکل پر پیدا فرمایا ہے۔ اگر وہ اس کے علاوہ شکل پر ہوتا تو صحیح نہیں کہ وجود میں کوئی چیز پیدا ہو جو آس کے حیطہ کے اندر ہے۔ اس میں حکمتِ الہیہ کو ظاہر کیا گیا ہے تاکہ اہل بصیرت اشیاء میں اللہ تعالیٰ کے علم کو دیکھیں اور وہ ہر چیز کو جاننے والا ہے۔ نہیں کوئی معبود مگر وہ جاننے والا اور حکمتِ والا اور معرفتِ ذات و صفات میں ایک علم ہے جس کی طرف اس قطب نے اشارہ کیا ہے پس اگر بغیر واسطہ کے فلک حرکت کرتا تو آس کی حرکت کے ساتھ خلا نہ بھرتا۔ اور خلا میں بہت سے کناے باقی رہ جاتے اور اِس حرکت سے تمام اُمُر کی تقویم نہ ہوتی اور حرکت کے ساتھ ان کناروں کے معمور ہونے سے جس قدر کمی ہوتی اسی قدر نقص ہوتا۔ اور یہ اللہ تبارک و

تعالیٰ کی مشیت اور اسباب پیدا کرنے میں حکمت جاریہ ہے۔

محیط کا تقرب

اس قطب نے خبر دی ہے کہ عالم اُن کے مرتبوں اور افلاک کے چھوٹے بڑے ہونے پر محیط اور نقطہ کے درمیان موجود ہے جو کہ محیط کے زیادہ قریب ہے اور جو اُس کے جوت میں ہے اس سے زیادہ وسیع ہے۔ اُس کا دن بہت بڑا اور اُس کا مکان زیادہ فصیح اور اُس کی زبان زیادہ فصیح ہے اور یہ تحقیق کی طرف قوت اور صفائی کے زیادہ قریب ہے اور جو عناصر کی طرف انخطاط پذیر ہوتا ہے۔ وہ اس درجہ سے کترہ ارض کی طرف اتر آتا ہے اور ہر محیط میں ہر جزرہ اپنے مافوق ماتحت کے سامنے اپنی ذات کے ساتھ ہے اور ایک چیز دوسری پر زائد نہیں ہوتی۔ اگرچہ ایک وسیع اور دوسری تنگ ہو۔

آخرت کی خواہشات جائز ہیں

یہ امر بڑے کو چھوٹے پر اور وسیع کو تنگ پر وارد کرنے سے ہے۔ بغیر اس کے کہ تنگ کو وسعت دی جائے یا وسیع کو تنگ کر دیا جائے اور سب اپنی ذوات کے ساتھ نقطہ کی طرف دیکھتے ہیں اور نقطہ باوجود اپنے چھوٹے ہونے کے اپنی ذات کے ساتھ محیط کی ہر جزرہ کو دیکھتا ہے۔ پس مختصر محیط ہے اور اُس سے مختصر نقطہ ہے اور اُس کا بالعکس بھی ہے۔ پس دیکھیں جب عناصر کی طرف انخطاط پذیر ہو کر یہ امر زمین کی طرف مُنتہی ہوا تو پانی کی طرح دانوں اور زیتون میں اُس کی میل کی زیادتی ہو گئی۔ اور ہر وہ مائع جو برتن میں ہوتا ہے۔ اُس کا میل اُس کے نیچے چلا جاتا ہے اور مُصفیٰ اُس کے اوپر آ جاتا ہے اور اس میں معنی یہ ہیں

کہ جو امر عالم طبیعت پاتا ہے وہ شہوانی کدورتوں، شہواتِ شرعیہ کے ساتھ علوم و کلیات کے انوار کے ادراک سے مانع حجاب سے ہے۔ اور زبان، نظر، سماعت، کھلنے پینے لباس، مرکب و نکاح میں عدمِ فتویٰ سے ہے اور شہوانی کدورتوں پر شفیقتہ ہونے اور اس میں استقراغ کے ساتھ ہے۔ اگرچہ وہ حلال ہوں اور آخرت میں خواہشات و شہوات سے منع نہیں کیا گیا اور وہ تجلی کے باعث شہواتِ دنیوی سے بہت بڑی ہوں گی کیونکہ وہاں بصارتوں پر تجلی ہوگی اور بصارتیں شہوات کا محل نہیں جب کہ یہاں دنیا میں ظاہر کے علاوہ بصائر و بواطن پر تجلی ہے اور بواطن محلِ شہوات ہیں۔ اور تجلی اور شہوت ایک محل میں جمع نہیں ہوتے۔ اسی لئے عارفین و زہاد اس دنیا میں شہوانی لذات اور حطامِ دنیوی کمانے سے بچتے ہیں اور پرہیز کرتے ہیں اور یہ وہ امام ہے جس نے اپنے ساتھیوں کو یہ بات سکھائی۔

ابدال سات ہیں

پھر سات رجال ہیں جنہیں ابدال کہا جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ اُن کے ذریعے ہفت اقلیم کی حفاظت کرتا ہے۔ ہر بدل کے لئے ایک اقلیم ہے اور انہی کی طرف روحانیت کے ساتوں آسمان دیکھتے ہیں۔ اور ان میں سے ہر شخص کی قوت اُن انبیاء کی روحانیت سے ہے جو ان آسمانوں میں مکین ہیں۔ اور وہ حضرت ابراہیم خلیل علیہ السلام ہیں جن سے حضرت موسیٰ علیہ السلام ملے ہوئے ہیں۔ اُن سے حضرت ہارون علیہ السلام ملے ہوئے ہیں اُن سے حضرت ادریس علیہ السلام اُن کے ساتھ حضرت یوسف علیہ السلام اُن کے ساتھ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور اُن کے ساتھ حضرت آدم علیہ السلام ملے ہوئے ہیں جب کہ حضرت یحییٰ علیہ السلام، حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور حضرت ہارون علیہ السلام کے درمیان آتے جاتے ہیں۔

ان ساتوں ابدالوں کے دلوں پر ان انبیاء علیہم السلام کے حقائق کا نزول ہوتا ہے۔ اور یہ ساتوں کو اکب ان کی طرف دیکھتے ہیں اُس چیز کے ساتھ جو اللہ تبارک و تعالیٰ نے ان ساتوں آسمانوں کی حرکت میں اسرار و علوم اور آثارِ علویہ و سفلیہ سے ان کے سپرد کی ہے۔ اللہ تبارک و تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

واوحی فی کل سماء امرھا اور یہ کہ ہر عالم میں

اور اُس کا امر ہر آسمان میں وحی کیا گیا ہے۔

ابدال کے علوم و اقالم

پس ان کے لئے ان کے دلوں میں ہر ساعت میں اور ہر دن میں اُس کے مطابق ہوتا ہے جو اُسے اس ساعت کا صاحب اور اس دن کا سلطان عطا کرتا ہے۔ ہر علمی امر جو اتوار کے دن ہوتا ہے وہ حضرت ادریس علیہ السلام کے مادہ سے ہوتا ہے اور اُس روز عصر میں جو علوی ماثرہ ہوا اور آگ میں ہوگا وہ سباحۂ آنتاب سے ہوگا اور اس میں اُس کی نظر اللہ تبارک و تعالیٰ کی طرف سے ودیعت کی جاتی ہے اور اُس روز جو اثر پانی اور مٹی کے عنصر میں ہوگا۔ وہ جو تھ فلک کی حرکت سے ہے اور یہ اُس شخص کا مقام ہے جو ان اقالم سے چوتھی اقلیم کی حفاظت کرتا ہے، ابدال میں سے اس مخصوص شخص کو س اقلیم کے علوم سے علم اسرار و دعائیات، علم نور و ضیاء، علم برق و شعاع اور ہر جسم متعین کا علم حاصل ہوتا ہے اس لئے وہ روشنی اور اُس کے مزاج کو جان لیتا ہے جو اُسے یہ قبولیت عطا کرتا ہے جیسا کہ حیوانات سے جگنو اور جیسا کہ نباتات سے انجیر کے درخت کی جڑیں، جیسا کہ حجر ہی و یاقوت اور حیوانوں

کے بعض گوشت ہوتے ہیں ۔

علاوہ ازیں اسے معدنیات و نباتات، حیوان و انسان اور فرشتے کے باسے میں علم کمال اور حرکت مستقیمہ کا علم ہوتا ہے۔ جہاں بھی وہ حیوانات یا نباتات میں ظاہر ہوا اور اسے علم معالم تاسیس و انفاکس انوار اور علم خلع ارواح مدبرات حاصل ہوتا ہے اور اسے مبہم امور کی وضاحت اور دقیق مسائل کی مشکل کے حل کا علم ہوتا ہے۔

علاوہ ازیں اسے نعماتِ فلکیہ و دولاہیہ اور اوقات و غیرہ سے آلاتِ طرب کی آوازوں کا علم اور دنوں کے درمیان اور طبائع حیوانات اور جو اس سے نباتات کے لئے ہے علم مناسبت ہوتا ہے اور اسے اس کا علم ہوتا ہے جو اس کی طرف روحانی معنی اور محطِ خوشبوئیں منتہی ہوتی ہیں اور اسے ان خوشبوؤں کے مزاج کا علم ہوتا ہے کہ وہ کیوں پھرتی ہیں اور ہوا انہیں کیسے سونگھنے والے ادراک کی طرف منتقل کرتی ہے۔ اور کیا وہ جو ہر ہے یا عرض ہے۔

یہ ہر چیز اسے پہنچتی ہے اور صاحبِ اقلیم ہذا اس دن میں اور تمام دنوں میں اس فلکِ حرکت کے حکم ساعتوں میں علم رکھتا ہے۔ اور جو اس میں کو اکب کا حکم اور جو اس میں نبی کی روحانیت سے ہے۔ ایسے ہی جمعہ کا دُورہ پورا ہونے تک ہوتا رہتا ہے۔

پیر کے دن کا علمی آمر

ہر علمی آمر جو پیر کے دن ہو گا۔ وہ حضرت آدم علیہ السلام کی روحانیت سے ہے اور ہر اثرِ علوی جو ہوا اور آگ کے عنصر میں ہوتا ہے وہ چاند کی گردش سے ہوتا ہے اور ہر سغلی اثر جو پانی اور مٹی کے عنصر میں ہوتا ہے آسمانِ دنیا کے

فلک کی حرکت سے ہوتا ہے اور اس شخص کے لئے ساتویں اقلیم ہے۔ اس بدل کے لئے فی نفسہ علوم سے جو پیر کے دن میں اور آیام جمعہ کی ساعتوں سے ہر ساعت میں حاصل ہوتا ہے اس سے ہے جو اس فلک کے لئے ہے۔ اس میں علم سعادت و شقاوت اور علم اسماء اور جو اس کے خواص ہیں کا حکم ہوتا ہے۔ اور مذہب و جزر اور نفع نقصان کا علم ہوتا ہے۔

منگل کا علمی امر

ہر علمی امر جو منگل کے روز ہو گا وہ حضرت ہارون علیہ السلام کی روحانیت سے ہے اور ہر علمی اثر جو آگ اور ہوا کے عنصر میں ہوتا ہے وہ روحانیتِ احمر سے ہوتا ہے اور ہر سفلی اثر جو پانی اور مٹی میں ہوتا ہے پانچویں فلک کی حرکت سے ہے اور اس بدل کے لئے اقلیم سے تیسری اقلیم ہے۔ اس دن میں اور دنوں کی ساعتوں میں جو علوم اُسے عطا ہوتے ہیں وہ فلک کی تدبیر اور سیاست کا علم اور حمیت و حمایت اور لشکر و دُشمن کی ترتیب و قتال اور جنگی چالوں کا علم ہے، علاوہ ازیں قربانیوں اور ذبح حیوان کا علم اور آیام قربانی کے اسرار اور تمام مکانوں میں اُس کے سریان کا علم اور ہدایت و گمراہی کا علم اور دلیل سے شبہ کی تمیز کا علم ہے۔

بدھ کا علمی امر

ہر علمی امر جو بدھ کے روز ہو گا وہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی روحانیت سے ہے اور وہ نور کا دن ہے اور اس طریق میں ہمارے دخول میں اُس کی نظر ہے جس پر ہم اس روز ہیں اور آگ اور ہوا کے عنصر میں جو اثر ہوتا ہے

وہ اپنے فلک میں کاتب کی گردش ہے اور ہر سفلی اثر جو پانی اور مٹی کے رکن میں ہو گا وہ دوسرے آسمان کے فلک کی حرکت سے ہوتا ہے اور اس دن کے صاحب بدل کے لئے چھٹی اقلیم ہے اور اُسے اُس روز میں اور دنوں سے اُس کی ساعت میں جو علوم حاصل ہوتے ہیں اُن میں سے علم اویام والہام و وحی، علم قیاسات و آراء اور روایہ و عبادت، علم اختراع کاریگری اور عطروت، علم غلط جو عین الفہم کے ساتھ متعلق ہے، علم تعلیم و کتابت، علم آداب و زجر، علم کہانت و سحر اور طلسمات و عزائم ہے۔

جمعرات کا علمی امر

ہر علمی امر جو جمعرات کے دن میں ہو گا وہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی روحانیت سے ہے اور آگ اور ہوا کے رکن میں ہر علوی اثر مشتری کی گردش سے ہوتا ہے اور پانی اور مٹی میں ہر سفلی اثر اُس کے فلک کی حرکت سے ہوتا ہے، اس بدل کے لئے اقلیموں سے دوسری اقلیم ہے اور اس روز اور دنوں سے اُس کی ساعتوں میں جو علوم حاصل ہوتے ہیں اُن میں علم نباتات و نواسیس، علم اسباب خیر اور مکارم اخلاق، علم قریات، علم قبول اعمال اور اُن کے صاحب کی انتہاء کہاں ہے کا علم ہے۔

جمعہ کا علمی امر

ہر علمی امر جو جمعۃ المبارک کے روز ہو گا اُس شخص کے لئے ہے جس کے ساتھ اللہ تبارک و تعالیٰ پانچویں اقلیم کی حفاظت فرماتا ہے پس وہ حضرت یوسف علیہ السلام کی روحانیت سے ہے اور ہر علوی اثر جو آگ اور ہوا کے رکن میں ہو گا، زہرہ

ستارے کی نظر سے ہوتا ہے اور ہر سفلی اثر جو پانی اور زمین کے رکن میں ہوگا فلک زہرہ کی حرکت سے ہوتا ہے اور یہ آس امر سے ہے جو اللہ تبارک و تعالیٰ ہر آسمان میں وحی فرماتا ہے اور یہ آثار وہی امر الہی ہے جو آسمان اور زمین کے درمیان نازل ہوتا ہے اور ہر وہ چیز جو دونوں کے درمیان پیدا ہوتی ہے جو اس سے آسمان کے درمیان اور وہ جو زمین کے درمیان نازل ہوتا ہے اسے اس نزول سے قبول کرتی ہے۔ اللہ تبارک و تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

اللَّهُ الَّذِي خَلَقَ سَبْعَ سَمَوَاتٍ وَمِنَ الْأَرْضِ مِثْلَهُنَّ

يَتَنَزَّلُ الْأَمْرُ بَيْنَهُنَّ لِتَعْلَمُوا أَنَّ اللَّهَ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ

الملاق آیت ۱۲

یعنی آس نے سات آسمان پیدا فرمائے اور ان کی مثل زمین سے ہے دونوں کے درمیان امر نازل ہوتا ہے تاکہ جان لو بے شک اللہ ہر چیز پر قادر ہے۔ اور قدرت کا تعلق ایجاد کے ساتھ ہے پس ہم نے جان لیا کہ اس منزل کا مقصود تکوین یعنی بیدار اش ہے۔ اس دن اور دنوں سے آس کی ساعتوں میں جو علوم آسے حاصل ہوتے ہیں ان میں سے حضرت جمال والنس سے علم تصویر اور علم احوال ہے۔

ہفتہ کا علمی امر

ہر علمی امر جو ہفتہ کے دن میں ہوگا۔ آس کا بدل وہ ہے جو پہلی اقلیم کی حفاظت کرتا ہے پس وہ حضرت ابراہیم خلیل علیہ السلام کی روحانیت سے ہے اور اس دن میں جو علوی اثر آگ اور ہوا کے رکن میں ہوگا وہ اپنے فلک میں کیوں ستارے کی حرکت سے ہوتا ہے اور جو سفلی اثر زمین اور پانی میں ہوگا وہ آس کے فلک

کی حرکت سے ہوگا۔ اللہ تبارک و تعالیٰ نے کو اکب سیارہ کے حق میں فرمایا ہے۔
 كُلْ فِي فَلَكٍ يَسْبُحُونَ اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا: فَرِيقًا نَحْمُ وَفَرِيقًا نَحْنُ يَسْبُحُونَ یعنی وہ ہر فلک
 میں پھرتے ہیں اور وہ ستاروں کے ساتھ ہدایت پاتے ہیں پس انہیں اُن کے
 ساتھ ہدایت کے لئے پیدا کیا ہے، ابس دن میں اور باقی ایام کے شب و روز
 سے اُس کی ساعتوں میں اُسے جو علوم حاصل ہوتے ہیں اُس میں علم ثبات و ممکن
 علم دوام و بقا اور ان ابدال کے مقامات کے ساتھ اس امام کا علم اُن کے ہجرو
 سے ہے اور کہا کہ مقام اول اور ہجرو کی مثل کوئی چیز نہیں اور اس کا سبب اُس
 کی اولیت کا ہونا ہے کیونکہ اگر اُس کے لئے پہلے مثل ہوتی تو اُس کی اولیت درست
 نہ ہوتی پس اُس کا ذکر اُس کے مقام کے مناسبت سے ہے اور دوسرے شخص کا
 مقام اُس کے ہجرو میں ہے۔ البتہ میرے رب کے کلمات خرق ہونے سے قبل سمندر
 خرق ہو جاتے گا اور یہ مقام علم الہی ہے اور اس کا تعلق لامتناہی ہے۔

یہ اوصاف میں سے دوسرا وصف ہے کیونکہ اوصاف میں سے پہلا وصف
 زندگی اور اُس کے بعد علم ہے۔ اس شخص کا ہجرتی اوصاف ہے اور اُس کا
 مقام ہے۔

وَفِي الْأَنْفُسِ كَمَا أَفْلَا تَبْعُرُونَ۔ اور وہ تمہارے نفسوں میں ہے کیا تم نہیں دیکھتے
 اور یہ تیسرا مرتبہ ہے کیونکہ پہلی نشانیاں اسماء الہیہ اور دوسری نشانیاں
 آفاق میں ہیں اور وہ نشانیاں جو دوسری نشانیوں سے ملی ہوئی ہیں ہمارے
 نفسوں میں ہیں۔ اللہ تبارک و تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

سُزِّيهِمْ أَيْتَنَافِي الْأَفَاقِ وَفِي الْأَنْفُسِ

علم السجود تہیت ۵۳

ہم انہیں اپنی نشانیاں آفاق اور اُن کے نفسوں میں دکھاتیں گے۔

پس اس لئے ابدال سے اس تیسری ہجیر کے ساتھ مختص ہوا اور بحیرہ میں چوتھا مقام یا یعنی کُنْتُ تَرَا ہے یعنی کاش میں مٹی ہوتا اور یہ اُن ارکان سے چوتھا رکن ہے جو مرکز طلب کرتا ہے اُس کے نزدیک جو اس کے ساتھ کہتا ہے۔

نقطہ کا قریبی کُترہ زمین ہے

نقطہ کے لئے قریب تر کُترہ زمین ہے اور یہ نقطہ محیط کے وجود کا سبب تھا۔ پس وہ اشیاء کے موجد اللہ تبارک و تعالیٰ سے قریب طلب کرتا ہے جو اسے سوا کے تواضع کے حاصل نہیں ہوتا اور زمین سے بڑھ کر تواضع میں کوئی نہیں آتا۔ یہی منبع ہاتے علوم ہیں جن سے نہریں پھوٹی ہیں اور جو بارشوں سے پانی آتا ہے وہ رطوبتوں کے بخارات ہیں جو زمین سے اُٹھتے ہیں پس ان سے چشے اور نہریں جاری ہوتی ہیں اور ان سے آسمانی فضا کی طرت بخارات نکلتے ہیں پس پانی حل ہوتا ہے اور بارش آرتی ہے اس لئے چوتھا چوتھے ارکان سے مختص ہوا اور تمام پانچواں ہے۔

فَاسْأَلُوا أَهْلَ الذِّكْرِ إِنْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُونَ ۝

پس اہل ذکر سے سوال کرو اگر تم نہیں جانتے۔
اور نہیں سوال کرتا۔ مگر مودود کیونکہ طبع مقام طفولیت میں ہوتا ہے اور سوال کرنا نیا ہے۔ اللہ تبارک و تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

وَاللَّهُ أَفْرَجُكُمْ مِّنْ بُطُونِ أُمَّهَاتِكُمْ لَا تَعْلَمُونَ شَيْئًا ۚ النحل آیت ۸۰

تمہیں تمہاری ماؤں کے بطنوں سے نکالا تم کسی چیز کو نہ جانتے تھے۔
پس وہ نہیں جانتا یہاں تک کہ سوال کرے پس بیٹا پانچویں مرتبہ میں ہے کیونکہ اس کی مائیں چار ہیں اور وہ مائیں چاروں ارکان ہیں تو وہ عین

پانچواں ہے اس لئے ابدال کے درمیان پانچویں بدل کے ہجیر کا سوال ہے۔ رہا چھٹے کا مقام تو وہ ہجیرہ ہے۔ اَفَوْضُ اَمْرِي اِلَى اللّٰهِ۔ یعنی میں اپنا امر اللہ کے سپرد کرتا ہوں اور یہ چھٹے کے لئے چھٹا مرتبہ ہے اور چھٹا اس کے لئے ہوگا کیونکہ پانچویں مرتبہ میں ہے جیسا کہ ہم نے پوچھنے کا ذکر کیا کہ وہ نہیں جانتا تھا۔ جب اس نے پوچھا تو اسے اس کا علم ہوا اور جب علم ہو گیا تو اس کا علم اس کے رب کے ساتھ تحقق ہو گیا۔ پس اس نے اپنا امر اس کے سپرد کر دیا۔ کیونکہ اسے علم ہو گیا کہ اس کا امر اس کے ہاتھ میں کچھ بھی نہیں ہے۔ وَاِنَّ اللّٰهَ لَفِعْلٌ مُّرِيدٌ اور اللہ جو چاہتا ہے کرتا ہے۔

آدم کا ساتواں مرتبہ ہے

پس کہا! میں نے جان لیا کہ میرے امر کا مالک اللہ تبارک و تعالیٰ ہے اور وہی کرتا ہے جو چاہتا ہے۔ میں نے جان لیا کہ اس میں سپرد کرنا میرے لئے زیادہ راجح ہے تو اس کے لئے اسے ہجیر پکڑا اور ساتواں مقام انا عرضنا الامانة ہے۔ یعنی ہم امانت لوٹاتے ہیں اور اس کے لئے ساتواں مرتبہ ہے اور تکوین آدم جو انسان سے تعبیر ہے وہ بھی ساتویں مرتبہ میں ہے۔ کیونکہ وہ عقل سے پھر نفس پھر نبات پھر دو فاعلوں اور پھر دو منفعلوں سے ہے یہ چھ ہیں پھر وہ انسان جو حضرت آدم علیہ السلام ہیں ساتویں مرتبہ میں پیدا ہوئے۔

اور جب انسان سنبھلے میں تھا اور اس کے لئے زمانہ سے دلالت میں سات ہزار سال تھے تو اس مدت سے انسان ساتویں مرتبہ میں پایا گیا پس اس نے امانت کو سات کے تحقق کے ساتھ اٹھایا اور وہ ابدال سے ساتواں تھا اس لئے اس نے اس آیت کو ہجیرہ پکڑا۔

وہ اپنے ہیکل میں تھا

ہم نے آپ کے لئے ابدال کے مراتب ظاہر کر دیتے ہیں اور مجھے خبر دی گئی ہے کہ یہ قطب جو مداوی الکلم ہے اپنی قید کے زمانہ میں اپنے ہیکل میں تھا۔ اور جب عالم میں اُس کی ولایت و قف ہوگی تو اُس کے لئے ستر قبیلوں نے وہ سب کچھ وقف کر دیا جو ان میں معارف الہیہ اور اسرار وجود سے ظاہر ہوا تھا اور اُس کا کلام سات سے کبھی نہیں بڑھا اور وہ اپنے ساتھیوں میں طویل عرصہ ٹھہرا رہا اور وہ اپنے زمانے میں اپنے ساتھیوں سے ایک فاضل شخص کا معین و مددگار تھا جو مجلس میں لوگوں سے اُس کے زیادہ قریب ہوتا تھا اور اُس کا نام مستسلم تھا

اُس کا جانشین کون تھا

جب اِس امام کا وصال ہوا تو مستسلم کو اُس کی تطبیق کے مقام میں دل اور قائم مقام بنایا گیا اور اُس کا علم زمان اُس کے علم پر غالب تھا اور یہ عجیب و غریب علم ہے جس سے ازل کی پہچان ہو جاتی ہے اور اُس سے حضور رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہ ارشاد ظاہر ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ تھا اور اُس کے ساتھ کوئی چیز نہ تھی۔ اِس علم کو رجال سے افراد کے سوا کوئی نہیں جانتا اور یہ دہر اول اور دہر الدہر سے تعبیر ہوتا ہے۔

اِس ازل سے زمانہ پایا گیا اور اِس کے ساتھ اللہ تعالیٰ کا نام دہر ہوا اور وہ حضور رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہ ارشاد ہے "لَا تَسْبُو الدَّهْرَ فَإِنَّ الدَّهْرَ لِلَّهِ" یعنی زمانے کو گالی نہ دو۔ بے شک اللہ تعالیٰ زمانہ ہے اور یہ حدیث درست اور ثابت ہے اور جسے دہر یعنی زمانہ کا علم حاصل ہو جاتا ہے

وہ کسی چیز کو حق تعالیٰ کی طرف منسوب کرنے سے توقف نہیں کرتا کیونکہ اس کے لئے بہت بڑی گنجائش ہوتی ہے اور اس علم سے اللہ تبارک و تعالیٰ کے حق میں متعدد مقالات ہیں جن سے عقائد کا اختلاف ہو گیا اور یہ علم ان تمام کو قبول کرتا ہے اور ان سے کسی چیز کی تردید نہیں کرتا۔

یہ علم عام ہے اور یہ اللہ تعالیٰ کا ظرف ہے اور اس کے اسرار عجیب ہیں جس کے لئے عین موجود نہیں اور وہ ہر چیز میں حاکم ہے اور اس کی نسبت کو حق تعالیٰ قبول کرتا ہے اور اس کی نسبت کو کائنات قبول کرتی ہے اور وہ تمام معینہ اور ہم سے غائب اسماء کا سلطان ہے۔

پس اس میں اس امام کے لئے یدِ بیضاء ہے اور اس کے ذہر الدہرور کے علم سے اس کے لئے حکمتِ دنیا کا علم ہے جو اہل دنیا کے لعب یعنی کھیل تماشے کے بارے میں ہے۔ اس کا نام لعب کیوں ہے اور اللہ نے اسے پیدا فرمایا ہے اور بہت سے لعب وہ ہیں جو زمانے کی طرف منسوب ہیں تو کہتے ہیں کہ زمانہ اپنے اہل کے ساتھ لعب میں مشغول ہے اور یہ سابقہ تعلق ہے اور وہ عاقبت میں حاکم ہے۔

یہ امام کسب کی معرفت رکھنے کے باوجود کسب کی برائی کرتا اور اس کے ساتھ نہ کہتا یعنی کسب کے حق میں نہ تھا لیکن وہ اس کے ساتھ اپنے ساتھیوں کی ہمتوں کے تعلق سے واسطوں کے ساتھ ترقی دیا کرتا تھا۔

جانشین کا جانشین

مجھے خبر دی گئی کہ وہ اللہ تعالیٰ کی مخلوق میں حق تعالیٰ کے اسرار سے چھتیس ہزار علوم کی تعلیم دے کر فوت ہوا اور خاص طور پر اس نے علومِ علویہ سے

پانچ سو علوم کی تعلیم دے کر انتقال کیا۔ اللہ تعالیٰ اُس پر رحم فرمائے، بعد ازاں اُس کا قائم مقام ایک فاضل شخص ہوا جس کا نام منظر الحق تھا۔ وہ ایک سو تیس سال زندہ رہنے کے بعد اللہ کو پیارا ہو گیا اور اُس کے بعد اُس کا قائم مقام ہاجے ہوا یہ شخص بہت بڑی شان کا مالک تھا جو تلوار کے ساتھ ظاہر ہوا۔ ہاجے نے ایک سو چالیس سال کی عمر پائی اور ایک جنگ میں شہید ہو گیا۔ اس پر اسماء الہیہ سے اسم تبار کا غلبہ تھا جب یہ قتل ہوا تو اُس کے بعد اس کا قائم مقام جو شخص ہوا اسے لقمان کہتے ہیں۔ واللہ اعلم۔

کیا وہ حضرت لقمان تھے

لقمان کا لقب واضح الحکم تھا وہ ایک سو بیس سال تک زندہ رہا اسے ترتیب و ریاضی اور طبیعیات و الہیات کے علوم کی معرفت حاصل تھی اور وہ اپنے ساتھیوں کو بہت زیادہ وصیت کیا کرتا تھا اگر وہ حضرت لقمان علیہ السلام ہیں تو اللہ تبارک و تعالیٰ نے ہمارے لئے اُن کی اپنے بیٹے کو وصیت کا ذکر فرمایا ہے جو اُن کے علم باللہ میں اُن کے مرتبہ پر دلالت کرتا ہے۔ وہ عموم احوال میں اشیاء میں قصد واعتدال پر تحریر کرتے تھے اللہ تبارک و تعالیٰ اُن پر رحم فرمائے۔ اُن کا وصال حضرت داؤد علیہ السلام کے زمانہ میں ہوا۔ اُن کے بعد جو شخص اُن کا نائب بنا اُس کا نام کاسب ہے وہ عالمین کے درمیان علم مناسبت اور اُس مناسبت الہیہ میں راسخ القدم تھے جس کے لئے عالم کو اس صورت پر پیدا کیا گیا جس پر وہ ہے۔

انسان مجموعہ عالم ہے یہ امام جب اظہار اثر کا ارادہ کرتا ہے جو وجودِ نظر

میں فی نفسہ متوتر کی طرف ہے جس میں عالم علوی سے معلوم کے وزن پر مخصوص نظر ہے تو یہ اثر اس میں بغیر مباشرت اور طبعی حیلہ کے ظاہر ہو جاتا۔ وہ کہتا تھا اللہ تبارک و تعالیٰ نے تمام علم افلاک میں ودیعت کیا ہے اور ان کو تمام رقائق عالم کا مجموعہ بنایا ہے پس ان سے عالم میں ہر چیز کی طرف رقیقہ ہے۔ یہ رقیقہ ان میں اس چیز سے ہے جو اللہ تبارک و تعالیٰ نے اس چیز کے نزدیک اُن امور سے ودیعت فرمائی جو اللہ تعالیٰ نے اُن پر امین بنائی۔ تاکہ اس انسان کی طرف امانت لوٹاتے اور عارف ان اس رقیقہ کے ساتھ اس چیز کو حرکت دیتا ہے جو اس کی مراد ہے۔

پس عالم میں کوئی چیز نہیں مگر اس کا انسان میں اثر ہے اور اس میں انسان کا اثر ہے اسی لئے ان رقائق کا کشف اور ان کی معرفت ہے اور یہ نور کی شعاعوں کی مثل ہے اور اس امام نے اسی سال کی زندگی پائی جب اس کا انتقال ہوا تو اس کا وارث ایک شخص بنا جس کا نام جامع الحکم تھا اس نے ایک سو بیس سال کی عمر پائی۔ اس کا ابدال اور شیخ دشاگرد کے اسرار کے بارے میں عظیم کلام ہے اور وہ اسباب کے بارے میں کہا کرتا تھا اور اسے نہاتات کے اسرار عطا ہوتے تھے اور اس کا ہر علم اس طریق کے اہل کے لئے منقص تھا اور اس میں پہلے جو ہم نے اس کا ذکر اس باب میں کیا ہے وہ بہت ہے اور اللہ ہی حق فرماتا اور سیدھا راستہ دکھاتا ہے۔

الحمد للہ پسد رہویں باب کا ترجمہ اختتام پذیر ہوا

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ؕ

سولہواں باب

منازل سفلیۃ علوم کونیہ اور ان سے مبداء معرفت الہی کا بیان
اور معرفت اوتاد وابدال اور ارواح علویہ سے جو ان سے محبت
کرتے ہیں اور ان کے افلاک کی ترتیب

علم الکثائف اعلام مرتبۃ	ہی الدلیل علی المطلوب للرسول
وہی الی محبت اسرار ذی غمہ	وہی الی کشف معالم السبل
لہا من العالم العلوی سعۃ	من اهلل وخذ علوا الی زحل
لوالہی اوجد الاوتاد اربعۃ	رسی ہا الارض فایرب من المیل
لما استقر علیہا من یکون بہا	فاجب لہ مثلا ناہیک من مثل

کثائف کا علم مرتب نشانیاں ہیں اور رسولوں کے لئے مطلوب پر یہی دلیل ہے
یہی وہ امر ہے جس نے تابینا سے اسرار کو چھپا لیا اور یہی وہ امر ہے
جس نے راستوں کے معالم کھول دیئے۔
اس کے لئے عالم علوی سے اس کے سات ہیں جو ہلال سے اور زحل
کما طرف بلند ہوتے۔

اگر وہ چار اوتاد پیدا نہ کرتا تو زمین اس کی طرف میلان سے ٹوٹک جاتی۔
جب اس پر اس کے ساتھ ہونے والوں کو قرار حاصل ہوا تو انہیں کے

لئے خوشی ہے مثلاً آپ مثل سے روکیں۔

شیطان کدھر سے حملہ کرتا ہے

اللہ تبارک و تعالیٰ آپ کی مدد فرماتے جاننا چاہیے کہ ہم اس سے پہلے باب میں ابدال کی منازل اُن کے مقامات اور اروج علویہ سے اُن سے محبت کرتے والوں اور اِن کے افلاک کی ترتیب اور آثار سے جو اِن میں تیرات کے لئے ہے اور جو اُن کے لئے اطمینان سے ہے بیان کر چکے ہیں۔ پس اس باب میں جو باقی ہے اُس کو بیان کریں گے جس سے اس پر منازل سفلیہ کا بیان ہے۔ یہاں اِن جہات اربعہ سے عبارت ہے جہاں سے شیطان انسان کی طرف آتا ہے اِن کا نام ہم نے سفلیہ رکھا ہے کیونکہ شیطان عالم اسفل سے ہے چنانچہ وہ اِن کی طرف نہیں آتا۔ مگر اُن منازل سے جو اُس کے مناسب ہیں اور یہ داییں بائیں اور آگے پیچھے کی سمتیں ہیں۔ اللہ تبارک و تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

شَعْدَۃٌ تَبْتَغِيْهُمْ مِّنۢ بَيْنِ يَدَيْهِمْ وَّمِنْ خَلْفِهِمْ

وَعَنْ يَمَانِهِمْ وَعَنْ شَمَائِلِهِمْ

الاعراف آیت ۱۸

پھر اُن کی طرف اُن کے آگے سے اور اُن کے پیچھے سے اور اُن کے دائیں اور اُن کے بائیں سے آؤں گا۔

شیطان انسان پر بالطبع مدد مانگتا ہے کیونکہ جب وہ شہوات کی اتباع کی طرف بُلَا آتا ہے تو انسان اُس کے لئے مساعدت پیدا کرتا ہے۔ پس انسان کو اُمِر ہو کہ وہ اِن جہات سے جنگ کرے اور اِن جہات کو قلعہ بناتے جس کے

ساتھ اسے شریعت نے حکم دیا ہے۔ اگر اُس کے ساتھ اس کا قلعہ ہوگا تو شیطان اُس سے اُس کی طرف داخلے کا راستہ نہیں پاتے گا۔ اگر وہ آپ کے پاس آپ کے سامنے سے آئے گا تو آپ اُسے ہنکا دیں گے۔ آپ پر اللہ تبارک و تعالیٰ کے احسان و جزاء کے طور پر علوم میں سے آپ کے لئے علوم نور و درخشاں ہوں گے۔ اِس لئے کہ آپ نے اللہ تعالیٰ کی جناب کو اپنی خواہشات پر ترجیح دیا۔

علوم نور

علوم نور دو قسموں پر ہیں۔ ۱: علوم کشف۔ ۲: صحیح فکر کے ساتھ علوم برہان پس طریق برہان سے اُسے جو حاصل ہوتا ہے وہ وجود حق تعالیٰ، اُس کی توحید اور اُس کے اسماء و افعال ہیں۔ مگر اہل کفر و فساد کے لئے کہتا ہے۔ پس برہان معطلہ پر رد کرتی ہے اور اللہ تبارک و تعالیٰ کے وجود کے اثبات پر دلالت کرتی ہے جس کے ساتھ وہ اُن اہل شرک پر رد کرتا ہے جو لوگ اللہ تعالیٰ کے ساتھ دوسرے الہ مقرر کرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کے عبود ہونے سے توحید الہی پر دلالت کرتا ہے اور اِس کے ساتھ اُن پر رد کرتا ہے جو اسماء الہیہ کے احکام اور کون میں اُس کے آثار کی صحت کی نفی کرتے ہیں اور وہ طریق اطلاق سے برہان سمجھی کے ساتھ اُس کے اثبات پر اور معانی کے طریق سے برہان عقلی کے ساتھ دلیل دیتا ہے اور اِس کے ساتھ وہ فلاسفہ سے افعال کی نفی پر رد کرتا ہے اور اللہ سبحانہ تعالیٰ کے فاعل ہونے پر دلالت پیش کرتا ہے اور یہ کہ مقولات اُس کے لئے سمعاً و عقلاً مراد ہیں۔

علوم کشف اور شیطان کا پیچھے سے حملہ کرنا ہے علوم کشف تو یہ وہ

ہیں جو اُسے مظاہر کی تجلیات میں معارفِ الہیہ سے حاصل ہوتے ہیں اور اگر شیطان آپ کے پاس آپ کے پیچھے سے آئے تو وہ آپ کو اس طرف بیلاتے گا کہ آپ اللہ تعالیٰ پر وہ کہیں جو نہیں جانتے اور آپ نبوت و رسالت کا دعویٰ کرتے ہوئے کہیں کہ یقیناً اللہ تعالیٰ نے آپ کی طرف وحی اتاری ہے اور یہ اس لئے ہے کہ شیطان ہر بلت میں اور ہر صفت میں نظر رکھتا ہے جس پر اس اُمت میں شارع کی بُرائی آتی ہے۔ تو وہ آپ کو اس کے ساتھ امر کرے گا۔ اور ہر وہ صفت جس پر اُس کی حمد و تعریف آتی ہے۔ اُس سے یہ علی الطلاق روکے گا اور فرشتہ اس کے بالعکس آپ کو اس سے محمود کا حکم دے گا۔ اور مذموم سے روکے گا۔ تو جب آپ اُسے اپنے پیچھے سے دُور کریں گے تو آپ کے لئے علومِ صدق اور اُس کی منازل کے علوم ظاہر ہوں گے اور یہ علوم کہ صاحبِ صدق کہاں منتہی ہوتا ہے جیسا کہ اللہ تبارک و تعالیٰ نے فرمایا۔

فِي مَقْعِدِ الصِّدْقِ - خبردار یہ اُن کا صدق ہے جو انہیں مقتدر بادشاہ کے نزدیک بٹھاتا ہے۔ کیونکہ اقتدارِ صدق کے مناسب ہے۔ اس لئے کہ صدق کا معنی طاقتور ہے۔ کہتے ہیں کہ رُغنِ صدق یعنی طاقتور صلب جب کہ اس صادق کی صفت اپنے نفس پر قوی ہونے کی حیثیت سے قوت ہے تو وہ اُس کے ساتھ مزین نہیں ہوتا جو اُس کے لئے نہیں۔ اور وہ اپنے اقوال و احوال اور افعال میں حق کا التزام کرتا ہے اور اس صدق میں وہ مقتدر بادشاہ کے پاس حق کے ساتھ بیٹھتا ہے یعنی وہ اُس قوتِ الہیہ پر مطلع کرتا ہے۔ جو قوتِ اُس کے اُس صدق میں عطا ہوئی جس پر وہ تھا۔ کیونکہ ملک کا معنی شدید بھی ہے تو وہ مقتدر کے لئے مناسب ہے۔ قیس بن حطیم نے اپنے نیزے کے وصف میں کہا ہے۔

اس کے ساتھ نیری ہتھیلی نے مجھے ہلاک کیا تو میں نے اس کے سوراخ کو چلا دیا۔ اس کے پیچھے اس کے علاوہ قائم ہونے والے کو دیکھا گیا۔ یعنی میں نے اس کے ساتھ اپنی ہتھیلی کو سخت کیا۔

کہتے ہیں ملک العجین میں خمیر کا مالک ہوں یعنی جب اس کا خمیر سخت ہو جاتا ہے تو جب آپ کو شیطان کے اس امر میں مخالفت ہو جائے گی جس کے ساتھ وہ آپ کے پاس آیا تو آپ کو ایجاد کے ساتھ اقتدارِ الہی کے تعلق کا علم ہو جائے گا۔ اور یہ ہمارے اصحاب سے اہل حقانیت کے درمیان اختلافی مسئلہ ہے۔ اور آپ کو عصمت اور حفظِ الہی کا علم حاصل ہو جائے گا۔ یہاں تک کہ آپ میں آپ کا اور دوسرے کا دہم اثر پذیر نہیں ہوگا تو آپ اپنے رب کے لئے خاص ہو جائیں گے۔

اگر شیطان کا حملہ دائیں طرف سے ہو

اور اگر وہ آپ کے پاس دائیں طرف سے آتا ہے تو آپ اس پر طاقتور رہیں گے اور اس کی مدافعت کریں گے۔ کیونکہ جب وہ قوت کے ساتھ موصوف اس جہت سے آپ کے پاس آئے گا تو وہ آپ کی طرف آپ کے ایمان و یقین کو کمزور کرنے کے لئے آئے گا اور آپ پر آپ کے دلائل و مکاشفات میں شبہ ڈالے گا۔ کیونکہ ہر وہ کشف جس پر آپ کو اللہ تعالیٰ نے اطلاع دی ہے شیطان کے لئے عالم خیال سے ایک امر ہے جس کے ساتھ وہ آپ کے اس حال کے لئے مشابہت نصب کرے گا۔ جس پر آپ اس وقت میں ہیں۔ پس

اگر آپ کے پاس طاقتور علم نہیں ہوگا جس کے ساتھ آپ حق کے اور اُس خیال کے درمیان امتیاز کر سکیں جو آپ کے دل میں آیا ہے تو آپ مقام موسوی پر ہوں گے اور اگر ایسا نہیں تو آپ پر یہ امر ملتبس ہو جائے گا۔ جیسا کہ عوام کے لئے ساحروں نے خیال پیدا کر دیا تھا کہ یہ رستیاں اور لاٹھیاں سانپ ہیں جب کہ ایسا نہیں تھا اور جب حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنے عصا کو ڈالا تو وہ حرکت کرتا ہوا سانپ تھا جس سے وہ عادت جاریہ کے مطابق اپنے نفس پر خوفزدہ ہو گئے۔ اور اللہ تبارک و تعالیٰ نے اُن کے سامنے اس سے پہلے تمام جادوگروں کے جمع ہونے سے قبل یہ معرفت عطا کر دی تھی تاکہ آپ اللہ تعالیٰ کی طرف سے یقین پر ہوں کہ یہ نشانی ہے اور یہ آپس نقصان نہیں پہنچاتے گی۔ اور آپ کا دوسرا خوف اُس وقت تھا جب جادوگروں نے رستیاں اور لاٹھیاں ڈال دیں تو وہ حاضرین کی نگاہوں میں سانپ بن گئے اور آپ اس لئے ڈرے تھے کہ شاید لوگوں پر یہ امر ملتبس ہو گیا ہو اور وہ خیال اور حقیقت کے درمیان یا اُس کے درمیان جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے اور اُس کے درمیان جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے نہیں فرق نہ کر سکیں پس دونوں خوفوں کا تعلق مختلف ہے کیونکہ حضرت موسیٰ علیہ السلام اپنے رب کی طرف سے ظاہر دلیل اور مضبوط قلب پر تھے جس کے ساتھ آپ کے لئے پہلے جب القائے اول میں کہا گیا۔

قَالَ خُذْهَا وَلَا تَخَفْ سَنُعِيدُهَا سِيرَتَهَا الْأُولَى طہ آیت ۲۱

یعنی اسے پکڑ لیں اور ڈریں نہیں عنقریب ہم اسے اس کی پہلی سیرت پر پھر دیں گے۔ یعنی عصا لوٹ آئے گا جیسا کہ آپ کی نظر میں تھا۔ پس اللہ تبارک و تعالیٰ نے عصا کو برزخ کے سانپ کی روحانیت میں بھپایا

ہوا تھا۔ پس جب اُس عصا کو ڈالا گیا تو اُس نے جادو گروں کے تمام سانپوں کو جو حاضرین کی نظروں نے خیال کئے تھے نکل لیا اور ان رستیوں اور لاٹھیوں سے اُن کی نگاہوں میں بظاہر نظر آنے والی کوئی چیز باقی نہ رہی اور یہ لاٹھیوں اور سانپوں کی صورتوں میں اُن کی تجتوں پر حضرت موسیٰ علیہ السلام کی تجت کا غلبہ تھا چنانچہ جب جادو گروں نے اپنی رستیوں اور لاٹھیوں کو ڈالا تو اُن کی اور لوگوں کی نگاہوں نے انہیں رستیاں اور لاٹھیاں ہی دیکھا تو یہ انہیں نکل جانا تھا۔ ورنہ رستیاں اور لاٹھیاں معدوم نہ ہوتی تھیں۔ کیونکہ اگر وہ معدوم ہو جاتیں تو اُن پر حضرت موسیٰ علیہ السلام کے عصا میں تبلتس ہوتا اور اُن پر شبہ داخل ہو جاتا۔ چنانچہ جب لوگوں نے رستیوں کو رستیاں دیکھا تو جان لیا کہ یہ طبعی تدابیر ہیں جنہیں روحانی تدابیر کی قوت مدد دیتی ہے۔ پس حضرت موسیٰ علیہ السلام کے عصا نے سانپوں کی صورتوں میں رستیوں اور عصاؤں کو نکل لیا۔ جیسا کہ ناحق جھگڑنے والے کے کلام کا ابطال دلیل اور تجت سے ہوتا ہے نہ کہ اُس کی لائی ہوئی چیز معدوم ہو جاتی ہے۔ بلکہ سامعین کے نزدیک وہ چیز معقول و محفوظ ہوتی ہے اور اُس کے نزدیک اُس کی تجت زائل ہو جاتی ہے۔ جب جادو گروں کو اُس تجت کی قوت کا علم اور اندازہ ہو گیا جو حضرت موسیٰ علیہ السلام لائے تھے اور جان لیا کہ اُس نے اُن کی لائی ہوئی تجتوں کو خارج کر دیا ہے اور اُن پر حضرت موسیٰ علیہ السلام کی لائی ہوئی تجت کی صفاتی متحقق ہو گئی اُن تجتوں پر جو وہ لائے تھے اور انہیں معلوم ہو گیا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کا خوفزدہ ہونا اللہ تبارک و تعالیٰ کی طرف سے تھا اور اگر اُن کے اپنے پاس سے ہوتا تو وہ خوفزدہ نہ ہوتے کیونکہ وہ عادت جاریہ کو جانتے تھے۔ پس جادو گروں کے نزدیک اُن کی نشانی اُن کا خون اور لوگوں کے

نزدیک اُن کی نشانی اُن کے عصا کا نکل جانا تھا۔ پس جادوگر ایمان لے آئے۔ کہا گیا ہے کہ یہ اسی ہزار جادوگر تھے اور اُنہوں نے جان لیا تھا کہ اِس مقام پر سب سے بڑی نشانی اُن صورتوں کو نکل لینا ہے جو ناظرین کی نگاہوں میں تھیں۔ اور اُن کی نگاہوں میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کا عصا سانپ کی صورت میں باقی رہا۔ اور اُن کے نزدیک حال ایک ہی تھا۔

پس اُنہوں نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی سچائی کو جان لیا جس کی طرف وہ اُنہیں بلاتے تھے اور یہ کہ جادو میں معلوم جیلوں اور صورتوں سے جو امر خارج میں وہ لائے ہیں وہ امر الہی سے ہے۔ اِس میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کا عمل نہیں پس اُنہوں نے بصیرت پر اُن کی رسالت کی تصدیق کی اور اللہ تبارک و تعالیٰ کے عذاب پر فرعون کا عذاب اختیار کیا اور دنیا پر آخرت کو ترجیح دی اور اپنے علم سے جان لیا کہ۔

ان الله على كل شيء قدير

بے شک اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قادر ہے۔ اور بے شک اللہ تعالیٰ نے اپنے علم کے ساتھ ہر چیز کو گھیرا ہوا ہے۔ اور یقیناً حقائق تبدیل نہیں ہوتے اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کا عصا کا باطن سانپ کی صورت میں تھا اور لوگوں کی نگاہوں سے اور اُس سے جس نے آپ کو خوف میں مبتلا کیا باطن میں تھا جس سے اُنہوں نے مشاہدہ کیا۔ پس یہ علم کا فائدہ ہے۔

اگر شیطان بائیں طرف سے آئے اگر شیطان آپ کے پاس بائیں طرف

ہے شبہات تعطیل کے ساتھ آئے یا اللہ تبارک و تعالیٰ کی الوہیت میں شریک کا وجود پیش کرے تو اسے بھگا دیں کیونکہ اللہ تبارک و تعالیٰ اس پر دائرِ توحید اور علمِ نظر کے ساتھ قوتِ عطا فرمائے گا۔ کیونکہ پیچھا کرنا معطلہ کے لئے بہت اور اُن کی مدافعت اُس ضرورتِ علم کے ساتھ ہے جس کے ساتھ وجودِ باری تعالیٰ کا علم ہوتا ہے۔

پس خلف یعنی پیچھا تعطیل کے لئے بایاں شرک کے لئے دایاں ضَعْف اور کمزوری کے لئے اور سامنے سے حملہ آور ہونا اس میں تشکیک پیدا کرنے کے لئے ہے۔

سُوفسطائیہ کی تبلیس

سُوفسطائیہ پر میاں تبلیس داخل ہو گئی ہے اس حیثیت سے کہ اُن کے لئے جو اس میں غلطی پیدا ہو گئی اور یہی وہ امر ہے جس کی طرف اہل نظر اپنے دلائل کی صحت میں اور علمِ الہی وغیرہ میں بدیہات کی طرف سُنَد پکڑتے ہیں پس جب اُن کی غلطی ظاہر کی جائے تو کہتے ہیں۔ ہرگز ایسا علم نہیں جس کی توثیق کی جائے اگر انہیں کہا جائے کہ یہ بھی علم ہے کہ کوئی علم نہیں پس تمہاری سُنَد نہیں اور تم اس کے قائل نہیں ہو۔

وہ کہتے ہیں ہم ایسے ہی کہتے ہیں۔ اگر ہم کہتے ہیں کہ یہ علم نہیں اور یہ جملہ غلطیوں سے ہے۔ ہم انہیں کہتے ہیں کہ تمہارا یہ قول ہے کہ کوئی علم نہیں اور تمہارا یہ قول بھی ہے کہ جملہ اغالیط سے ہے تو یہ اُس کا اثبات ہے جس کی تم نفی کرتے ہو پس اُن پر اس امر میں شبہ داخل ہو گیا جس میں وہ دلائل میں اُس کی طرف اپنے مقدمات کی ترکیب میں سُنَد پکڑتے ہیں اور

اِس میں اِس کی طرف رجوع کرتے ہیں اور اِس لئے اللہ تبارک و تعالیٰ نے اِس سے ہماری حفاظت فرمائی۔ پس ہم نے جس کے لئے ایک بھی غلط جملہ مقرر نہیں کیا اور جس چیز کا ادراک جس کرتی ہے حق ہے کیونکہ موصول ہی حاکم بلکہ شاہد ہے اور عقل ہی وہ حاکم ہے اور حکم میں غلطی حاکم کی طرف منسوب ہوتی ہے، قائلین کے نزدیک غلطی جس سے معلوم ہوتی ہے اور غیر قائلین کے نزدیک عقل غلطی کرتی ہے جب کہ نظر ناسد ہو یعنی نظر فکری کیونکہ نظر صحیح اور ناسد کی طاب منقسم ہے تو یہ وہ ہے جو اُن کے سامنے سے ہوتا ہے۔

پھر البتہ جان لیں کہ اللہ تبارک و تعالیٰ نے انسان کے بدن کے شہر کی ترتیب میں دو قسمیں مقرر فرمائی ہیں اور اُس سے دو قسموں کے درمیان مقرر فرمایا جیسا کہ دو چیزوں کے درمیان فاصل ہوتا ہے۔ پس جس میں تمام حسیہ اور روحانیہ قوتیں ہیں وہ مہ ہے جسے اعلیٰ قسم میں مقرر کیا گیا اور دوسرے نصف میں حساس قوتیں سے احساس لمس کو مقرر فرمایا تو وہ سخت و نرم، گرم و سرد اور رطب و یابس کو اپنی حساس روح کے ساتھ اپنے بدن میں سرایت کرنے والی اِس خاص قوت کی حیثیت سے ادراک کر لیتا ہے نہ کہ اِس کے علاوہ۔

قوتِ جاذبہ اور بیماری کا آنا

ربا قوتی طبعیہ سے جو اُمُرتِ بدین سے متعلق ہے تو وہ قوتِ جاذبہ ہے جس کے ساتھ نفس حیوانی اُس چیز کو جذب کرتا ہے جو اعضاء سے جگر اور دِل کی درستی کرتی ہے اور قوتِ ماسکہ اُس کو روکتی ہے جسے عضو پر قوتِ جاذبہ نے جذب کیا تھا یہاں تک کہ جو اُس کا مانع ہے اُسے اُس سے

آخذ کرے۔

اگر آپ کہیں کہ جب منفعت مقصود تھی تو جسم پر بیماری کہاں سے داخل ہوئی تو جاننا چاہیے کہ جسم کے حق سے زیادہ یا کم غذا ملنے سے بیماری آجاتی ہے تو یہ قوت اُس کے نزدیک میزان استحقاق ہے، چنانچہ جب قوتِ جذبہ اُس زیادہ یا کم غذا کو جذب کرے گی جس کی جسم کو ضرورت نہیں تو بیماری ہوگی۔ کیونکہ اُس کی حقیقت جذب ہے میزان نہیں اگر وہ اُسے صحیح وزن پر اخذ کر لیتی ہے تو یہ اُس کے لئے اتفاقاً ہو جانے کے حکم میں ہے اور دوسری قوت سے قصد کے حکم کے ساتھ نہیں ہوتا اور یہ اس لئے ہے تاکہ محدث اُس کی کمی کو جان لے۔ اور اللہ تبارک و تعالیٰ جو چاہتا ہے کرتا ہے۔

ایسے ہی اس میں قوتِ مدافعت ہے جس کے ساتھ جسم کو لپینہ آتا ہے کیونکہ طبیعت مخصوص مقدار کے ساتھ دفع نہیں کرتی۔ اس لئے کہ وہ میزان سے ناواقف ہے اور وہ مزاج میں طاری ہونے والے اُس دوسرے فضول امر کے لئے محکوم ہے جسے شہوانی قوت عطا کرتا ہے۔ ایسے ہی یہ سب بدن کے تمام بلند ولایت میں ساری ہے۔

قوی کا محل

رہے تمام قوی تو ان کا محل جسم کا اوپر کا نصف حصہ ہے اور یہ نصف دو زندگیوں حیاتِ خون اور حیاتِ نفس کے وجود کا محلِ اثر ہے تو ان اعضاء سے جو عضو مرتب ہوتا ہے اُس سے وہ قوی زائل ہو جاتے ہیں جو اس میں وجودِ حیات کے ساتھ اُس کے مشروط وجود سے تھے، اور جو عضو نہیں مرتب اور محل پر کوئی قوت طاری ہے تو خلل آ جاتا ہے کیونکہ اُس کا حکم فساد اور

خطبہ ہے اور علم صحیح عطا نہیں کرتی۔ جیسا کہ محل خیال ہے جب اُس میں کوئی علت طاری ہوگی تو خیال باطل نہیں ہوگا بلکہ اُس صحت کا قبول کرنا باطل ہو جائے گا۔ جس میں اُس نے علم کو دیکھا اور ایسے ہی عقل اور ہر ردھانی قوت ہے۔

رہیں حسیہ قوتیں تو یہ بھی موجود ہیں لیکن اُن کے اور اُن کے مدرکات کے درمیان اُس عضو قائمہ میں حجاب طاری ہو جاتا ہے جس کے ساتھ اُس کی آنکھ وغیرہ سے پانی اترتا ہے۔

رہے قویٰ تو یہ اپنے محلات میں ہمیشہ رہتے ہیں اور کبھی نہیں ہٹتے لیکن حجاب طاری ہو کر منع کرتے ہیں پس نابینا حجاب کا مشاہدہ کرتا ہے اور وہ اُس کو دیکھتا ہے تو ظلمت کو پاتا ہے تو یہ ظلمت حجاب ہے اور اس کا مشہد حجاب ہے۔

چکھنے والا

ایسے ہی شہدا اور شکر کو چکھنے والا جب اسے کڑوا پاتا ہے تو عضو قائم کرنے کے لئے اُس کے ساتھ قوت ذائقہ ملی ہوئی تھی جو کہ صفرار کا پتہ ہے اس لئے اُس نے کڑواہٹ کا ادراک کیا تو جس کہتی ہے میں نے کڑواہٹ کا ادراک کیا ہے اور حکم دینے والا اگر غلطی کرے گا تو کہے گا کہ یہ شکر کڑوی ہے اور اگر صحیح کہے گا تو علت کو پہچان لے گا اور شکر پر کڑواہٹ کا حکم نہیں دے گا اور جس کا ادراک قوت نے کیا تھا اسے پہچان لے گا جبکہ جس چیز کا مشاہدہ کرتی ہے تو اسے پہچان لیتی ہے اور وہ ہر حال پر صحیح کہتی ہے اور قاضی خطا بھی کرتا ہے اور درست بھی کہتا ہے۔

علم کون اور علم مرتبہ

فصل یہی اس منزل سے معرفت حق تو جاننا چاہیے کہ ہم کون کاذبات کے ساتھ ہرگز کوئی تعلق نہیں اور اس کا تعلق علم مرتبہ سے ہے اور وہ اللہ کا نام ہے اور وہ معرفت الہی پر محفوظ الارکان کی دلیل ہے اور اللہ تبارک و تعالیٰ پر اسماء افعال سے اور نعوت جلال سے ہیں اور اس تعریف کی گئی ذات سے عین و کیف سے غیر معرُوف مرتبہ کے ساتھ جو حقیقت ہوگی کون ضروری نہیں کہ جس کا صدور ہوگا۔

ہمارے نزدیک اس کے نہ جانتے میں اختلاف نہیں بلکہ اُس پر صفاتِ حدث کی نعوت تنزیہ کا اطلاق ہوتا ہے اور اس کے لئے قدم اور ازل کے وجود پر جو اطلاق ہوتا ہے وہ یہ اسماء ہیں جو نفی اولیت اور حدوث کے لائق سلوب پر دلالت کرتے ہیں اور اس میں متکلمین اشاعرہ کی جماعت کے کچھ لوگ ہمارے مخالف ہیں اُن کا گمان ہے کہ وہ حق سے صفتِ نفیہ بتوتیہ کو جانتے ہیں۔ میں اس کے ساتھ اُن کے لئے حیران ہوں اور ہم نے متکلمین کے اُس گروہ سے اخذ کیا ہے جسے ہم نے دیکھا ہے جیسا کہ عبد اللہ کتانی ابی عباس اشقر، علم کلام میں اور جوزہ کے مصنف ضریر سلادی جنہوں نے ابوسعید خراز اور ابی حامد اور ان کی مثل لوگوں کے اس قول میں کلام کیا ہے۔ کہ نہیں پہچانتا اللہ کو مگر اللہ۔

رویت باری تعالیٰ

رویت باری تعالیٰ میں ہمارے اصحاب نے اختلاف کیا ہے جب کہ ہم

اُسے دارِ آخرت میں آنکھوں سے دیکھیں گے تو وہ کون ہے جسے دیکھیں گے۔ ہمارے اصحاب کے نزدیک اُن کا کلام معلوم ہے اور ہم اس کتاب میں اُس کی منازل وغیرہ کے متفرق ابواب میں یہ تحقیق لاتے ہیں جو ایماء کے طریق سے ہے تصریح کے ساتھ نہیں کیونکہ میدان تنگ ہے اور عقیدیں اس میں اس کے دلائل کو توڑنے کے لئے متوقف ہیں۔

پس وہ سبحانہ تعالیٰ اُس وجہ پر مائی ہے جو اُس نے اور اُس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بیان فرمائی اور جو اس سے اُس کے ارادہ پر ہے کیونکہ ناظرین کا اُس فرمان کی تاویل میں اختلاف ہے جس کے متعلق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ یہ ہمیں وحی کیا گیا ہے اور بعض سے بعض وجوہ اولیٰ نہیں ہیں پس ہم نے اس میں غور و خوض ترک کر دیا ہے کیونکہ اس میں ہمارے کلام کے ساتھ عالم سے اختلاف نہیں اٹھتا۔ اور اُس کے ساتھ جو اس میں وارد ہوا ہے۔

اوتاد و ابدال

فصل : یہی اوتاد کی وہ بات جس کا تعلق اس باب میں اُن کی معرفت سے ہے، تو جاننا چاہیے کہ اوتاد میں سے وہ لوگ جن کے ساتھ اللہ تبارک و تعالیٰ عالم کی حفاظت فرماتا ہے چار ہیں۔ اُن کے لئے پانچواں نہیں۔ وہ ابدال میں سے مخصوص ہیں اور ان میں سے دو امام مخصوص ہیں اور قطب جماعت سے انحصار الخاص ہوتا ہے۔

اس طریق میں ابدال کا لفظ مشترک ہوتا ہے۔ ابدال کا اطلاق اُس پر ہوتا ہے جس کی بڑی صفات اچھے اوصاف میں تبدیل ہو جائیں۔ اور

اس کا اطلاق مخصوص تعداد پر ہوتا ہے جو بعض کے نزدیک چالیس ہے۔ اس صفت کے لئے جس میں وہ جمع ہیں اور ان میں سے جو کہتا ہے اُن کی تعداد سات ہے ہم سے جو لوگ کہتے ہیں سات ہیں۔ وہ اوتاد میں سے سات ابدال الگ نکلے ہیں اور ہم سے جو کہتا ہے کہ ابدال سے چار اوتاد ہیں تو لازماً ابدال سات ہیں اور ان سات سے وہ چار اوتاد اور دو امام اور ایک قطب ہے اور یہ جملہ ابدال ہیں۔ ان کا نام ابدال اس لئے ہے کہ اُن میں سے جب ایک فوت ہوتا ہے تو دوسرا اس کا بدل ہو جاتا ہے۔ اور چالیس میں سے ایک کو لے لیا جاتا ہے اور تین سو سے ایک کو لے کر چالیس کو پورا کیا جاتا ہے اور تین سو کو ایک صالح مومن کے ساتھ پورا کیا جاتا ہے۔

اوتاد و ابدال کے مقامات

بعض نے کہا ہے کہ انہیں ابدال سے اس لئے مسموم کیا جاتا ہے کہ انہیں ایسی قوت عطا کی جاتی ہے کہ وہ جہاں چاہیں اپنا بدل چھوڑ دیتے ہیں تاکہ وہ اُن سے علم پر اُن کے نفوس میں امر قائم کرے اور اگر اُن کے علم پر نہیں تو وہ اس مقام کے اصحاب سے نہیں اور بدل کبھی صلحاء امت سے اور کبھی افراد سے ہوتا ہے اور اُن ابدال کی طرح اُن چار اوتاد کی مثل ہوتی ہے جن کا ذکر ہم نے اس سے پہلے باب میں روحانیت الہی اور روحانیت الیت میں کیا ہے۔

پس ان میں سے وہ ہیں جو حضرت آدم علیہ السلام کے قلب پر ہیں اور وہ ہیں جو حضرت ابراہیم علیہ السلام کے قلب پر ہیں اور وہ ہیں جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے قلب پر ہیں اور وہ ہیں جو حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ

علیہ وآلہ وسلم کے قلبِ اطہرہ پر ہیں۔

ان میں سے بعض کی مددگار حضرت اسرافیل علیہ السلام کی روحانیت ہے اور بعض کی مدد حضرت میکائیل علیہ السلام کی روحانیت کرتی ہے۔ بعض کی امداد حضرت جبریل علیہ السلام کی روحانیت اور بعض کی امداد حضرت عزرائیل علیہ السلام کی روحانیت کرتی ہے۔

ہر وقت کے لئے بیت اللہ شریف کے ارکان سے ایک رکن ہے تو جو وقت حضرت آدم علیہ السلام کے قلب پر ہے اُس کے لئے رکن شامی ہے اور جو حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قلب پر ہے اُس کا رکن حجرِ اسود ہے اور یہ محمد اللہ ہمارے لئے ہے۔ ہمارے زمانہ میں بعض ارکان سے ربیع بن محمود مار دینی لکڑیا رہا تھا۔ جب وہ فوت ہوا تو اُس کا جانشین دوسرا شخص ہوا، شیخ ابوعلی ہواری کو اللہ تبارک و تعالیٰ نے اُس کے کشف میں اُن پر مطلع فرمایا تھا۔ اِس سے پہلے کہ وہ انہیں پہچانتا اور اُسے اُن کی صورتوں کا تحقیق ہوتا۔ پس اُس نے اپنی وفات سے پہلے اُن میں سے تین اشخاص کو عالمِ حس میں دیکھ لیا تھا جن میں سے ایک تو ربیع مار دینی کو دیکھا تھا اور دوسرا شخص جسے اُس نے دیکھا فارس کا تھا اور تیسرا شخص میں تھا جسے اُس نے دیکھا تھا۔ اور ہمارے ساتھ رہنے لگا۔ یہاں تک کہ وہ پانچ سو تنانوے (۵۹۹) ہجری میں فوت ہوا اور مجھے اس کی خبر دیتے ہوئے کہا۔ میں نے چوتھے کو نہیں دیکھا اور وہ ایک حبشی تھا۔

اوتاد کے علوم

جاننا چاہیے کہ یہ اوتاد بہت سے علوم پر حاوی ہوتے ہیں اور اُن کے

لئے وہ علم لازمی ہے جس کے ساتھ وہ اوتاد ہوتے ہیں پس علوم سے زیادہ نہیں ہوتے۔ ان میں سے وہ ہیں جن کے لئے پندرہ علوم ہیں اور ان میں سے وہ ہیں جن کے لئے اٹھارہ علم لازمی ہیں اور ان میں سے وہ ہیں جن کے لئے اکیس علوم ہیں اور ان میں سے وہ ہیں جن کے لئے چوبیس علم ہیں۔ اصنافِ علم کی تعداد کثیر ہے ان میں سے ہر ایک کے لئے علوم کی اصناف ہیں جو اس سے اس کے لئے لازمی ہے کبھی ایک یا وہ سب علم باجماعت کے تمام علم اور زیادہ بھی جمع کر لیتے ہیں لیکن ان میں سے ہر ایک کے لئے خاص وہ ہیں جن کی تعداد ہم نے بیان کی ہے پس وہ اس میں شرط ہے اور کبھی اس کے لئے علم نہیں ہوتا اور نہ ان میں سے کسی ایک کے لئے زاد علم ہوتا ہے اور اس سے جو علم اس کے ساتھیوں کے پاس علم ہے جس سے ان کے پاس نہیں تو ان سے جو اس کے لئے اس وجہ پر ہوتا ہے وہ علم ہے اور وہ اللہ تبارک تعالیٰ کا ابلیس کی طرف سے یہ قول ہے۔

ثُمَّ لَا تَبْقَىٰ لَهُمْ مِنْ بَيْنِ أَيْدِيهِمْ وَمِنْ خَلْفِهِمْ
وَعَنْ أَيْمَانِهِمْ وَعَنْ شَمَائِلِهِمْ (الاعراف)

پھر میں ان کے پاس ان کے سامنے سے اور ان کے پیچھے سے اور ان کے دائیں سے اور ان کے پیچھے سے آؤں گا۔ اور ہر جہت کے لئے ایک وقت ہے جو قیامت کے دن اس شخص کی شفاعت اس جہت سے کرے گا جس طرف سے ابلیس اس پر داخل ہوا ہوگا

اوتاد کے علوم کا تعین جس وقت کے لئے وجہ یعنی سامنے کی سمت ہے

آسے یہ علوم حاصل ہوتے ہیں۔

علم اصطلاح و وجد اور شوق و عشق اور غامضات مسائل، علم نظر، علم ریاضت،
علم طبیعت، علم الہی، علم میزان، علم انوار، علم سموات و جہ، علم مشاہدہ، علم فنا،
علم استخراج ارواح، علم استنزالات روحانیت علوی، علم حرکت، علم ابلیس، علم
مجاہدہ، علم حشر، علم نشر، علم موازین اعمال، علم جہنم، علم صراط،
جس وقت کے لئے باتیں سمیت ہے آسے یہ علوم حاصل ہوتے ہیں۔

علم اسرار، علم غیب، علم کنوز، علم نبات، علم معدن، علم حیوان، علم امور
مخفی، علم آب، علم تکوین، علم رسوخ، علم ثبات، علم مقام، علم قدم، علم
فصول مقومہ، علم اعیان، علم سکون، علم دنیا، علم جنت، علم خلود، علم تعلقات
یعنی تبدیلی۔

جس کے لئے دلائل سمیت ہے آسے یہ علوم حاصل ہوتے ہیں۔

علم برازخ، علم ارواح برزخیہ، علم گفتگوئے طائراں، ہواؤں کی زبان
کا علم، علم تنزیل، علم استحالات، علم زجر، علم مشاہدہ ذات، علم تحریک نفوس،
علم میلان، علم معراج، علم رسالت، علم کلام، علم انکسار، علم احوال، علم سماع،
علم حیرت، علم صوری و خواہشات،

جس کے لئے پچھلی سمیت ہے آس کے لئے یہ علوم ہیں۔

علم حیات، عقائد سے متعلق علم احوال، علم نفس، علم تجلی، علم منصات،
علم نکاح، علم رحمت، علم تعاطف، علم مؤدّت، علم ذوق، علم شرب، علم الری، علم
جواہر القرآن، علم در الفرقان، علم نفس انارہ۔

جیسا کہ ہم نے ذکر کیا ہر وقت کے لئے یہ علوم لازم ہیں تو جو اس پر
ان سے زیادہ ہے۔ وہ اختصاص الہی ہے۔ ہم نے اوتاد کے مراتب بیان

کر دیئے ہیں اور ہم اس باب میں تھے جو پہلے بیان ہوا اور جو ابدال کے ساتھ
 تَخَفُّص ہے اور ہم نے اس کتاب کی منازل کی فصل میں اس امر کو بیان
 کر دیا ہے۔ جن اُصُولوں کے ساتھ قطب اور دو امام مخصوص ہیں اسے پورے
 طور پر اس کتاب کے دو سو سترویں باب میں بیان کیا گیا ہے اور اللہ تعالیٰ
 حق فرماتا اور سیدھا راستہ دکھاتا ہے۔
 اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ سَوَّلَہِوِیں باب کا ترجمہ تمام ہوا۔

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

سترھوال باب

علوم کونینہ کے تبدیل ہونے کی معرفت اور علوم الہیہ معاونین
اصلیہ کا بیان

و علم الوجه لا یرجو روالا	علوم الکنون تنقل انتقلا
ونقطع نجمد ما حاله محالا	فثبتها وتغيرها جیعا
ومثلک من تبارک اوتعالی	الہی کیف یعلمکم سواکم
وهل غیر یکون لکم مثالا	الہی کیف یعلمکم سواکم
الہی لقد طلب المحالا	ومن طلب الطريق بلا دلیل
وما توجو التالف والوصالا	الہی کیف تہواکم قلوب
وهل شئ سواکم لا ولالا	الہی کیف یرفکم سواکم
ولست النیرات ولا انطلا لا	الہی کیف تبصرکم عیون
وکیف أری المحال أو الضلالا	الہی لا أری نفسی سواکم
لیطلب من انایتک النوالا	الہی أنت أنت وان انی
تولد من غمناک فکان حاله	لفقر قام عندی من وجودی
ولم یرنی سواہ فکنت آلا	وأطلعنی لیتظہر فی الیہ
یری عین الحیاة بمنزلا لا	ومن قصد السراب یریدا
ومن انامثله قبل المثالا	انا الکنون الذی لاشئ مثلی
عساک تری مما لک استحالا	وذامن اعجب الاشیاء فانظر
تمنزه أن یقاوم أوینا لا	فما فی الکنون غیر وجود فرد

علوم کون منتقل ہوتے رہتے ہیں اور علم وجہ کے زوال کی امید نہیں۔
پس ہم اُن تمام کا اثبات اور نفی کرتے ہیں اور ہم حالاً محالاً اُس کی
بلندی کو قطع کرتے ہیں۔

الہی! آپ کو آپ کے سوا کیسے جان سکتے ہیں اور کیا غیر آپ کی مثل ہوگا؟
الہی! جو بغیر دلیل کے راستہ تلاش کرتا ہے وہ محال کو تلاش کرتا ہے۔
الہی! تالیف و وصال سے ناامید قلوب آپ کی خواہش کیسے کرتے ہیں۔
الہی! آپ کے سوا آپ کو کیسے پہچانا جاسکتا ہے۔ کیا آپ کے سوا کوئی
چیز ہے نہیں! نہیں۔ اور نہیں۔

الہی! آپ کو آنکھیں کیسے دیکھ سکتی ہیں اور آپ نہ نور ہیں نہ سایہ ہیں۔
الہی! میں اپنے نفس کو آپ کے سوا نہیں دیکھتا اور محال و گمراہی کو
کیسے دیکھ سکتا ہوں۔

الہی! آپ آپ ہیں اور بے شک میں میں ہوں تاکہ طالب آپ کی اُناہیت
سے بخشش طلب کرے۔

میرے نزدیک میرا وجود محتاجی اور فقر سے قائم ہوا۔ اور آپ کی غنا سے
توّلہ ہوا تو یہ حال پایا۔

مجھے مطلع کیا گیا تاکہ مجھے اُس پر ظاہر کیا جلتے اور مجھے اُس کے سوا
نہیں دیکھا تو میں آلہ کار ہوں۔

اور جو پانی کے ارادے سے مہاب کا قصد کرتا ہے کیا وہ اِس کے

ساتھ چشمہ حیات سے آبِ زلال دیکھتا ہے میں وہ کائنات ہوں کہ میری مثل کوئی چیز نہیں اور میں وہ ہوں جس کی مثل پہلی مثالیں ہیں۔
اور یہ تعجب خیز اشیاء سے ہے۔ دیکھیں شاید تمہیں اس کی مماثلت محال ہو۔

کائنات میں غیر وجود نہیں۔ وہ الیلا کسی اور وجود کے قیام اور پہنچنے سے پاک ہے۔

اُس کی ہر روز نئی شان ہے

اللہ تعالیٰ آپ کی مدد فرماتے جانتا چاہتے کہ عالم میں جو کچھ ہے۔ ایک حال سے دوسرے حال کی طرف منتقل ہوتا ہے پس عالمِ زمان ہر زمانہ میں اور عالمِ انفس ہر نفس میں اور عالمِ تجلی ہر تجلی میں منتقل ہوتا رہتا ہے اور اس میں اللہ تبارک و تعالیٰ کا یہ ارشاد عَلَّٰت ہے۔

الرحمن آیت ۲۹

كُلُّ يَوْمٍ هُوَ فِي شَأْنٍ

وہ ہر روز نئی شان میں ہے۔
اور اس کی تائید اللہ تبارک و تعالیٰ کے اس ارشاد سے ہوتی ہے۔

الرحمن آیت ۳۰

سَنَفْرُغُ لَكُمْ أَيَّهَ الثَّقَلِينِ

جنوں اور انسانوں ہم عنقریب تمہارے کام نپا دیں گے۔
ہر انسان اپنی حرکات و سکنات میں اپنی ذات سے اپنے دل میں طرح طرح کے خواطر پاتا ہے تو اس تبدیلی سے اعلیٰ و اسفل عالم میں نہیں ہوگا۔

مگر جو ہوگا وہ توجہ الہی سے تجلی خاص سے عین کے لئے ہوگا۔ تو اُس کا استناد اُس تجلی سے آئے اُس کی حقیقت عطا ہونے کی حیثیت سے ہوتا ہے۔

علومِ کونیہ

جان میں کہ معارفِ کونیہ سے وہ علوم ہیں جو اکوان سے ماخوذ ہیں اور ان کی معلومات اکوان ہیں اور وہ علوم ہیں جنہیں اکوان سے اخذ کیا گیا اور ان کی معلومات نسبتیں ہیں اور نسبتیں اکوان نہیں ہیں اور وہ علوم ہیں جو اکوان سے اخذ ہوتے ہیں اور ان کا معلوم ذاتِ حق تعالیٰ ہے اور وہ علوم ہیں جو حق تعالیٰ سے اخذ کئے جاتے ہیں اور ان کا معلوم اکوان ہیں اور وہ علوم ہیں جو نسبتوں سے اخذ کئے جاتے ہیں اور ان کا معلوم اکوان ہیں اور ان سب کا نام علومِ کونیہ ہے اور یہ بھی اپنی معلومات کی منتقلی کے ساتھ اپنے احوال اور صورت انتقال میں منتقل ہوتے رہتے ہیں۔

انسان ابتدائیں اکوان میں سے کسی کون کی معرفت طلب کرتا ہے یا اکوان سے اپنی مطلوبہ کائنات پر دلیل پکڑتا ہے تو جب اُسے یہ مطلوب حاصل ہو جاتا ہے اُس میں اُس کے لئے وجہ الحق کا ظہور ہوتا ہے اور اُس کے لئے یہ وجہ مطلوب نہیں ہوتا تو یہ طالب اُس کے ساتھ تعلق پیدا کر لیتا ہے اور پہلے قصد کو ترک کر دیتا ہے اور علم منتقل ہو کر اُسے طلب کرتا ہے جو اُسے یہ وجہ عطا کرتا ہے۔ ان میں سے وہ ہے جو اسے پہچان لیتا ہے اور ان میں سے وہ ہے جس کا یہ حال ہے اور وہ اُسے نہیں پہچانتا جو اُس سے منتقل ہوا اور جو اُس کی طرف منتقل ہوا یہاں تک کہ بعض اہل طریقِ دُگمگا جاتے ہیں۔ پس کہا جب تم ایسے شخص کو دیکھو جو ایک حال پر چالیس روز

رہے تو جان لے کہ وہ آئینہ عجیب ہے اور کیا حقائق یہ بتاتے ہیں کہ دوزمانوں یا دو
 نفسوں سے کوئی ایک حال پر باقی رہے تو اوہیت اُسکے حق میں فعل معطل کر دیتی ہے یہ
 وہ امر ہے جسکا تصور سوائے اس بات کے نہیں کیا جاسکتا کہ یہ عارف نہیں جانتا کہ اشغال
 میں انتقال منتقل ہونے سے کیا مراد ہے، تو کسی چیز سے اُسکی مثل کی طرف مع الفاس کے
 منتقل ہو تو اُس پر صورت کا التباس اُس پر اُس شخص کے بدن سے ہے جس کا
 پہلا حال اُس کے تخیل میں تھا۔

جیسا کہ کہتے ہیں فلاں مازال الیوم ماشیا وما قعد اور شک نہیں کہ چلنا
 بہت سی حرکات ہیں اور یہ ہر حرکت دوسری کی عین نہیں بلکہ یہ اُس کی مثل ہے اور
 اور آپ جانتے ہیں کہ اس کے انتقال کے ساتھ منتقل ہو تو کہتے ہیں، ما تغیر
 علیہ الحال وکعد تغیرت علیہ من الاحوال۔

فصل - علوم الہیہ کے انتقالات

رہے علوم الہیہ کے انتقالات تو یہ وہ استر سال ہے جس کی طرف
 امام حرین ابو المعالی گئے ہیں اور وہ تعلقات ہیں جن کی طرف محمد بن عمر بن
 خطیب رازی گئے ہیں،

رہے ہم اہل طریقت میں سے قدم راسخ والے حضرات تو وہ یہاں
 لفظ انتقالات نہیں کہتے کیونکہ حق تعالیٰ کے ہاں چیزیں مشہود و معلوم اور
 اعیان و احوال انہی صورتوں پر ہیں جن پر تھے، اور ان میں سے جو شخص ان اعیان
 کو اُس طرف پر پاتا ہے جو لامتناہی نہیں تو وہ نہ ابن خطیب کے مذہب پر
 "تعلقات" کی بات کرتا ہے اور نہ امام حرین ابو المعالی کے مذہب پر استر سال
 ہوگا اللہ ان سب پر راضی ہو۔

درست عقلی دلیل

اور درست عقلی دلیل وہ امر عطا کرتی ہے جس کی طرف ہم گئے ہیں اور یہ وہ ہے جس کا ذکر اہل اللہ نے کیا ہے اور وہ اس پر اس امر سے واقفیت رکھتے ہیں جو انہیں کشف اس مقام سے عطا کرتا ہے جو طور عقل سے ورا ہے تو تمام نے اس کی تصدیق کی ہے اور ہر قوت اپنی حیثیت کے مطابق عطا کرتی ہے۔ تو جب اللہ تعالیٰ نے اعیان کو بنایا تو بیشک اس کے لئے بنایا جو اس کے لئے نہیں اور یہ اس کے حالات ہیں جو مکان و زمان کے اختلاف پر مکان و زمان کے ساتھ ہیں تو اس کے لئے ان اعیان و احوال سے سے تنالی و توابع پر ایک کے بعد دوسری چیز کا کشف ہے اور یہ کشف محدود نہیں بلکہ لامحدود و لامتناہی کی طرف ہوگا، تو اللہ تعالیٰ کی طرف نسبت کا امر ایک ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

وَمَا أَمْرُنَا إِلَّا وَاحِدٌ تَكْمِلُج بِأَلْبَصَرٍ

یعنی اور ہمارا کام تو ایک بات کی بات ہے جیسے پلک جھپکنا " اور نفس میں گنتی کی کثرت ہے اور یہ امر ہمیں اس وقت حاصل ہے اور ہم پر اس میں اختلاف میں نہیں اور کثرت میں وحدت کا امر نہ ہمارے ہاں غائب ہوتا ہے اور نہ زائل اور اس امر کی ہر وہ شخص گواہی دے گا جو یہاں اس مثال کو سمجھنے سے ذوق لے گا کہ وحدت میں کثرت اسی طرح ہے جیسے ایک شخص کے مختلف احوال ہوتے ہیں "

صورت کی صورت کشی کی گئی جس پر وہ ہے۔ ایسے ہی ہر شخص ہے اور آپ کے اور ان صورتوں کے درمیان پردہ ڈال دیا گیا۔ پس آپ کے لئے اُن سے صورتیں کھولی جاتی ہیں اور آپ مجھ اُس کے ہیں جس کے لئے اُس میں صورت ہے پس پردہ اٹھنے کے وقت ایک ہی نظر کے ساتھ آپ اُن سب کا ادراک کر لیں گے۔

پس اس مطابقت میں اللہ سبحانہ تعالیٰ نے ان صورتوں سے اعراض نہیں فرمایا بلکہ اُن کے لئے اُن سے کشف فرمایا اور اُن کے لئے اُن کی حالت وجود کو ملتیس فرمایا۔ پس انہوں نے اپنے نفس کا معائنہ کیا جس پر وہ صورتیں ہمیشہ رہیں گی۔ اور حق تعالیٰ کی نظر کے حق میں نہ ماضی کا زمانہ ہے نہ مستقبل کا۔ بلکہ اس میں صورتوں کی تعداد کے ساتھ اُن کے مراتب اُسے معلوم ہیں اور اُن کے مراتب تنہا ہی اور حصر کے ساتھ مُتَصِف نہیں اور نہ اُن کے لئے حد ہے کہ اُس کے نزدیک توقف ہو۔

ایسے ہی تمام ممکنات کا اُن کے عدم وجود کے حال میں حق تعالیٰ کا ادراک ہے تو اُس پر اُس کے خیال میں احوال متنوع ہیں تو اُس کے علم میں نہیں۔ اس علم کے لئے انہوں نے کشف سے استفادہ کیا ہے نہ کہ اُس حالت پر جو اُن کے نزدیک نہ تھی۔ پس اس کی تحقیق کریں کیونکہ یہ مسئلہ متقی اور گہرا ہے جس کا تعلق قدر کے راز سے ہے۔ ہمارے اصحاب میں سے بہت کم لوگ اس پر واقفیت رکھتے ہیں۔

خدا کے ساتھ علم کی اقسام

ربا ہمارے علم باللہ کا تعلق تو یہ دو قسموں پر ہے۔ قسم اول ذات

الہیہ کی معرفت ہے اور یہ شہود اور رویت پر موقوف ہے لیکن اس رویت کا احاطہ نہیں کیا جاسکتا۔

قسم دوم اس کے معبود ہونے کی معرفت ہے اور یہ دو اُمروں پر یا دونوں میں سے کسی ایک پر موقوف ہے اور وہ امر عطا ہے اور دوسرا امر نظر اور استدلال ہے اور یہ قسمی اکتسابی معرفت ہے۔
 رہا اس کے مختار ہونے کا علم، تو اختیار اس کی احدیتِ مشیت کے معارض ہے تو جب اس کے ساتھ توصیف ہوگی تو نسبت حق تعالیٰ کی طرف ہوگی، اور یہ اس پر ممکن کی حیثیت سے ہے نہ کہ اس حیثیت سے ہے جو اس پر حق ہے۔ اللہ تبارک و تعالیٰ نے فرمایا۔

وَلَكِنْ حَقَّ الْقَوْلُ مِنِّي

اور اللہ تبارک و تعالیٰ نے فرمایا!

اَفَمِنْ حَقِّ عَلِيٍّ كَلِمَةُ الْعِزَابِ

اور فرمایا!

ق آیت ۲۹

وَمَا يَبْدُلُ الْقَوْلُ لَدِي

ہمارے یہاں بات نہیں بدلتی۔

اور یہ آیت کتنے اچھے انداز سے پوری فرمائی۔

ق آیت ۲۹

وَمَا نَا بْطِلَامَ الْعَبِيدِ

اور میں بندوں پر ظلم نہیں کرتا۔
 اور یہاں قدر کے راز سے خبردار کیا گیا ہے اور اس کے ساتھ اللہ تبارک
 تعالیٰ کی اس کی مخلوق پر رحمت بالغہ ہے اور یہ وہ امر ہے جو جناب حق تعالیٰ
 لی شان کے لائق ہے اور یہی وہ امر ہے جو کائنات کی طرف کوٹتا ہے۔

وَلَوْ شِئْنَا لَآتَيْنَا كُلَّ نَفْسٍ هَدَاهَا . السجده آیت ۱۳

اور اگر ہم چاہتے تو ہر ایک کو ہدایت پر لے آتے۔
 پس ہم نے نہیں چاہا لیکن استدراک تو حیل کے لئے ہے کیونکہ ممکن
 اپنی حقیقت کے اعتبار سے ہدایت اور گمراہی کے قابل ہوتا ہے تو یہ مقام
 انقسام ہے اور اس پر تقسیم وارد ہوتی ہے اور نفس الامر میں اللہ تعالیٰ کے
 لئے اس میں نہیں مگر ایک امر اور وہ اللہ تبارک و تعالیٰ کے نزدیک ممکن
 حال کی جہت سے معلوم ہے۔

مسئلہ :- ظاہر اور معقول امر ہے کہ شاید کے حق میں عدم مثال کی اختراع
 اللہ تبارک و تعالیٰ کے امر میں ہمیشہ مشہود معلوم ہے جیسا کہ ہم نے کتاب
 معرفت باللہ میں اللہ تبارک و تعالیٰ کے علم بالاشیاء میں مقرر کیا ہے۔
 مسئلہ :- اسماء الہی نسبتیں اور اضافات ہیں جو عین واحدہ کی طرف
 رجوع کرتے ہیں۔ کیونکہ یہاں اس میں وجود اعیان کے ساتھ کثرت درست
 نہیں جیسا کہ اس اہل نظر کا گمان ہے جسے علم باللہ حاصل نہیں۔

اگر اعیان کی صفات زائد ہوتیں اور وہ الہ نہیں مگر الوہیت ان
 کے ساتھ معلول ہوتی ہیں تو یہ امر خالی نہیں کہ یہ عین الہ ہوتیں۔ پس اپنی
 ذات کے لئے علت نہیں ہوتی یا وہ نہ ہوتی تو اللہ تبارک و تعالیٰ اس علت

کے لئے معلول نہیں جو اُس کی عین نہیں۔ کیونکہ علتِ رتبہ کے ساتھ معلول پر
مقدم ہے تو اس سے اللہ تعالیٰ کے لئے ان اعیانِ زائدہ کے لئے معلول
ہونے سے محتاجی لازم آتی ہے جو اُس کے لئے علت ہیں اور یہ محال ہے۔

پھر یہ امر بھی ہے کہ معلول چیز کے لئے دو علتیں نہیں ہوں گی اور یہ
بہت سی ہیں اور الہ نہیں ہو گا مگر ان کے ساتھ تو یہ باطل ہے کہ اللہ تبارک
تعالیٰ کی ذات پر اسماء و صفات اعیانِ زائدہ ہوں اور اللہ تبارک و تعالیٰ
ظالموں کے قول سے بلند و بزرگ ہے۔

مسئلہ :- آئینے کی صورت میں برزخی جسم بے جیسا کہ مرنے والا اُس صورت
کو دیکھتا ہے جب وہ خارجی صورت کے موافق ہو۔ اور ایسے ہی مردہ اور
مکاشف ہے جب آئینہ ایک خاص شکل پر ہو گا تو جو اُسے برزخ سے
عطا کیا جائے گا۔ آئینے کی صورت اُسے بہت سچ دکھائے گی اور جرم کی مقدار
خاص ہوگی۔ اگر ایسا نہیں ہو گا تو جو اُسے عطا کیا جائے گا اُس کی پوری تصدیق
نہیں کرے گا۔ بلکہ بعض کی تصدیق کرے گا۔

جاننا چاہیے کہ دیکھی جانے والی شکلیں مختلف ہیں تو صورتیں بھی مختلف
ہیں۔ اگر مریات کی طرف انکاس کے ساتھ دیکھا جائے گا جیسا کہ بعض لوگ
دیکھتے ہیں تو دیکھنے والا اُس کا ادراک اس حیثیت سے کرتا ہے جس پر اُس
کا جرم بڑا یا چھوٹا ہے اور ہم چھوٹے صقیل جسم کو دیکھنے میں بڑی صورت کو
فی نفسہ چھوٹی کو دیکھتے ہیں۔ ایسے ہی بڑا صقیل جسم دیکھنے والے کی آنکھ میں
صورت کو بڑا کر دیتا ہے اور اپنی حد سے نکل جاتا ہے ایسے ہی چوڑا المبا
اور موزن ہے۔

انکاسات یہ امر عطا نہیں کرتے تو ہمارا کہنا ممکن نہیں مگر یہ کہ صقیل

جسم اُن اُور سے ایک ہے جو صَوْرِ برتر خییہ عطا کرتا ہے۔ لہٰذا اِس میں رویت کا تعلق نہیں مگر محسوسات کے ساتھ کیونکہ خیال صَوْرِ محسوسہ کو پکڑتا ہے یا اُسے پکڑتا ہے جو اجزاء محسوسہ سے مرکب ہو جس کی ترکیب قوتِ مَصَوْرہ سے ہو، پس وہ صَوْرِ عطا کرتی ہے جس کے لئے جس میں ہرگز وجود نہیں لیکن وہ اجزاء ہیں جن سے اِس محسوسہ صَوْرِ کی ترکیب ہوتی۔ اِس لئے دیکھنے والے کو شک نہیں ہوتا۔

مسئلہ :- تمام کے نزدیک موجودات میں جو کامل ترین پیدائش ظاہر ہوتی وہ انسان ہے۔ کیونکہ انسان صَوْرِ پر پیدا کیا گیا ہے نہ کہ یہ کمال حیوانِ ناطق انسان اور اُس کی صَوْرِ کے لئے ہے لیکن یہ لازم نہیں آتا کہ وہ اللہ تبارک و تعالیٰ کے نزدیک افضل ہو تو وہ مجموعی اعتبار سے کامل تر ہو۔ اگر وہ کہیں کہ اللہ تبارک و تعالیٰ کا ارشاد ہے ۔

خَلَقُ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ الْكُبْرَىٰ خَلَقَ النَّاسَ

وَلَا كَانَ أَكْثَرُ النَّاسِ لَا يَعْلَمُونَ . المؤمن آیت ۷۷

بے شک عقل مندوں کے نزدیک آسمانوں اور زمین کا بنانا آدمیوں کے بنانے سے بہت بڑھ کر ہے لیکن اکثر لوگ نہیں جانتے۔

انسان کی بڑائی رُوحانیت کے اعتبار سے ہے

اِس آیت کریمہ سے معلوم ہوا کہ جرم میں بڑا ہونا مراد نہیں بلکہ معنی میں بڑا ہونا مراد ہے۔ ہم اِس کے لئے کہتے ہیں کہ یہ سچ ہے۔ لیکن کس نے کہا کہ وہ رُوحانیت میں اِس سے بڑا ہے بلکہ آسمانوں اور

زمین کے معنی اُس حیثیت سے ہیں جو دونوں میں سے ہر ایک پر دونوں کے اجرام کے لئے خاص نظم سے مفرد معنی کے طریق سے دلالت کرتے ہیں تو یہ جسم انسان سے معنی میں بڑے ہیں نہ کہ ہر انسان سے، اِس لئے آسمانوں اور زمین کی حرکت سے مولات و تحولات کے اُعیان کا صدور ہوتا ہے اور انسان اپنے جرم کی حیثیت سے مولات سے ہے اور یہ انسان سے صادر نہیں ہوتا اِس سے ہی عناصر کی طبیعت ہے اِس لئے دونوں انسان کی تخلیق سے بڑے ہیں کیونکہ دونوں انسان کے لئے والدین کی طرح ہیں اور یہ اُس امر سے ہے جو آسمان اور زمین کے درمیان نازل ہوتا ہے اور ہم اِس امر کو انسانِ کامل میں دیکھتے ہیں تو کہتے ہیں کہ وہ کامل تر ہے۔ رہا انسان کا اللہ تبارک و تعالیٰ کے نزدیک افضل ہونا، تو یہ اللہ تبارک و تعالیٰ وَحْدَہ کے لئے ہے۔ کیونکہ مخلوق نہیں جانتی نفس خالق میں کیا ہے سوائے اُس کے جس کا علم اُس کی طرف سے عطا ہو۔

مسئلہ :- حق تعالیٰ کے لئے نفسیہ ثبوتیہ صفت نہیں سوائے ایک کے اُس کے لئے جائز نہیں کہ اُس کے لئے دو یا زائد صفتیں ہوں۔ کیونکہ اگر ایسا ہوگا تو وہ دونوں سے یا اُن سب سے مرکب ہوگا اور ترکیب اُس کے حق میں محال ہے۔ پس ایک صفت پر صفت زائدہ ثبوتیہ محال ہے۔

اسماء و صفات الہی اشیا نہیں

مسئلہ :- صفاتِ خداوندی نسبتیں اور اضافتیں ہیں اور نسبتیں امورِ عدلیہ ہیں اور وہاں تمام وجوہ سے ذات واحد کے سوا کچھ نہیں۔ اِس لئے دوسرے امر میں بندوں کا رحمت کہے گئے ہونا جائز ہے اور اُن پر اُس کی رحمت

کالا انتہا کی طرف نہ ہونا سردی اور دلتی نہیں ہوگا۔ کیونکہ اس امر میں اس پر کسی کا جبر نہیں اور اسماء و صفات وہ اعیان نہیں جن پر اشیاء میں حکم واجب ہو، پس تمام کے لئے رحمت کی شمولیت سے کوئی امر مانع نہیں اور بالخصوص وارد ہوا ہے کہ رحمت اس کے غضب پر سبقت لے گئی چنانچہ جب غضب رحمت کی طرف منتهی ہوگا رحمت کا حکم ہوگا تو یہ اسی امر پر ہوگا جو ہم نے کہا ہے۔ اس لئے اللہ تبارک و تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

لَوْ شَاءَ اللَّهُ لَهَدَى النَّاسَ جَمِيعًا

اللہ چاہتا تو سب آدمیوں کو ہدایت دیتا

الرعد آیت ۳۱

پس دنیا میں اس مشیت کا حکم تکلیف کے ساتھ ہوگا۔ آخرت میں تو اس کا حکم اللہ تبارک و تعالیٰ کے اس ارشاد کے لئے ہے یَفْعَلُ مَا يُرِيدُ۔ یعنی وہ جو چاہے کرتا ہے تو جو شخص اندازاً اس پر دلیل لاتا ہے کہ اہل نار پر سردی عذاب ہے اور لازم ہے کہ عالم میں ایک پر ہو۔ یا سب پر یہاں تک کہ اسمِ معذب، مبلی، منتقم اور اس کی امثال کا حکم درست ہو اور اسمِ مبلی اور اس کی امثال نسبت و اضافت ہے نہ کہ عین موجودہ اور موجود ذات لا موجود کے تحت کیسے ہو سکتی ہے۔ پس لَوْ شَاءَ اور لَنْ شَاءَ کے ارشاد میں جو بیان ہوا اس اصل کے لئے ہے اور اس کے لئے اطلاق ہے اور وہاں نص نہیں جس کی طرف رجوع ہو اور نہ اس کی طرف سردی عذاب کرنے میں احتمال کا طریق ہو جیسا کہ ہمارے لئے سردی جنت ہے تو جواز کے علاوہ باقی نہیں اور یقیناً وہ دنیا و آخرت میں رحمن ہے۔ اگر آپ اس امر کو جس کی طرف ہم نے اشارہ کیا ہے سمجھ لیں گے تو آپ کی تشغیب میں کمی آجائے گی۔ بلکہ بالکل زائل ہو جائے گی۔

مسئلہ: اللہ تبارک و تعالیٰ پر جواز کا اطلاق اللہ تبارک و تعالیٰ کے حضور
میں سوتے ادبی ہے اور جواز کا اطلاق ممکن پر کرنے سے مقصود حاصل ہو
جاتا ہے اور یہی لائق ہے۔ کیوں کہ نہ اس کے ساتھ شریعت وارد ہوتی ہے
اور نہ اس پر عقل دلالت کرتی ہے پس اس پر غور کریں اور اسی قدر کافی
ہے کیونکہ علم الہی احاطہ و استقصاء سے وسیع تر ہے۔

وَاللّٰهُ يَقُولُ الْحَقُّ وَهُوَ يَهْدِي سَبِيلَ

الْحَمْدُ لِلّٰهِ سترھویں باب کا ترجمہ پڑھا ہوا۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ۝

اٹھارہواں باب

متہجدین کے علم اور جو اس کے ساتھ مسائل سے تعلق رکھتے ہیں اور اس کے علوم میں اس کی مقدار سے ہے اور جو وجود میں اس سے علوم ظاہر ہوتے ہیں کی معرفت کا بیان

علم الزہج۔ علم الغیب یسر لہ	فی منزل العین احساس ولا نظر
ان التزلزل یعیبہ وان لد	فی عینہ سورۃ تلو بہ صور
فان دعاء الذی المراج خالقہ	بدت لہ یلین اعلام العلی سور
فکل منزلة قطبہ منزلة	اذ تحکم فی اجناتہ السہر
مالم ینم ہذہ فی دلیل حالہ	او یدرک الفجر فی آفاقہ البصر
نوافج الزہر لا تقضیک راحۃ	ملم یجد بالنسیم اللیلین السحر
ان اعلامک زان حلت منا صہا	ہامع السوقۃ الاسرار والسحر

تہجد کا علم علم غیب ہے اس کے لئے منزل عین میں نہ احساس ہے نہ نظر۔ بے شک اسے منزل عطا کرتا ہے اور اس کی عین میں دیوار ہے جس کے ساتھ صورتیں بلند ہوتی ہیں۔

اگر اس کا خالق اسے معراج کی طرف بلائے تو اس کے لئے بلند چڑھوں کے درمیان دیواریں ظاہر ہوں گی۔

جب آس کی پلکوں میں بیداری مضبوط ہو جاتی ہے تو ہر منزل آسے
منزلت عطا کرتی ہے۔

وہ نہیں سوتے گا تورات میں آس کی یہی حالت رہے گی یا فجر
اپنے آفاق میں بصر کا ادراک کرے گی۔

جب تک نرم نسیم سحر نہیں پاؤ گے بوتے گل آپ کو خوشبو عطا
نہیں کرے گی۔

بے شک بادشاہوں کے مناصب جلی ہیں ان کے لئے رازوں کے
بازار اور سحر کی معیت ہے۔

تہجد گزار کون ہے اور آس کا اسم

اللہ تبارک و تعالیٰ آپ کی مدد فرماتے۔ جان لیں کہ تہجد پڑھنے والوں کے
لئے اللہ تبارک و تعالیٰ کا خاص اسم نہیں جو انہیں تہجد عطا کرتا ہے۔ اور
وہ اس میں قائم ہیں جیسا کہ پوری رات قیام کرنے والے کے لئے ہے کیونکہ
تمام رات قیام کرنے والے کے لئے اسم الہی ہے جو آسے اپنی طرف بلاتا
ہے اور آسے متحرک کرتا ہے۔ کیونکہ تہجد آس سے عبارت ہے جو قیام کرتا
ہے اور سو جاتا ہے اور پھر قیام کرتا ہے اور سو جاتا ہے اور پھر قیام کرتا
ہے۔ جو شخص اپنے رب کی مناجات میں رات کو اس طرح نہیں کاٹتا وہ
تہجد گزار نہیں ہو سکتا۔ اللہ تبارک و تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

عربی

وَمِنَ اللَّيْلِ فَسَبِّحْهُ نَافِلَةً لَّكَ

بنی اسرائیل آیت ۷۹

اور رات کے کچھ حصہ میں تہجد کریں یہ خاص تمہارے لئے زیادہ ہے۔

اور فرمایا !

إِنَّ رَبَّكَ يَعْلَمُ أَنَّكَ تَقُومُ أَدْنَىٰ مِنْ ثُلُثَيِ
الْمِزَانِ آیت ۲۰

بے شک تمہارا رب جانتا ہے کہ تم قیام کرتے ہو کبھی دو تہائی رات کے
قریب کبھی آدھی رات کبھی تہائی۔

اور حق تعالیٰ کی طرف سے اُس کے لئے خاص علم ہے سوائے اِس کے
کہ یہ حالت اسماءِ الہیہ میں نہیں پائی جاتی جو اُس کی طرف مستند ہو اور نہ
ہی اِس کی طرف اسمِ حق سے قریب تر نسبت کو دیکھا ہے تو اِس کی سند اسمِ
حق کی طرف ہے اور اِسے یہ اسم قبول کرتا ہے پس ہر وہ علم جو تہجد گزار کے
پاس آتا ہے وہ اسمِ حق سے ہوتا ہے کیونکہ حضور رسالت مآب صلی اللہ
علیہ وآلہ وسلم نے صائم الدہر اور قائم اللیل شخص کو فرمایا !

ان نفسك عليك حد ولعينك عيك حقا فسم وافطر وقعد وند۔ الحدیث

بے شک تجھ پر تیرے نفس کا حق ہے اور تجھ پر تیری آنکھ کا حق ہے۔
پس روزہ رکھ اور افطار کر اور قیام کر اور سو جا۔

پس اُس کے لئے قیام اور سونے کے درمیان آنکھ سے حق نفس کی
ادائیگی کو اور اللہ تبارک و تعالیٰ کی طرف سے حق نفس کی ادائیگی کو جمع فرمایا
گیا اور حقوق کی ادائیگی سوائے اسمِ حق کے نہیں ہوتی اور اِسی سے ہوتی ہے
اِس کے علاوہ سے نہیں۔ اِس لئے تہجد گزاروں کا استناد اِس اسم کے
لئے ہے پھر تہجد گزار کے لئے دوسرا امر ہے جس کا کسی کو علم نہیں اور مناجات
تہجد کا پھل وہی چٹا ہے اور اُسے ہی اِس کے مِلّوم حاصل ہوتے ہیں جس

کے لئے رات کی نفلی نماز ہے۔

رہا اس کی فرض نماز کا ناقص ہونا تو اسے اس کے نوافل سے پورا کیا جاتا ہے اور اگر تہجد گزار بندے کے نوافل فرائض میں غرق ہو جائیں اور اس کے نوافل باقی نہ بچیں تو وہ تہجد گزار نہیں اور نہ ہی وہ صاحب نوافل ہے پس اسے نوافل کے حال اور ان کے علوم و تجلیات کا حصول نہیں ہوگا۔

تہجد گزار کی نیند اور نماز کا ثمر

جاننا چاہیے کہ تہجد گزار کی نیند اس کی آنکھ کا حق ہے اور اس کا قیام اس کے رب کا حق ہے۔ اس کی نیند میں حق تعالیٰ جو علم اور تجلی فرماتا ہے وہ اس کے قیام کا ثمر ہے اور جو قوت و نشاط اور دونوں کے علوم و تجلیات اللہ تبارک و تعالیٰ اسے قیام میں عطا فرماتا ہے وہ اس کی نیند کا ثمر ہے۔ ایسے ہی بندے کے وہ تمام اعمال ہیں جو اس پر فرض ہیں۔ تو تہجد گزاروں کے علوم کا داخل ہونا ایسے ہے۔ جیسا کہ زلف کی لٹ گوندھنے کا داخل ہے اور یہ علوم نفوس کے لئے اس التفات کے ملتفت کی حیثیت سے ہیں تو اس التفات یعنی لپٹنے کے لئے اعلیٰ و اسفل عالم کے اسرار ظاہر ہوتے ہیں اور اسماء افعال و تنزیہ پر دلالت کرتے ہیں۔ اور وہ اللہ تبارک و تعالیٰ کا یہ ارشاد ہے۔

وَالْتَقَتِ السَّاقُ بِالسَّاقِ

القیامت ۲۹

اور پٹلی سے پٹلی لپٹ جاتے گی۔

یعنی دنیا کا امر امر آخرت کے ساتھ مجتمع ہو گیا اور وہ نہیں مگر دنیا

آخرت اور یہ وہ مقام محمود ہے جو تہجد کا نتیجہ ہے۔ اللہ تبارک و تعالیٰ کا ارشاد ہے

وَمِنَ اللَّيْلِ فَسَبِّحْهُ نَافِلَةً لَّكَ عَدَىٰ أَنْ يَنْبُعْ لَكَ

رَبُّكَ مَقَامًا مَّحْمُودًا

بنی اسرائیل آیت ۷۹

اور رات کے کچھ حصہ میں تہجد پڑھو یہ خاص تمہارے لئے زیادہ ہے۔ قریب ہے کہ تمہارا رب ایسی جگہ کھڑا کرے جہاں سب تمہاری حمد کریں۔

عسیٰ یعنی عنقریب اللہ تبارک و تعالیٰ کی طرف سے واجب ہے اور مقام محمود وہ ہے جس کے لئے عواقب ثناء ہے یعنی ہر ثناء اس کی طرف رجوع کرتی ہے، رہا نماز تہجد کا اندازہ تو وہ عزیز المقدار ہے اور وہ یہ ہے کہ اس کے لئے وہ اسم الہی نہ تھا جس کی طرف استناد ہو سکے جیسا کہ تمام آثار مجملہ کی حیثیت سے پہچانے جاتے ہیں۔ پھر وہ امر ہے جس سے صاحبان آثار اور آثار غائب ہو گئے تو طلب کیا جو وہ ہے تو نظر نے اسے اسماء الہیہ کے کشف کی طرف پھیرا۔ کیا یہ نسبتیں ہیں کہ آثار کا رجوع دیکھیں؟ کیا یہ رجوع امر وجودی یا عدی کی طرف ہے؟ جب نظر نے دیکھا کہ اسماء اعیان موجودہ نہیں اور بے شک یہ نسبتیں ہیں تو مستند آثار کو امر عدی کی طرف دیکھا۔ پس تہجد گزار نے کہا! یہ امر کم ہے کہ میرا رجوع عدی امر کی طرف ہو۔ چنانچہ اس میں نگاہ اسمان کی تو اپنے نفس کو قیام اور نیتند کی پیدائش دیکھا اور نیتند نفس کا رجوع اس کی ذات اور اس کے طلب کردہ امر کی طرف دیکھے گی جب کہ قیام خود پر اللہ تبارک و تعالیٰ کے حق کو دیکھے گا۔

تہجد گزاروں کا حیلہ

چنانچہ جب اس کی ذات ان دو امروں سے مرکب

ہوگی۔ تو حق کی طرف ذات حق کی حیثیت سے دیکھے گا تو اس کے لئے یہ ظاہر ہوگا کہ حق جب اپنی ذات کے لئے بذاتہ منفرد ہے تو عالم نہیں تھا اور جب عالم کی طرف متوجہ ہوا تو اس توجہ کے لئے عین العالم کا ظہور ہو گیا۔ پس ان مختلف نسبتوں کی توجہ سے تمام عالم کو موجود دیکھا۔ اور تہجد گزار دیکھتا ہے کہ اس کی ذات عالم کے علاوہ اس کے نفس کے لئے نظر حق سے مرکب ہے اور یہ سونے والے کے لئے نیست کی حالت ہے اور اس کی نظر سے جو عالم کی طرف ہے وہ اس پر حق تعالیٰ کے حق کی ادائیگی کے لئے قیام کی حالت ہے۔

پس معلوم ہوا کہ اس کی عین کے وجود کا سبب بحیثیت ان اسماء کی نسبتوں کے معراذات کی طرف استناد کے اثرن الاسباب ہے جنہیں عالم اس کی طرف طلب کرتا ہے پس متحقق ہو گیا کہ اس کا وجود وجود اعظم اور اس کا علم دوسرے علوم سے درخشاں ہے اور اسے اس کا مطلوب حاصل ہو گیا اور یہی اس کی غرض تھی اور اس کا سبب اس کی انکساری اور اس کا فقر تھا پس اپنی طلب اور ضرورت پوری کرنے میں اس سے متمثل کہا۔

رب لبس بتمہ ما آتی . فخرہ حق انفق و طری

من مقام کنت أعشقه . بحديث طيب الخبير

اس کی خدمت میں کئی راتیں گزار دیں مگر اس کی فخر نہ آئی کہ میں اپنی ضرورت اور طلب کو پورا کروں۔

اس مقام سے جس کا میں طیب خبر گفتگو کے ساتھ عاشق ہوں۔ اور اسماء کے بارے میں فرمایا۔

لم أجد للاسم مدلولاً غير من قد كان مفعولاً

ثم أعطتنا حقيقته كونه للعقل معقولاً

فتلفظنا به أدباً واعتقدنا الظاهر مجھولاً

ہوائے مفتول کے میں نے اسم کے لئے مدلول نہیں پایا۔
 پھر ہمیں اُس کی حقیقت عطا کی گئی۔ وہ عقل کے لئے معقول تھی۔
 پس اُس کے ساتھ ہمارا تلفظ ادب اور ہمارا عقیدہ غیر معروف
 امر ہے۔

تہجد گزار کے لئے علوم

اُس کے علم کا اندازہ علوم میں بقدر اُس کے معلوم کے ہے اور وہ ذات
 معلومات میں ہے پس علم تہجد کے ساتھ تمام اسماء کے علم کا تعلق ہے اور اُس
 کے ساتھ اس کا زیادہ مستحق اسم قیوم ہے جو لَا تَأْخُذُهُ سِنَةٌ وَلَا نَوْمٌ ہے یعنی
 نہ اُسے اونگھ پکڑتی ہے نہ نیند اور وہ عبد اپنی مناجات کے حال میں ہے۔
 پس وہ اسماء کی تفصیل جانتا ہے یعنی ہر اسم علم ہے جو اُس پر اسرارِ جود
 پر اُس حیثیت پر حاوی ہوتا ہے جو حقیقت اُسے یہ اسم عطا کرتا ہے۔
 اِس حالت کے ساتھ جن علوم کا تعلق ہے وہ یہ ہیں۔ علم برزخ، صورتوں
 میں تجلی الہی کا علم، علم سُبُوحِ جنت اور خالوں کی تعبیر کا علم نہ کہ اُس کے
 دیکھنے کی چہت سے نفسِ خواب کا علم اور یہ اُس طرف سے ہے جدھر سے
 وہ دیکھتا ہے پس کبھی دیکھنے والا وہ ہے جو اپنی ذات کے لئے دیکھتا ہے
 اور کبھی اُس کے لئے دوسرا دیکھتا ہے اور اُس کے لئے تعبیر وہ کرتا ہے
 جسے نبوت کے اجزاء سے علم کی حیثیت سے کوئی جزرِ میسر ہو جو اُس صورت
 کے ساتھ مراد اور اِس مقام کا صاحب ہے۔

تہجد گزار محسود ہوتا ہے

جاننا چاہیے کہ تہجد گزار کے لئے جو مقام محمود ہے وہ معین دعا والے کے لئے ہوگا اور وہ اللہ تبارک و تعالیٰ کا اپنے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لئے وہ یہ ارشاد ہے جس کے ساتھ آپ کو امر کیا جاتا ہے۔

وَقُلْنَا دَخَلْنَا مُدْحَلِ صَدُ
بنی اسرائیل آیت ۸۰

اور کہیں اے رب مجھے سچی طرح داخل کر۔

یعنی اس مقام کے لئے کیونکہ یہ توقف خاص حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لئے ہے جس میں آپ نے اُن محامد کے ساتھ اللہ تبارک و تعالیٰ کی حمد بیان کی جن کا علم اُس وقت ہوا جب آپ اس مقام میں داخل ہوئے۔

وَاٰخِرُ حُجَّتِيْ مُخْرَجٍ صِدْقٍ
بنی اسرائیل آیت ۸۰

اور سچی طرح باہر لے جا۔

یعنی جب میں اس سے علاوہ مقامات کی طرف منتقل ہو جاؤں اور اور مواقع اس کے ساتھ اس لئے اُس کے خروج میں عنایت الہی ہوگی۔ جیسا کہ اُس کی طرف دخول میں اُس کے ساتھ تھی۔

عربی

وَاَجْعَلْ لِّيْ مِنْ لَّدُنْكَ سُلْطٰنًا نَّصِيْرًا
بنی اسرائیل آیت ۸۱

اور مجھے اپنی طرف سے مددگار غلبہ دے۔

یعنی اس میں تنازعہ کرنے والوں سے کیونکہ یہ وہ مقام شریف ہے۔
 جس کے صاحب کا ہمیشہ حسد کیا جاتا ہے۔ چونکہ نفوس اس کی طرف نہیں
 پہنچتے تو اس میں ان کے اس حال کی تعظیم کے لئے جس پر وہ ہیں، وجوہ
 تدرج سے وجہ طلب کرتے ہیں۔ یہاں تک کہ اس مقام شریف سے ان کی طرف
 نقص منسوب نہ ہو سکے۔

پس اس مقام والا اس محبت کے ساتھ نصرت طلب کرتا ہے جو اس
 مرتبہ کے شرف کا انکار کرنے والوں کے لئے دلیل ہو۔

فَلْجَاءُ الْحَقِّ وَرَهَقَ الْبَاطِلُ ۚ كَانَ زَهُوقًا ۝
 بنی اسرائیل آیت ۸۱

اور فرماؤ کہ حق آیا اور باطل مٹ گیا۔ بے شک باطل کو مٹنا ہی تھا۔
 اور اللہ حق فرماتا اور سیدھے راستے پر چلاتا ہے
 اَلْحَمْدُ لِلّٰہ اٹھارویں باب کا ترجمہ ختم ہوا۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ؕ

انتیسواں باب

علوم کی کمی اور زیادتی کے سبب وَقَلَ رَبِّ زِدْنِي عِلْمًا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ارشاد اِنَّ اللّٰهَ لَيَقْبِضُ الْعِلْمَ انْتِزَاعًا يَنْتَزِعُهُ مِنْ صُدُورِ الْعُلَمَاءِ لیکن بقبض العلماء کے بیان میں ————— !

تجلی وجود الحق فی فلك النفس	دلیل علی مافی العلوم من النقص
وان غاب عن ذاك التجلی بنفسه	فهل مدرك اياه بالبحث والفحص
وان ظهرت للعلم فی النفس كثرة	فقد ثبت الستر المحقق بانص
ولم یبد من شمس الوجود و نورها	علی عالم الارواح تنویر القرص
ولست تنال العین فی غیر مظهر	ولو هلك الانسان من شدة حر من
ولا ریب فی قولی الذی قد ثبتته	وما هو بالزور الموهو والخبر ص

نفس میں وجود حق کی تجلی اس امر پر دلیل ہے جو علوم کی کمی سے ہے اور اگر اس تجلی سے وہ بنفسہ غائب ہو تو کیا مدرس بحث و تلاش سے اس کا ادراک کر سکے گا۔

اور اگر نفس میں علم کے لئے کثرت ہو تو بے شک نقص کے ساتھ پردہ کا اثبات محقق ہو جاتا ہے۔

شمس وجود اور اس کی روشنی سے عالم ارواح پر ٹکیہ سے کوئی چیز

ظاہر نہیں ہوتی۔

اور دوسرے منظر میں آنکھ نہیں پہنچتی۔ اگرچہ انسان حرص کی شدت سے ہلاک ہو جاتے۔

میں نے اپنے جس قول کو نشر کیا ہے وہ لاریب ہے اور یہ ملمع شدہ دروغ اور اٹکل نہیں۔

علم کا زیادہ ہونا

اللہ تبارک و تعالیٰ آپ کی مدد فرماتے جاننا چاہیے کہ ہر ایک حیوان اور ہر ایک موصوفِ ادراک ہے کیونکہ وہ ہر نفس میں اس ادراک کی حیثیت سے علم جدید میں ہے لیکن ادراک کرنے والا شخص کبھی ان سے نہیں ہوتا جو الامقرر کرتے ہیں۔ یہ علم ہے تو یہ نفس الامر میں علم ہے پس عالم کے حق میں علوم کے نقص کے ساتھ متصف ہونا وہ امر ہے کہ اس کے اور اشیا بہ کثیرہ کے درمیان ادراک حائل ہو جاتا ہے جن سے اگر یہ مانع اس کے ساتھ قائم نہ ہوتا تو اس کا ادراک ہو جاتا جیسا کہ وہ شخص جس پر اندھا پن اور بہرہ پن وغیرہ طاری ہو جاتا ہے چونکہ علوم حسب معلوم بلند و پسند ہیں اس لئے ہمتوں کا تعلق ان علوم شریفہ و عالیہ کے ساتھ ہے کہ جب انسان ان کے ساتھ متصف ہو جاتا ہے تو اس کا نفس پاکیزہ اور اس کا مرتبہ عظیم ہو جاتا ہے، پس اس کا اعلیٰ ترین مرتبہ علم باللہ ہے اور علم باللہ کی طرف اعلیٰ ترین راستہ علم تجلیات ہے اور اس کے نیچے علم نظر ہے اور علم نظر کے نیچے کوئی علم الہی نہیں اور سوائے اس کے نہیں کہ وہ عموم خلق میں عقائد ہیں نہ کہ علوم اور یہ علوم وہ ہیں جن کی زیادتی طلب کا

اُمّ اللہ تبارک و تعالیٰ نے اپنے نبی علیہ السلام کو کیا۔ ان میں سے اللہ تبارک و تعالیٰ کا یہ ارشاد ہے۔

وَلَا تَجْعَلْ بِالْقُرْآنِ مِنْ قَبْلِ أَنْ يَقْضَىٰ إِلَيْكَ وَحْيُهُ وَقُلْ رَبِّ زِدْنِي عِلْمًا
اور قرآن میں جلدی نہ کرو جب تک اُس کی وحی پوری نہ ہوئے۔ اور کہو اے میرے رب مجھے علم زیادہ دے
طہ آیت ۱۱۴

یعنی میرے علم کو اپنے کلام سے زیادہ فرما جو تیرے ساتھ علم کو زیادہ کرے کیونکہ یہاں علم سے زیادہ ہونا وحی کے وقت شرفِ ثانی کے ساتھ علم ہے اور معلّم کے ساتھ وہ ادب کرتا ہے جو اس کے ساتھ آپ کے رب سے پہلے آیا۔ اس لئے یہ آیت سمجھیے ہے۔ اُس کا ارشاد ہے۔

وَعَسَىٰ الْوَجْهُ لَبِئْسَ الْقِيَوْمُ

اور سب منہ جھک جائیں گے زندہ اور قائم رہنے والے کے حضور۔ طہ آیت ۱۱۰

یعنی ذات تو علوم سے مراد تجلی ہے اور تحصیلِ علوم کی طرف تجلی اثرن راستہ ہے اور یہ علوم اذواق ہیں۔

اسمِ ظاہر کی تجلی

جاننا چاہیے کہ زیادہ اور کم کے لئے ایک اور باب ہے۔ اس کا بھی انشاء اللہ العزیز تذکرہ کیا جائے گا اور یہ اللہ تبارک و تعالیٰ نے ہر چیز کے لئے اور نفسِ انسان کے لئے جملہ اشیاء سے ظاہراً اور باطناً مقرر فرمایا ہے۔ تو وہ امور جن کا ادراک ظاہر کے ساتھ ہوتا ہے اُن کا نام عین ہے اور جن امور کا ادراک باطن کے ساتھ ہوتا ہے اُن کا نام علم ہے اور حق سبحانہ ظاہر و باطن ہے اسی میں ادراک واقع ہوتا ہے کیونکہ ہر مبدء اللہ کو یہ قدرت

نہیں کہ بنفسہ کسی چیز کا ادراک کرے۔ اور اس کا ادراک اُس امر کے ساتھ ہے جو اللہ تبارک و تعالیٰ نے اس میں مقرر فرمایا اور حق کی تجلی ہر ایک کے لئے جس کے لئے عالم غیب یا شہادت سے تجلی ہے اسم ظاہر سے ہے۔

اسم باطن سے تجلی نہیں ہوتی

رہا اسم باطن؛ تو اس کی نسبت حقیقت سے ہے اس میں دنیا و آخرت میں کبھی تجلی واقع نہیں ہوگی کیونکہ تجلی اُس کے ظہور سے عبارت ہے جس کے لئے اس تجلی گاہ میں تجلی فرماتے۔ اور وہ اسم ظاہر ہے کیونکہ نسبتوں کی معقولیت غیر متبدل ہے۔ اگرچہ اُس کے لئے وہ عینی وجود نہیں لیکن اُس کے لئے عقلی وجود ہے تو یہ معقول ہے۔

پس جب حق کی تجلی اس میں احسان یا سوال کے جواب میں ہوتی ہے تو ظاہر نفس کے لئے تجلی کے لئے ہے تو برزخ تمثیل میں صورت میں جس کے ساتھ ادراک واقع ہوتا ہے۔

اگر عالم شریعت ہے

اگر حامل تجلی علماء شریعت سے ہے تو اس کے نزدیک علوم احکام میں زیادتی ہوگی اور اگر منطقی ہے تو اس کے علوم موازین زیادہ ہوں گے اور اگر نحوی ہے تو اس کے میزان کلام کے علوم میں زیادتی ہوگی۔ ایسے ہی علوم اکوان اور غیر اکوان کے ہر صاحب علم کے لئے اُس علم میں فی نفسہ زیادتی ہوگی جسے وہ حاصل کرنا چاہتا ہے۔

صاحبانِ کشف

پس اسے طریقت والے جانتے ہیں کہ یہ زیادتی علمِ اس تجلّی الہی ان صفا کے لئے واقع ہوئی ہے۔ کیونکہ جو ان کے لئے کشف ہوتا ہے وہ اس کے انکار پر قادر نہیں جب کہ جو عارفین نہیں ہیں وہ زیادتی علم کو محسوس کرتے ہیں اور اسے اپنے افکار کی طرف منسوب کرتے ہیں۔ ان دونوں کے علاوہ جو زیادتی علم کو پاتے ہیں اور اس زیادتی کو نہیں جانتے ان کے اشیاف کی مثل میں ہے کہ :

كَمْثَلٍ لِّمَنْ رَّيَحْمِلُ اسْفَادًا بِئْسَ مَثَلُ الْقَوْمِ الَّذِينَ كَذَّبُوا بِآيَاتِ اللَّهِ الْجَمْعَةُ هـ

کھٹے کی مثال ہے جو پیٹھ پر کتابیں اٹھائے بری مثال ہے ان لوگوں کی جنہوں نے اللہ کی آیتیں جھٹلائیں

اور یہ ہے زیادتی علم اور اس کی اصل ان لوگوں پر تعجب ہے جو اسے اپنے افکار کی طرف منسوب کرتے ہیں اور اس گروہ کا فرد نہیں جانتا کہ اس کی فکر و نظر اور مسائل میں سے کسی مسئلہ پر اس کی بحث میں جو علوم کی زیادتی ہے فی نفسہ اس تجلّی سے ہے جس کا ہم نے ذکر کیا۔

علمِ حال کا حجاب

پس دیکھنے والا اپنی نظر کے متعلق اور اپنے مطلب کی غایت کے ساتھ مشغول ہوتا ہے اور وہ علمِ حال سے حجاب میں ہے۔ پس وہ مزید علم کا شعور نہیں کرتا اور جب اسمِ ظاہر کے ساتھ باطن نفس کے لئے بھی تجلّی واقع ہوتی ہے تو عالمِ حقائق اور مواد سے مجرد معانی میں بصیرت کے ساتھ ادراک

واقع ہوتا ہے اور یہ اُس سے نصوص کے ساتھ تعبیر ہوتا ہے۔ کیونکہ نص وہ ہے جس میں نہ اشکال ہے اور نہ وجہ میں سے کسی وجہ کے ساتھ احتمال ہو۔ اور یہ نہیں مگر معانی میں۔

پس صاحبانِ معانی یہ تکلیف فکر سے راحت میں آجاتا ہے تو تجلی کے وقت اُس کے لئے علومِ الہیہ، علومِ اسرار، علومِ باطن اور متعلقاتِ آخرت میں زیادتی ہوتی ہے اور یہ امر ہمارے طریقِ دالوں کے لئے مخصوص ہے تو یہ زیادتی علم کا سبب ہے۔

علم کی کمی کا باعث کیا ہے

رہا اس کے نقص اور کمی کا سبب؟ تو یہ نشاۃ کی اصل میں مزاج میں بُرائی یا اس کی طرف بلانے والی قوت میں عارضی فسادانیت ہے اور یہ زبردستی نہیں جاتی جیسا کہ حضرت خضر علیہ السلام نے لڑکے کے حق میں فرمایا کہ یہ طبعاً کافر ہے اور یہ اصل نشاۃ کے بارے میں ہے۔

رہا امر عارضی؟ تو اگر قوت میں طیت کے ساتھ ہوگا تو زائل ہو جائے گا اور اگر نفس میں ہے تو اُس کا حُبِ ریاست اور اتباعِ شہوات کا فتنل اُسے اُن علوم سے روک دیتا ہے جس میں اُس کا شرف اور اُس کی سعادت تھی تو یہ بھی دائمی حق کے ساتھ اُس کے قلب سے زائل ہو جاتا ہے تو فکرِ صحیح کی طرف رجوع کرتا ہے اور جان لیتا ہے کہ مسافر کی منزلوں سے دنیا ایک منزل ہے اور وہ پل کو عبور کر رہا ہے۔

یہاں انسان کا نقص علوم و مکارمِ اخلاق اور لہارت و تنزیہ سے ملا اعلیٰ کی صفات کا محل نہیں ہوتا اور شہواتِ طبعیہ نظرِ صحیح سے پھر دیتی

ہیں۔ اور علومِ الہیہ سے روک دیتی ہیں تو اس میں وہ شروع کو پڑتا ہے تو یہ بھی علوم کی کمی کا باعث ہے اور علوم کے نقص اور کمی کا معنی انسان میں عیب نہیں مگر علومِ الہیہ کی کمی ہے۔ مگر حقیقت یہ عطا کرتی ہے کہ وہاں ہرگز نقص نہیں۔ اور انسان کو جو اس کے حواس عطا کرتے ہیں اس کی جہت سے اور اس کے نفس و خاطر کے تعلقات کی جہت سے اس کے علم میں ہمیشہ زیادتی ہوتی رہتی ہے لیکن اس میں نفع نہیں۔ اور گمان و شک نظر و جہل غفلت و نسیان اور اس کی مثل ہر امر کے ساتھ علم نہیں ہوگا جس میں آپ گمان و شک، یا نظریا جہل یا غفلت و نسیان کے حکم میں ہیں۔

علومِ تجلی کی کمی بیشی

رہی علومِ تجلی میں کمی یا زیادتی، تو انسان و حالتوں سے ایک پر ہے۔ انبیاء علیہم السلام کا تبلیغ کے لئے نکلتا یا اولیاءِ رام کا اور اہل نبویہ کے حکم سے تبلیغ کرنا، جیسا کہ حضرت بایزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ کو جب نیابت کا خلعت پہنایا گیا تو انہیں فرمایا: میری مخلوق کی طرف میری صفت کے ساتھ نکلیں جو آپ کو دیکھے گا وہ مجھے دیکھے گا تو انہیں اپنے رب کے امر کی اتباع کے سوا کچھ تشنہ تھی۔ پس وہ اپنے رب کی طرف سے اپنے نفس کی طرف گامزن ہوتے ہی بے ہوش ہو گئے۔ پس جب بیدار آئی کہ میرے دوست کو میری طرف لوٹا دو۔ اس کے لئے مجھ سے صبر نہیں تو وہ حق میں ہلاک ہو چکے تھے۔

بارگاہ سے نکلنے کے بعد

جیسا کہ حضرت ابی عقال مغربی کو اس مقامِ استہلاک کی طرف لوٹایا گیا۔

جس میں اُن کے لئے ارواحِ موکلہ مویّد تھیں جب اُنہیں نکال دینے کا امر ہوا تو اُنہیں حق کی طرف لوٹا دیا اور اُنہیں تذلل و محتاجی اور انکساری کا خلعت پہنا دیا تو اُن کی زندگی طیب ہو گئی اور اُنہوں نے اپنے رب کو دیکھا تو اُن کے اُس واسطہ راحت میں اُس عاریتاً امانت کو اٹھانے سے اضافہ ہو گیا جو اُن سے لازماً لے لی جاتی۔

معراجِ انسانی کے مدارج

انسان جس وقت معراج کے زینہ میں ہوتا ہے اُس وقت اُس کے لئے اُس کی معراج کے زینہ کے مطابق اللہ تبارک و تعالیٰ کی تجلّی ہوتی ہے کیونکہ اہل اللہ سے ہر شخص کے لئے مخصوص زینہ ہے اُس کے علاوہ اُس میں کوئی ترقی نہیں کرتا۔ اگر کوئی کسی دوسرے کے زینہ میں ترقی کر سکتا تو نبوتِ انسانی ہوتی۔ کیونکہ ہر زینہ اُس کی ذات کے لئے جو خاص مرتبہ عطا کرتا ہے ہر ایک اُسی میں ترقی کرتا ہے۔ اگر علماء انبیاء کرام کے زینہ میں ترقی کر سکتے تو اِس ترقی کے ساتھ اُنہیں بھی نبوت پہنچتی۔ اور یہ امر ایسے نہیں۔

اور تکرارِ امر کے ساتھ وسعتِ الٰہی زائل ہو جاتی ہے؛ اور ہمارے نزدیک ثابت ہے کہ اُس کی جناب میں تکرار نہیں سہواتے اِس کے کہ بلند یوں کے درجات میں تمام انبیاء و اولیاء اور مومنین و رسول برابر پر ہیں اور زینے پر زینہ ایک درجہ بھی زیادہ نہیں ہوتا۔ پس پہلا درجہ اسلام ہے۔ وادّۃ التّہات و التّقدیر ہے۔ دوسرا درجہ عروج میں فنا اور خروج میں بقا ہے اور دونوں کے درمیان جو باقی ہے وہ ایمان و احسان

علم، تقدیس و تنزیہ، غنا و فقر، ذلت و عزت اور تلوین ہے اور اگر تو خارج ہوگا تو تلوین و فنا میں تکمیل ہوگی اور اگر تو اس پر داخل ہوگا تو بقا ہوگی۔ تیرے خروج میں اس سے ہر درجہ میں تیرے باطن سے نقص ہوگا۔ بقدر اُن علوم تجلی کے زیادہ ہونے کے جو تیرے ظاہر میں دوسرے درجہ کی طرف منتہی ہوتے ہیں، پس اگر تو نکلے گا تو دوسرے درجہ کی طرف پہنچ جاتے گا جو تیرے ظاہر میں بذاتہ تیری قدر پر ظاہر ہے اور تو اس کی مخلوق میں اس کا منظر ہوگا اور تیرے باطن میں اس سے ہرگز کوئی چیز باقی نہیں رہے گی۔ اور تجھ سے ایک جسد تجلیات باطن زائل ہو جائے گی۔

عبد عبد ہے رُب رُب ہے

پس جب تجھے اس کے دخول کی طرف بلایا جائے گا تو یہ پہلا درجہ ہے جو تیرے لئے تیرے باطن میں بقدر اس تجلی کی کمی کے تجلی کرے گا جو تیرے ظاہر میں دوسرے درجے کی طرف منتہی ہوتی ہے تو وہ تیرے باطن پر بذاتہ ظاہر ہوگا اور تیرے ظاہر میں ہرگز تجلی باقی نہیں رہے گی۔ اس کا سبب یہ ہے کہ بندہ اور رب ہر ایک اپنی ذات کے لئے کمال وجود میں ساتھ ہیں۔ پس باوجود اس زیادتی اور کمی کے عبد ہمیشہ عبد اور رب ہمیشہ رب ہے۔

خدا کے سوا ہر موجود مُرکب ہے

پس ظاہر و باطن میں علوم تجلیات کی کمی بیشی کا یہی سبب اور اس ترکیب کا باعث ہے اسی لئے اللہ تبارک و تعالیٰ کی پیدا فرمودہ تمام مخلوق کی مُرکب عین میں اس کے لئے ظاہر ہے اور اس کے لئے باطن ہے اور

وہ جسے بساط میں سنا جاتا ہے یہ امور معقولہ ہیں ان کے لئے اعیان میں وجود نہیں۔ پس اللہ تبارک و تعالیٰ کے سوا ہر موجود مرکب ہے۔ یہ امر ہمیں کشف صریح نے عطا کیا ہے جس میں ریب و مریت نہیں اور یہی اُس کے لئے محتاجی کو ساتھ رکھنے کا موجب ہے۔ کیونکہ یہ اُس کا ذاتی وصف ہے۔

اگر تو نے جان لیا ہے تو ہم نے تیرے لئے راستہ واضح کر دیا ہے اور تیرے لئے معراج کا زینہ نصب کر دیا ہے۔ پس راستہ پکڑ اور عروج حاصل کر اور اُسے دیکھ اور اُس کا ثابہ کہ جہم نے تیرے لئے بیان کیا اور جب ہم نے تیرے لئے معارج کے درجے متعین کر دیئے تو تیرے لئے اُس نصیحت میں سے کچھ باقی نہیں چھوڑا جس کے ساتھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہمیں حکم دیا تھا۔ اگر ہم تیرے لئے ثمرات و نتائج تصنیف کر دیتے اور تیرے لئے راستہ مقرر نہ کرتے تو یہ تیرے شوق کے لئے مشکل امر ہوتا کہ تو اُس کی طرف ملانے والے راستہ کو نہ جان سکتا، قسم ہے اُس ذات کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے بے شک یہی معراج ہے۔

اور اللہ سبح فرماتا اور سیدھا راستہ دکھاتا ہے۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ اَنْیَسُوْیْنَ بَابُ کَا تَرْجَمَہُ تَمَامُ ہُوَا ۔

نترحات میکہ جلد سوم بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ۝

بلیسوال باب

علم عیسوی کا بیان اور یہ علم کہاں سے آیا اور کہاں منتہی ہوا۔ اور
اس کی کیفیت اور کیا اس کا تعلق عالم کی لمباتی سے ہے یا چوڑائی
سے یا دونوں سے ہے ؟

علم عیسیٰ ہوالذی	جہل اخلق قدرہ
کان یحییٰ بہ الذی	کانت الارض قبرہ
قاوم النفع اذن من	غاب فیہ وأمرہ
ان لاہوتہ الذی	کان فی الغیب صہرہ
ہو روح مثل	أظہر اللہ سرہ
حامن غیب حضرة	قد محالہ بدرہ
صار خفا من بعد ما	کان روحا فقرہ
واتہی نیہ أمرہ	خباہ و سرہ !
من بکن مثله فقد	عظم اللہ أجرہ

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا علم وہ ہے کہ اس کی قدر کا مخلوق کو
علم نہیں۔

آپ اس علم کے ساتھ اسے زندہ کرتے تھے جس کی قبر زمین ہوتی۔

اُس میں جو اذن اور اُس کا امر غائب ہے اُس کے مقابل میں پھونک آتی ہے شک اُس کا لاہوت وہ ہے جس سر غیب میں ہے۔

وہ ثانی روح ہے جس کا راز اللہ تبارک و تعالیٰ نے ظاہر فرمایا۔ غیب سے ایک حضرت کا ظہور ہوا۔ اللہ تبارک و تعالیٰ نے اُس کے

بذر کو مٹا دیا۔

وہ ایک روح تھی جو خلق ہوئی تو اُسے غفلت ہو گئی۔

اُس میں اُس کے امر کی انتہا ہوئی تو اُسے اور اُس کے راز سے

محبت ہو گئی۔

جو اُس کی مثل ہو گا اللہ تبارک و تعالیٰ اُس کے اجر کو بڑا کرے گا۔

علم عیسوی پھونک ہے

اللہ تبارک و تعالیٰ آپ کی مدد فرماتے۔ جاننا چاہیے کہ علم عیسوی علم حروف ہے اس لئے انہیں پھونک عطا کی گئی اور یہ ہوا ہے جو جوہر قلب سے خارج ہوتی ہے اور یہی روح حیات ہے جب ہوا اپنے خروج کے راستے میں جسم کے قبضہ کی طرف آتی ہوئی قطع ہوتی ہے تو ان مقامات انقطاع کا نام حروف ہے اور حروف کے وجود ظاہر ہو جاتے ہیں پس جب حروف کا ملاپ ہوتا ہے تو معانی میں حیاتِ حسیہ ظاہر ہوتی ہے اور یہی وہ امر ہے جو عالم کے لئے حضرت البیہ سے پہلے ظاہر ہوتا ہے اور اعیان کے لئے اُن کے عدم کے حال میں سوائے سمیع کے کوئی نسبت نہ تھی پس اُن کے عدم کے حال میں اُن کی ذوات میں امر الہی کو قبول کرنے کے لئے مستعد اعیان تھے جب اُن پر وجود وارد ہوا۔

جب اللہ تبارک و تعالیٰ نے اُن کے وجود کا ارادہ کیا تو اُن کے لئے کُن فرمایا۔ تو وہ پیدا ہو کر اپنے اعیان میں ظاہر ہو گئے۔ پس کلام الہی وہ پہلی چیز ہے جس نے اللہ تبارک و تعالیٰ کی طرف سے اُس کلام کا اِدراک کیا جو اللہ تعالیٰ سبحانہ کی شان کے لائق تھا۔

پس پہلا ترکیبی کلمہ کُن ہے اور یہ تین حروف سے کات وَاو اور نون سے مرکب ہے اور ہر حرف میں تین حروف کا جذر ہے اور تینوں سے نو حروف ظاہر ہوتے ہیں اور یہ پہلے افسراد ہیں جو کُن سے نو کے وجود کے ساتھ اعدادِ بساطِ مہنتی ہوتے ہیں۔ پس کُن کے ساتھ معدود اور عدد کی عین ظاہر ہوئی۔ اِس سے یہاں مقدمات کی اصلی ترکیب تین سے ہے اگرچہ چار میں ظاہر ہوتی ہے کیونکہ دونوں مقدمات میں واحد کا تکرار ہوتا ہے تو یہ تین ہیں اور کائنات فرد سے پیدا ہوئی ہے واحد سے نہیں۔ حق تبارک و تعالیٰ نے اپنے اِس ارشاد میں ہمیں پہچان کر فادی ہے کہ مولدات کی صورتوں میں سببِ حیات نفع الہی ہے۔

فَاذْاَسْوَيْتُهُ وَنَفَخْتُ فِيْهِ مِنْ رُّوْحِي الْمَرْيُت ۲۹
تو جب میں استوار فرما کر اُس میں اپنی رُوح سے پھونکوں

اور یہ نفس ہے جسے اللہ تبارک و تعالیٰ ایمان کے ساتھ زندہ فرماتا ہے تو وہ ظاہر ہوتا ہے حضور رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

اِنَّ نَفْسَ الرَّحْمٰنِ يٰ اَيُّهَا النَّبِيُّ مِنْ قَبْلِ الْيَمِيْنِ؛

بے شک مجھے یمن کی طرف سے رحمن کی ہوا آتی ہے؛

پس اس نفسِ رحمانی کے ساتھ مومنوں کے دلوں میں ایمان اور احکامِ مشروع کی صورت میں زندگی آئی اور حضرت السلام کو یہ نفع الہی یعنی خدا کی پھونک اور اس کی نسبت عطا فرمائی گئی تھی۔ پس حضرت عیسیٰ علیہ السلام پھونک مارتے تو قبر میں صورتِ کائنات کو یا پرندہ کو جسے مٹی سے بناتے اللہ تعالیٰ کے اس اذن سے زندہ کر دیتے جو اس پھونک اور ہوا میں ساری تھا۔

خدا کو خدا سے دیکھتے تھے

اگر اس میں اذنِ خداوندی کا سرِ مان نہ ہوتا تو ہرگز کسی صورت میں حیاتِ حاصل نہ ہوتی۔ پس حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی طرف جو علمِ عیسوی آیا وہ نفسِ رحمان تھا۔ چنانچہ آپ اپنی پھونک سے مردوں کو زندہ کرتے تھے اور یہ علم اُن صورتوں کی طرف منتہی ہوتا ہے جن میں پھونک لگائی جاتی ہے اور یہ وہ حصہ ہے جو اللہ تبارک و تعالیٰ کی طرف سے ہر موجود کے لئے ہے اور اس کے ساتھ اس کی طرف وصال ہوگا۔

جب اُس کی طرف یہ تمام اُتور ہو جاتے ہیں اور جب انسان اپنے پروردگار کی طرف اپنی معراج میں تحلیل ہو جاتا ہے اور اُس کے راستے میں ہر وہ چیز جو اُس کے مناسب ہے لے لی جاتی ہے تو اُس سے باقی نہیں رہتا۔ مگر وہ راز جو اُس کے پاس اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے۔ پس وہ اسے یعنی خدا کو نہیں دیکھتا۔ مگر اُس کے ساتھ اور اُس کا کلام نہیں سنتا۔ مگر اُس کے ساتھ کیونکہ اللہ تبارک و تعالیٰ اس سے پاک ہے کہ اُس کا ادراک ہو سکے مگر اُس کا ادراک اُسی کے ساتھ ہوتا ہے۔

خدا ہی اپنی حمد بیان کرتا ہے

جب یہ شخص اس مشہد سے لوٹتا ہے اور وہ صورت ترکیب پاتی ہے جو اس کی اپنے رب کی طرف معراج میں تحلیل ہو گئی تھی اور اس کی طرف وہ تمام عالم لوٹا دیا جاتا ہے جو اس سے اس کے مناسب لے لیا گیا تھا۔ کیونکہ ہر عالم اپنی جنس سے متعدی نہیں ہوتا تو سب کا اجتماع اس ستر الہی پر ہو جاتا ہے اور اس پر شمولیت ہو جاتی ہے، اسی کے ساتھ صورت حمد کے ساتھ اس کی تسبیح کرتی ہے اور اپنے رب کی حمد بیان کرتی ہے کیونکہ اس کی اس کے ہوا کوئی بیان نہیں کرتا۔

اگر صورت ستر الہی کی حیثیت کی بجائے اپنی اس حیثیت سے اس کی حمد بیان کرتی تو اس صورت پر اللہ تبارک و تعالیٰ کے فضل و امتنان کا ظہور نہ ہوتا جب کہ اس کا احسان و امتنان تمام مخلوق پر ثابت ہے۔ پس ثابت ہوا کہ مخلوق کی طرف سے اللہ تبارک و تعالیٰ کی جو تعظیم و ثنا میں ہوتی ہے اسی ستر الہی سے ہے۔ پس ہر چیز میں اس کی روح سے ہے اور اس میں کوئی چیز نہیں۔

پس حق وہ ہے جو اپنی ذات کی حمد کرتا ہے اور اپنی ذات کی تسبیح بیان کرتا ہے تو اس صورت کے لئے اس تحمید و تسبیح کے وقت جو خیر الہی ہوتی ہے وہ احسان کے باب سے ہے استحقاق کوئی کے باب سے نہیں۔ کیونکہ حق تعالیٰ نے اس کے لئے جو استحقاق مقرر فرمایا ہے اسی حیثیت سے ہے کہ اس شخص نے اس امر کو خود پر واجب کر لیا۔

کلماتِ حروف سے بنتے ہیں

کلماتِ حروف سے ہیں اور حروف ہوا سے ہیں اور ہوا نفسِ رحمانی سے ہے اور اسماء کے ساتھ اکوان میں آثارِ ظاہر ہوتے ہیں اور ان کی طرف علمِ عیسوی منتہی ہوتا ہے۔ پھر انسان ان کلمات کے ساتھ حضرتِ رحمانی مقرر کرتا ہے جو اسے اپنی ذات سے وہ امر عطا کرتا ہے جس کے ساتھ حیات قائم ہوتی ہے جس میں وہ ان کلمات کے ساتھ سوال کرتا ہے تو یہ امر دائمی دوری بن جاتا ہے۔

جاننا چاہیے کہ حیاتِ ارواح حیاتِ ذاتیہ ہے۔ اس لئے ہر ذی روح اپنی روح کے ساتھ زندہ ہے اور جب سامری نے حضرت جبریل علیہ السلام کو دیکھا تو اس نے جان لیا کہ اس کی روح اس کی ذات کی عین ہے اور یہ کہ ان کی حیات ذاتی ہے اور وہ کسی مقام سے نہیں گذرتے۔ مگر وہ مقام ان کی صورتِ ممثلہ کی مباشرت سے زندہ ہو جاتا ہے پس اس نے ان کے نشانِ قدم سے ایک مٹھی بھری اور یہ اللہ تبارک و تعالیٰ کا ارشاد ہے جس میں اس امر کی خبر دی گئی ہے۔

فَقَبَضْتُ قَبْضَةً مِّنْ أَثَرِ الرَّسُولِ طہ آیت ۹۶

تو ایک مٹھی بھری فرشتے کے نشان سے پھر اسے ڈال دیا۔

حضرت عیسیٰ روح میں

چنانچہ جب سامری نے دھات کا بچھڑا اور اس کی صورت بنالی تو اس میں مٹی کی وہ مٹھی ڈال دی تو بچھڑا بولنے لگا۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام رُوح تھے جیسا کہ اللہ تبارک و تعالیٰ نے اُن کا نام رُوح رکھا اور جیسا کہ انسانِ ثابِتہ کی صورت میں رُوح کو پیدا فرمایا۔ جبریل غیر ثابِتہ اعرابی کی صورت میں پیدا ہوئے۔ چنانچہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اکیلی پٹھنک کے ساتھ زندہ کر دیتے تھے۔ پھر اُن کی تائید رُوح القدس سے فرمائی گئی۔ پس وہ امداد کرنے والی رُوح اُکو ان کے میل کچیل سے پاک رُوح کے ساتھ تھی اور اس تمام کی اصل حیاتِ ابدیت کا سرچشمہ حی ازل ہے۔

حُرُوف کی لمبائی چوڑائی

سوائے اس کے نہیں کہ ازل و ابد کی دونوں طرفوں اور وجودِ عالم اور اُس کے حدودِ حی کا امتیاز کر دیا گیا ہے اور یہ علمِ عالم کے طول یعنی علمِ روحانی سے متعلق ہے اور وہ عالمِ معانی و اُمَر ہے اور اس کا تعلق عالم کے عرض سے ہے اور وہ خلق و طبیعت اور اجسام کا علم ہے اور وہ سب اللہ تبارک و تعالیٰ کے لئے ہے۔

أَلَا لَهُ الْخَلْقُ وَالْأَمْرُ تَبَارَكَ اللَّهُ رَبُّ الْعَالَمِينَ الاعراف آیت ۵۴

خبردار خلق و اُمَر اُس کے لئے ہے۔ سارے جہانوں کا پروردگار بہت برکت والا ہے۔

قُلِ الرُّوحُ مِنْ أَمْرِ رَبِّيٰ بنی اسرائیل آیت ۸۵

فرمادیں رُوح میرے رب کے اُمَر سے ہے۔

برکت والا ہے اللہ پروردگار عالموں کا۔

جب آپ ہمارے اہل طریق سے کسی کو حروف کے بارے میں گفتگو کرتے سنیں تو وہ کہے گا فلاں حرف کی لمبائی اتنے گز یا اتنے باشت ہے اور ایسے ہی چوڑائی بیان کرے گا جیسا کہ حلاج وغیرہ ہیں۔ طول سے اس کی مراد عالمِ ابداء میں اس کا فعل ہے اور عرض سے مراد اس کا عالمِ اجسام میں یہ فعل ہے۔ یہ مذکورہ مقدار وہ ہے جو اس کے ساتھ امتیاز کرتی ہے اور یہ اصطلاح حلاج کی وضع کردہ اصطلاحات سے ہے۔

محققین سے جو کُن کی حقیقت کو جان لیتا ہے وہ عالمِ علوی کو جان لیتا ہے اور جو شخص کائنات سے کسی چیز کو اپنی ہمت سے وجود میں لاتا ہے تو یہ امر اس علم سے نہیں۔

نو کے ہند سے کا ظہور کُن سے ہے

چونکہ نو کا ظہور ان تین حرفوں کی حقیقت میں ہوا ہے تو ان سے گنتی کے نو افلاک ظاہر ہوئے اور نو افلاک کی مجموعی حرکات اور کو اکب کی رفتار سے دنیا و مافیہا کو وجود ملا جیسا کہ ان کی حرکات سے ہی دنیا برپا ہوگی۔ ان نو افلاک کی بلند حرکت سے جنت کو اور جو اس میں ہے پیدا کیا گیا اور اس بلند حرکت کے وقت وہ تمام کچھ پیدا ہوا جو جنت میں ہے اور بلند حرکت سے ملحقہ دوسری حرکت سے جہنم اور جو اس میں ہے اور قیامت و بعثت اور حشر نشر پیدا ہوا جس کا ہم نے ذکر کیا تھا کہ دنیا کا ان نعمتوں سے امتزاج ہے جن کا امتزاج عذاب سے ہے اور اس کا بھی ہم ذکر کر چکے ہیں کہ جنت میں تمام نعمتیں ہیں اور جہنم میں تمام عذاب ہے اور یہ

استزاج آن کے اہل میں تقسیم ہو جائے گا۔ پس نشۃ آخری نشۃ دنیوی کا مزاج قبول نہیں کرتی اور یہ وہ فرمان ہے جو دنیوی اور آخری نشۃ کے درمیان ہے مگر جہنم کی پیداوار یعنی جہنمی لوگوں میں جب اللہ تبارک و تعالیٰ کا غضب اور اس کی مدتیں منہتی ہو جائیں گی اور رحمت اُس کے ساتھ ملتی ہو جائے گی جو مدتوں میں سبقت لے گئی ہے تو جہنمیوں میں اُس کا حکم رجوع کرے گا۔ اور اُس کی صورت ہو تو اُس کی صورت تبدیل نہیں ہوگی اور اگر تبدیل ہوگی تو اللہ تعالیٰ کے اذن سے اُن پر پہلے حکم میں عذاب ہوگا۔

اہل جہنم کے عذاب کا دورانیہ

غلب ثانی کی بلندی سے حرکت اُس کی تولیت ہے جس کے ساتھ ہر قابل عذاب کے لئے ہر مقام میں اُن میں عذاب ظاہر ہوگا۔ ہم نے ہر قابل عذاب کے مقام کے بارے میں کہا ہے اِس لئے کہ اِس میں ایسے بھی ہوں گے جو عذاب قبول نہیں کریں گے۔

پس جب یہ مدت ختم ہو جائے گی جو کہ پینتالیس ہزار سال ہے اور اِس مدت میں اہل جہنم پر عذاب ہوتا رہے گا۔ اِس میں متقبل اور وہم عذاب کی مدت تیس ہزار سال ہے پھر اللہ تبارک و تعالیٰ ان پر نیند ۱۰ سال فرمائے گا جس میں وہ احساس سے غائب ہو جائیں گے اور وہ اللہ تبارک و تعالیٰ کا یہ ارشاد ہے۔

یعنی نہ وہ مریں گے اور نہ زندہ ہوں گے۔

اور اہل جہنم کے بارے میں حضور رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے۔

هه الذين هه اهلها لا يموتون فيها ولا يحيون

الحديث

وہ لوگ جو اہل جہنم ہیں نہ اُس میں مرے گے نہ جنیں گے۔

ان اوقات میں اُن کے حال سے مراد اُن کا اپنے احساس سے غائب ہو جانا ہے۔ اُس شخص کی مثل جو اہل عذاب سے دنیا میں درد کی شدت اور زیادہ آلام کی قوت سے بے ہوش ہو جاتا ہے ایسے ہی اہل جہنم اُنیس ہزار سال بے ہوش رہیں گے پھر اُن کی بے ہوشی ٹوٹے گی تو اللہ تعالیٰ اُن کی جلدیں دوسری جلدوں میں تبدیل کر دے گا۔ پس انہیں پندرہ ہزار سال عذاب دیا جائے گا پھر اُن پر بے ہوشی طاری ہو جائے گی تو وہ گیارہ ہزار سال بے ہوشی کی حالت میں ٹھہرے رہیں گے پھر انہیں آفاقہ ہوگا تو اللہ تبارک و تعالیٰ اُن کی جلدوں کو دوسری جلدوں میں بدل دے گا۔ تاکہ عذاب کا ذائقہ چکھیں تو وہ سات ہزار سال عذاب الیم میں گرفتار رہیں گے پھر اُن پر تین ہزار سال بے ہوشی طاری رہے گی پھر اُن کی بے ہوشی رفع ہوگی تو اللہ تبارک و تعالیٰ انہیں اُس شخص کی مثل لذت اور راحت نصیب فرمائے گا جو تکلیف میں سو جاتا ہے اور بیدار ہوتا ہے اور یہ اُس رحمت سے ہے جو اُس کے غضب پر سبقت لے گئی ہے اور ہر چیز میں وسعت رکھتی ہے۔

اہل جہنم پر رحمت

پس اُس وقت رحمت الہیہ کا ابدی حکم اسم واسع سے ہوگا جس کے ساتھ اُس کی رحمت اور علم ہر چیز پر وسیع ہیں، پھر اہل جہنم درد و آلم نہیں

پاتیں گے اور یہ امر ان کے لئے دائمی ہوگا۔ وہ اسے غنیمت خیال کرتے ہوئے کہیں گے ہم بھول گئے۔ ہم سوال کرنے سے ڈرتے ہیں کہ ہمارے نفوس یاد دلا دیں گے کہ اللہ تبارک و تعالیٰ نے ہمارے لئے فرمایا ہے۔

أَخْسَاءُ وَافِئَهَا وَلَا تُكَلِّمُونَ المومن آیت ۱۰۸

اس میں دھتکارے پڑے رہو اور مجھ سے بات نہ کرو

پس وہ سکوت اختیار کریں گے اور جہنم میں مبلس ہوں گے اور ان پر عذاب کے لوٹ آنے کے خوف کے سوا کوئی عذاب باقی نہیں رہے گا۔ پس جو عذاب ان پر ہمیشہ رہے گا وہ اسی قدر رہے اور وہ خوف ہے اور وہ نفسی عذاب ہے جستی نہیں اور جن اوقات میں وہ اس عذاب سے غافل ہو جاتیں گے ان کے نیک کو عذاب جستی سے راحت ہوگی جس کے ساتھ اللہ تبارک و تعالیٰ ان کے دلوں میں یہ امر مقرر کرے گا کہ وہ وسیع رحمت والا ہے اللہ تبارک و تعالیٰ کا فرمان ہے۔

لَا يَمُوتُ فِيْهَا وَلَا يَحْيٰى

پس آج کے دن ہم تمہیں بھلا دیں گے جیسا کہ تم نے ہمیں بھلا دیا تھا۔ جب اہل جہنم کو آلام کا احساس نہیں ہوگا وہ اس حقیقت سے کہیں گے اور ایسے ہی اللہ تبارک و تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

فَسْأَلُكَ فَسْئَلُهُمْ التوبه آیت ۶۷

وہ اللہ کو بھول گئے تو اللہ نے انہیں بھلا دیا۔

وَقِيلَ الْيَوْمَ نَنسَاكُمْ كَمَا نَسِيتُمْ الْجَاهِلِيَّةَ تِثًا ۚ

اور ایسے ہی آج تمہیں بھلا دیا جائے گا۔
یعنی جہنم میں ترک کر دیا جائے گا۔ کیونکہ نسیان کے معنی ترک کرنا ہے اور
ہمزہ کے ساتھ اس کا معنی مٹ کر کرنا ہوگا۔ پس اہل جہنم کا جنت سے حصہ عذاب
کا واقع نہ ہونا ہے اور عذاب سے ان کا حصہ عذاب کا متوقع رہنا ہے کیونکہ
اللہ تبارک و تعالیٰ کی طرف سے ان کے لئے اغیار کے طریق سے امان نہیں ہوگی
اور وہ بعض اوقات متوقع خوف سے مجبور ہو جائیں گے جس سے ایک وقت
دس ہزار سال ایک وقت دو ہزار سال اور ایک وقت چھ ہزار سال کا
عرصہ ہوگا۔

یہ مدت ہمیشہ رہے گی

اس مقدار مذکور سے کبھی نہیں نکلیں گے۔ زمانہ سے لازماً ان کے لئے
اس قدر عرصہ ہوگا۔ جب اللہ تبارک و تعالیٰ اپنے اسمِ رحمن سے انہیں نعمت عطا
کرنا چاہے گا تو وہ اپنے جس حال میں اس وقت ہوں گے اور جس عذاب میں
وہ تھے اس سے نکلنے پر غور کریں گے تو نظر سے اسی قدر نعمت پائیں گے۔ اس
غور کرنے کی مدت ایک وقت ایک ہزار سال ایک وقت نو ہزار سال اور ایک
وقت پانچ ہزار سال ہوگی۔ پس اس مدت میں کمی بیشی بھی ہوگی اور جہنم میں

اُن کا یہ حال ہمیشہ رہے گا۔ کیونکہ وہ جہنم میں رہنے والے ہیں۔ یہ جو ہم نے ذکر کیا ہے تمام عیسوی علم سے ہے جو مقام محمدی کے ورثہ سے ہے۔
 اور اللہ حق فرماتا ہے اور وہ ہی سیدھا راستہ دکھاتا ہے۔
 اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ عِیسٰوِیْنَ باب کا ترجمہ اختتام پذیر ہوا۔

مسلم چشتیہ

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ ط

اکیسواں باب

”ثلاثہ علوم کو نبیہ کی معرفت اور اُن کا ایک دوسرے میں داخل ہو“

علم التوابع علم الفکر بمعہ	علم النتائج فانسبہ الی النظر
ہی الادلۃ ان حقت مسورتہا	مثل الدلالۃ فی الانتی مع الذکر
علی اللہی اوقف الایجاد احمہ	علی حقیقۃ کن فی عالم الصور
والاولولہ سکون اللون اظہرہا	فی العین قائمۃ تمشی علی قدر
فاعلم بان وجود الکنون فی فلک	وی توحہ فی جوہر البشی

ہم تو اُلج یعنی ایک کا دوسرے میں داخل ہونا علم فکر ہے۔ اُس علم کا نام ہی پس اس کی نظر نسبت کی طرف ہے۔

یہ دلائل ہیں اگر تم ان کی صورت کو تحقیق کے ساتھ جاننا چاہو تو اس کی مثل نمونہ میں مذکور کے ساتھ دلائل ہے۔

اُس ذات پر جس نے عالم سور حقیقت کُن پر تمام ایجادات کو واقعیت بخشی ہے

اگر لون ساکن نہ ہوتا تو اوّٰء عین میں ظاہر کرتی اور وہ انداز سے پر چلتی۔

پس جان لیں فلک میں اور اُس کی توجہ میں اور جو ہر بشریہ میں وجود کون ہے

اللہ تعالیٰ آپ کی مدد فرمائے جاننا چاہیے کہ یہ علم تولد و تناسل ہے اور یہ علوم

اکوان سے ہے اور اس کی اصل علم الہی سے ہے۔

میں ہم پہلے اُس صورت کو بیان کریں گے جو اکوان میں ہے۔ بعد ازاں آپ کے

لئے علم الہی میں ظاہر کریں گے کیونکہ ہر علم کی اصل علم الہی سے ہے کیونکہ ہر ماسوا

اللہ تبارک و تعالیٰ سے ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔ !

وَسَخَّرَ لَكُم مَّا فِی السَّمٰوٰتِ وَمَا فِی الْاَرْضِ ۚ وَجَزٰیۤنَ دَاسْمٰنِ مِیۤنَ ہے عام تہاے
جَمِیۡعًا مِّنۡہٗۤ اِیۡمَۃً اٰیۃً

پس یہ علم نوح ہر چیز میں جاری و ساری ہے۔ اور یہ علم التہام یعنی آپس میں
میل جول یعنی نکاح کا علم ہے۔

ان میں سے حتی معنوی اور الہی علم ہے۔ پس جاننا چاہئے جب آپ اس کی
حقیقت معلوم کرنا چاہیں تو پہلے عالم حس میں نظر کریں پھر عالم طبیعت میں پھر روحانی
معانی میں، پھر علم الہی میں، علم حس میں اس طرح جان لیں کہ جب اللہ تبارک و تعالیٰ
چاہتا ہے کہ تیری ذات کو شخصوں کے درمیان ظاہر کرے ان دونوں سے اس کا
نیجہ برآمد ہوتا ہے۔ اور یہ صحیح نہیں کہ ان دونوں میں تیسرا ظاہر ہو جب تک کہ دونوں
کے ساتھ تیسرا حکم قائم نہ ہو۔

یہ ایسے ہی ہوگا :

اور یہ ایسے ہوگا کہ دونوں میں سے ایک دوسرے کے ساتھ جماعت کی موت
بل جائے چنانچہ جب مخصوص وجہ اور شرط کے ساتھ اجتماع ہوگا اور مقام ولادت
کے قابل ہو اور جب بیج کو قبول کرے تو اسے فاسد نہ کر دے اس میں صورت
افتتاح کو قبول کرے اور یہ اجتماع دوسرے کا ہوں کا ملاپ اور شہوت کے ساتھ
پانی یا ہوا کا انزال ہے۔

قبول کرے تو لازماً تیسرے کا ظہور ہوگا اور اس کا نام بیہ ہوگا اور دونوں
کا نام والدین ہوگا اور تیسرے کے ظہور کا نام ولادت اور دونوں کے اجتماع کا
نام نکاح یا سفاح ہوگا۔ یہ امر حیوان میں محسوس اور وقوع پذیر ہوتا ہے۔
ہم نے مخصوص وجہ اور مخصوص شرط کا ذکر کیا ہے کیونکہ نکاح کے ساتھ

مذکورہ موت کے اجتماع سے اولاد پیدا نہیں ہوتی مگر اُس شجر کے حصول کے ساتھ پیدا ہوتی ہے جس کا ہم نے ذکر کیا ہے۔ عنقریب ہم اس کے معنی و مباحث سے بیان کریں گے جبکہ یہی مطلوب ہے۔

عالم طبعیات میں ہے کہ جب آسمان سے بارش کا پانی اترتا ہے اور زمین اُس کو قبول کر کے سیدھی ہوتی ہے۔ تو یہ اُس کا محل ہے۔

ایک جنس سے سرور و شادمان جوڑے اگاتی ہے ایسے ہی کھجور اور درخت کے پیوند کے لئے ہے۔ لوالہ کے لئے فرمانِ خداوندی ہے۔

وَمِنْ كُلِّ شَيْءٍ خَلَقْنَا زَوْجَيْنِ "ہم نے ہر چیز سے جوڑے پیدا کئے"
(الذاریات آیت نمبر ۴۹)

اشیاء یا مفرد میں یا مذکر

رہے معانی تو جان لیں کہ اشیاء دو قسمیں ہیں مفردات اور مرکبات چنانچہ مرکبات کے علم سے مفرد کا علم مقدم ہے اور مفرد کا علم صفت اور عدد کے ساتھ اور مرکب کا علم دلیل و برہان سے ہوتا ہے۔

جب آپ جاننا چاہیں کہ کیا وجود عالم سبب سے چلے ہے تو دو مفردوں کی طرف اعتماد کریں یا اُس پر جو مقدمہ بشرطہ کی مثل دو مفردوں کے حکم میں ہے۔ دونوں میں سے ایک مفرد کو مبتدا کا موضوع مقرر کریں یا دوسرے مفرد کو اس کے ساتھ طریق جنبا پر عمل کریں مگر کہیں کل حادث ہے۔ اور اس کا نام مبتدا اس لئے ہے کہ اس کے ساتھ آپ نے ابتداء کی، کیونکہ یہ موضوع اول ہے جسے اس لئے وضع کیا ہے کہ اس پر اُسے حل کیا جائے۔ جس کے ساتھ آپ اس سے خبر دیں۔

اور وہ مفرد ہے کیونکہ اس میں مضاف مفرد کے حکم میں ہے مندرجہ ذیل ہے کہ آپ صفت کے ساتھ مدوت کے معنی جان لیں اور ہر اس چیز کے معنی جان لیں جو اس کی طرف مضاف ہے۔ اور اس کے لئے جیسا کہ محیط تفصیل یعنی حصار قائم کیا گیا ہو کیونکہ زبان میں وضع کے ساتھ ہر چیز حصر کا اقتضا کرتی ہے۔

جب آپ حادث کو جان جائیں گے اس وقت آپ اس پر دوسرے مفرد کو محل کریں گے اور یہ آپ کا قول ہے۔ تو اس کے لئے ایک سبب ہے جس کے ساتھ آپ اس سے خبر دیں گے تو مندرجہ ذیل ہے کہ آپ اس سبب کے معنی اور وضع میں اس کی معقولیت کو بھی جان لیں۔

مفردات کا یہ وہ علم ہے جو حد کے ساتھ مقتض ہے جس ان دونوں مفردوں سے صورت مرکبہ قائم ہوئی جیسا کہ حیوانیت اور فطرت سے انسان کی صورت قائم ہوئی پس اس میں آپ انسان کو حیوان مطلق کہیں گے۔ مفردین کی ترکیب کو ایک دوسرے پر محل کرنے سے کچھ نتیجہ برآمد نہیں ہوتا۔ مگر یہ وہ دعویٰ ہے جس کا مدعی اس کی صحت پر دلیل کا محتاج ہے یہاں تک کہ موضوع سے اس خبر کی تصدیق ہو جس کی اس کے ساتھ خبر دی ہے۔

ہم سے یہ امر اس وقت تسلیم کیا جائے گا جب دعویٰ میں خاص طور پر ضرب النسل کے طور پر خوف طوالت ہو۔ اور میری یہ کتاب معانی کے میزان کا مقام نہیں اور سوائے اس کے نہیں کہ یہ علم منطق پر موقوف ہے کیونکہ مندرجہ ذیل ہے کہ ہر مفرد معلوم ہوا اور جس کے ساتھ مفرد موضوع سے خبر دی جائے وہ جتنی بھی یا نظری برہان کے ساتھ دونوں کی طرف راجع ہے۔

پھر آپ دوسرے مقدمہ طلب کریں اور اس میں دہی محل کریں جو پہلے میں کیا اور لازم ہے کہ دونوں مذکور مفردوں کے دونوں مقدموں میں سے کوئی ایک ہو۔

اور یہ ترکیب کی صورت میں چار اور معنی میں تین ہیں۔ انشاء اللہ ہم اس کا ذکر کریں گے۔ اور اگر اس طرح نہیں ہوگا تو ہرگز نتیجہ برآمد نہ ہوگا۔

پیدايش عالم سبب سے ہے

آپ کہیں گے کہ جس مسئلہ کی مثال ہم نے دوسرے مقدمہ میں بیان کی ہے عالم حادث ہے؛ اور اس میں مفرد کے ساتھ اس علم کو طلب کریں گے جو معرفت عالم سے پہلے مقدمہ میں طلب کیا تھا اور اُسے اپنے قولِ حادثات کے ساتھ آپ نے حدوث پر حمل کیا ہے اور یہ حادثات جس مقدمے میں حمل کیا جائے گا وہ پہلے مقدمہ میں موضوع ہے۔ جب اس سبب پر حمل کیا تو دونوں مقدموں میں حادث کی تکرار ہوگی۔ اور دونوں کے درمیان رابطہ کرنے والا ہوگا۔

جب یہ ارتباط ہو گیا تو اس ارتباط کا نام وجہ دلیل ہوگا اور دونوں کے اجتماع کا نام دلیل اور برہان ہوگا اور نتیجہ یہ نکلے گا کہ حدوثِ عالم کے لئے لازم اسبب ہے۔ پس علت حدوث اور حکم سبب ہے تو حکم علت سے عام ہے۔ کیونکہ اس علم میں شرط ہے کہ حکم علت سے عام یا مساوی ہو اور اگر ایسا نہیں تو ان امور عقلیہ میں مصدق نہیں۔

اگر آپ مغروریت میں افراط کرتا چاہیں گے تو جب اس مثل کو جانتا چاہیں گے کہ نبیذ حرام ہے تو اس طریقہ سے کہیں گے کہ ہر نشہ والی چیز حرام ہے اور نبیذ نشہ لاتی ہے تو وہ حرام ہے۔

حرمت کے اور سبب بھی ہیں

اس میں آپ کا اعتبار امور عقلیہ میں اعتبار کرنے کی صورت میں ہوگا جیسا

کہ ہم نے آپ کے لئے مثال بیان کی پس تحریم کا حکم ہے اور علت اس کا ہے۔
یعنی نشہ کی حالت ہے۔ پس حرمت کے لئے حکم عقل موجبہ سے عام ہے کیونکہ
تحریم کے لئے دوسرے امر میں نشہ کے علاوہ دوسرا سبب بھی ہو سکتا ہے۔
جیسا کہ غصب، سرقت اور گناہوں میں حرکت ہے اور یہ وجود تحریم کی حرمت
میں ملتی ہیں۔

پس اس خاص وجہ سے سچ نکلا اور آپ کے لئے اس تقریب کے ساتھ
معافی کا میزان اور نتائج ہیں۔

فردیت کے علاوہ نتیجہ نہیں

سوائے اس کے نہیں کہ وہ لواحق کے ساتھ ان دونوں مقدموں میں ظاہر ہو
جو جنس میں ماں باپ کی طرح ہیں اور یہ دونوں تین سے یا اس سے مرکب ہیں جو
تین کے حکم میں ہیں۔ کیونکہ اضافت اور شرط میں جملہ کے لئے ایک ہی معنی ہوتا ہے
پس فردیت کے علاوہ نتیجہ ظاہر نہیں ہوتا۔

اصل قاعِل خُصْرَا

کیونکہ اگر شفع ہو اور ایک ساتھی کی خاص صحبت نہ ہو تو شفع سے کبھی کوئی
درست چیز نہیں پائی جائے گی پس وجود عالم میں شریک باطل ہے اور ایک کا
فعل ثابت ہے اور موجودات سے اُس کے وجود کے ساتھ موجودات کا ظہور ہوا
تو آپ کے لئے ظاہر ہے کہ اگرچہ فعل بندوں سے ظاہر ہوتے ہیں مگر اللہ تبارک
و تعالیٰ نہ ہوتے تو فعل ظاہر نہ ہوتا، یہ میزان صورت اور ایجاد کے ساتھ بندوں
کی طرف افعال کی اضافت کے درمیان ہے جو افعال اللہ تعالیٰ کے لئے ہیں۔

اللہ تبارک و تعالیٰ کا ارشاد ہے :-

وَاللَّهُ خَلَقَكُمْ وَمَا تَعْمَلُونَ

”اور اللہ تعالیٰ نے تمہیں اور تمہارے

اعمال کو پیدا کیا۔

صفات آیت ۹۶

یعنی تمہارے اعمال کو پیدا کیا تو عَلُّ اُن کی طرف منسوب ہیں اور ایجاد اللہ تعالیٰ کی طرف مضاف ہے۔ خلق کا لفظ ایجاد کے معنوں میں بھی ہے اور تفسیر کے معنوں میں بھی جیسا کہ نفذ خلقِ فعل کے معنوں میں بھی پایا جاتا ہے جسکی مثال اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد میں ہے۔

مَا أَشْهَدُ لَهُمْ خَلَقَ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ

میں نے زمین اور آسمانوں کے بنانے

کے وقت انہیں گواہ نہ بنایا تھا۔

الکہف آیت ۵۱

نیز خلق کا معنی حقوق بھی ہوتا ہے جس کی مثال اللہ تعالیٰ اس فرمان میں

ہے۔

جو اللہ تعالیٰ نے اس کے ارحام میں پیدا

خَلَقَ اللَّهُ فِيْ اَرْحَامِهِمْ

کیا۔

البقرہ آیت ۲۲۸

جاننا چاہیے کہ یہ تو الٰہی و تولد علم الٰہی میں ہے اور حق تعالیٰ کی ذات سے ان میں برگزیدہ کوئی چیز ظاہر نہیں ہوتی۔

اہل حق کا مذہب

اُس کی ذات کی طرف دوسرا امر منسوب نہیں ہو سکتا اور اہل سنت اہل حق کے نزدیک اس ذات کی طرف یہ نسبت ہے کہ وہ ایجاد پر قادر ہے یا اُس کی طرف احتیاج ہے۔ لیکن اس کے سیاق میں اہل حق کے مخالفین سے غرض ہے تاکہ اس کے نزدیک تقریر کریں کہ اُس کی ذات کے لئے وجودِ عالم کی نسبت

اُس کی ذات ہونے کی بنا پر نہیں جبکہ وہ عالم کو اُس کے وجود کے ساتھ علت ہو
سے منسوب کرنے ہیں لہذا ہم ان کا مقالہ وارد کرتے ہیں باوجودیکہ یہ نسبت اُس
کے فلاں ہونے پر ہے تو لازماً قیصر لمر ہوگا اور وہ اس عین مقصودہ کے لئے ایجاد
کا ارادہ ہے۔ کہ اسے وجود دیا جائے لازم ہے کہ وہ قصداً تو جب کے ساتھ قدرت
کے ساتھ عقلاً اور شرعاً ایجاد کی طرف ہوگا۔

وجود کائنات فردیت ہے احدیت نہیں

خلقت کا وجود میں آنا فردیت سے ہے نہ کہ احدیت سے کیونکہ اُس کی احدیت
دوسرے کو قبول نہیں کرتی اس لئے کہ احدیت عدد نہیں پس عالم الہی میں ظہورِ عالم
تین حقائق معقولہ سے ہے اور وہ ایک دوسرے تو اقدس سرانیت کے ہوئے
ہے۔ اس لئے کہ اُس کی اصل کی تین صورت ہے۔ اس باب میں اس قدر
کافی ہے۔ یقیناً اس انتباہ سے مقصود حاصل ہو گیا ہے کیونکہ یہ فن اہل اللہ کی
طریق کی مثل میں ہے اس سے زیادہ کا متحمل نہیں، اس لئے کہ یہ کتاب علوم
فکر سے نہیں۔

سوائے اس کے نہیں کہ یہ علوم تلقی و ندلی سے ہیں اس میں اس کے علاوہ
دوسرے میزان کی طرف حاجت نہیں۔ اگرچہ اُس کا اس کے ساتھ ارتباط ہو
کیونکہ اُس سے ایک جملہ نہیں نکلتا مگر اس کے مفردات کے علم سے مقدمات
کی درستگی کے بعد جو اُس کی صفت ہے وہ منع نہیں کرتی اور مقدمات اُس
برہان کے ساتھ ہیں جو اس باب میں اللہ تبارک و تعالیٰ کے اس ارشاد کے
ساتھ دُور نہیں ہوتی۔

لَوْ كَانَ فِيهِمَا آلِهَةٌ إِلَّا اللَّهُ اَلَّذِينَ يَدْعُونَ مِنْ دُونِ اللَّهِ يَدْعُونَ ظُلْمًا

لَقَدْ نَبَّأَ الْأَنْبِيَاءَ آيَتِ ۲۲ اللہ کے علاوہ معبود ہوتا تو تیر باد ہو جانے
 تویہ وہ امر ہے جس کے ساتھ ہمیں اس باب میں اس آیت اور اس
 کی مثل آیات کے پیش نظر اس فن کو بیان کرنے کی ضرورت محسوس ہوئی ،
 اس فن کے ساتھ علوم میں باب کشف سے اہل اللہ مشغول نہیں ہوئے نا کہ تفسیر
 اوقات نہ ہو اور انسان کی عمر عزیز ہے ۔ انسان کا حق ہے کہ اسے سوائے اپنے
 رب کی مجالس اور اس کے ساتھ اس کی مشغول گفتگو کرنے کے اسے بے پروا کرے
 واللہ یقول الحق وہو یدہی السبیل

الحمد للہ پندرھویں جز اور اکیسویں باب کا ترجمہ تمام ہوا ۔

مکاتم جنت

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

بائیسواں باب

منزلِ منازل کے علم اور تمام علوم کو نبیہ کی ترتیب کی معرفت

عجبا لا قوال النفوس السامیہ ان المنازل فی المنازل ساریہ
کیف العروج من الخفیض الی العلی الانقهر الحضرة المتعالیہ
فصناعة التحلیل فی معراجها نحو اللطائف والامور السامیہ
وصناعة التركیب عند رجوعها بسنا الوجود الی ظلام الہادیہ

نفوس سامیہ کے اقوال عجیب ہیں، کہ منزلوں میں منزلیں جاری و ساری ہیں۔

پستی سے بندہ کی طرف کیسے عروج ہے مگر حضرت متعالیہ کے غلبہ کے ساتھ۔

پس اُس کی معراج میں لطائف اور امور سامیہ کی طرف منوعیت تحصیل ہے اُس کے رجوع کے وقت منوعیت ترکیب و وجود کی روشنی کے ساتھ جہنم کے اندھیروں کی طرف ہے۔

علوم الہیہ کے علاوہ علوم ترکیبی ہیں

اللہ تبارک و تعالیٰ آپ کی تائید فرمائے جانا چاہیے کہ جب کہ علم اللہ تبارک و تعالیٰ کی طرف منشوب ہوگا تو کثرت و ترتیب کو قبول نہیں کرتا کیونکہ اس کا کتساب و استفادہ نہیں ہوتا، بلکہ اُس کا علم عین اُس کی ذات ہے جیسا کہ اُس کی طرف منشوب ہونے والے اسماء و صفات ہیں اور ماسیوی اللہ کے

علوم لازماً مرتبہ محصورہ میں ہونگے خواہ وہ علوم دسی ہوں یا کسی برابر میں اس لئے کہ وہ ہماری بیان کردہ ترتیب سے خالی نہیں ہوتی اور وہ پہلے علم مفرد ہے پھر علم ترکیب پھر علم مرکب اور اس کے لئے چوتھا علم نہیں۔

اگر ترکیب کو قبول نہ کرنے والے مفردات سے ہے تو اس کا علم مفرد ہے اور ایسے ہی باقی ہیں کیونکہ ہر معلوم لازماً مفرد ہوگا یا مرکب اور مرکب لازماً علم ترکیب تقدم کی استدعا کرتا ہے اور اس وقت علم مرکب ہوتا ہے۔ عام علوم کی یہ ترتیب آپ جان چکے ہیں چنانچہ ہم آپ کے لئے اس منزل میں منزلوں کا محصور ہونا بیان کرتے ہیں۔ اور وہ کثیر ولا تحصى ہیں۔

مراتب اہمات کی تعداد

ان میں سے ہم اُسی قدر بیان کریں گے جن کا تعلق ہماری مشرعت کے ساتھ ممتاز و مختص ہے نہ کہ ان کے ساتھ جن میں ہمارے اور دوسرے تمام مذاہب اور ملتوں کے علوم کے درمیان اشتراک واقع ہوتا ہے۔
تہ مرتب اہمات انیس ہیں ان میں سے وہ ہیں جو منازل کی طرف متفرع اور بعض کی فروغ نہیں۔

اب ہم ان مراتب کے اسماء کا ذکر کرتے ہیں اور کیونکہ ہم حضرت الہیہ میں اس کے ساتھ ایسی ہی پہچان چاہتے ہیں اور ادب اولیٰ ہے، بعد ازاں ہم ان منزلوں کے القاب اور ان کے محقق ارباب و اقطاب کے احوال و صفات کو بیان کریں گے اور ان احوال سے ہر ایک کے حال و صفت کا ذکر کریں گے پھر ان کے بعد انشاء اللہ ان انیس میں سے ہر صنف کا بیان ہوگا اور ان میں سے اس کا ذکر بھی آئے گا جس پر منازل سے نہیں بلکہ بعض

انتہائی منازل پر مشتمل ہیں کیونکہ علامات و دلائل کی منزلوں سے التوالیہ جلی سے ایک سو سے زیادہ منزل کو بلکہ ہزاروں منزلوں کو شامل ہے اور اسرارِ خفیلہ و خواص جلیہ پر عادی انتہائی منزلیں بہت مخمور ہی ہیں پھر ہم اُس ذکر کی تلاوت کریں گے جو قدیم و جدید معجزات سے ان منازل کے لئے مشابہت رکھتا ہے اور پھر انشاء اللہ تعالیٰ اُن بعض معانی کا ذکر کریں گے، جن کا تعلق تقرب و اعتقاد پر اس منازل سے ہے۔

منزلوں کے القاب اور اُن کے اقطاب کی صفات

۱۔ ان میں سے ثناء و مدح کی منزلیں ہیں اور وہ ارباب کشف وفتح کے لئے ہیں۔

۲۔ ان میں سے رموز و اشارات کی منزلیں ہیں جو اہل حقیقت و مجاز کے لئے ہیں۔

۳۔ ان میں سے منازلِ دعاہل اشارات و بعد کے لئے ہیں۔

۴۔ منازلِ افعال اہل احوال و افعال کے لئے ہیں۔

۵۔ منازلِ ابتداء اہل ہوا جس و ابتداء کے لئے ہیں۔

۶۔ منازلِ تنزیہ مناظرات استنباط میں اہل توجیہ کے لئے ہیں۔

۷۔ منازلِ ترکیب عزاب و عاشقانِ الہی کے لئے ہیں۔

۸۔ منازلِ توقع اہل براق کے سجات کی بنا پر ہیں۔

۹۔ منازلِ برکات اہل حرکات کے لئے ہیں۔

۱۰۔ منازلِ اقسام روحانیوں سے اہل تدبیر کیلئے ہیں۔

۱۱۔ منازلِ دھڑ اہل ذوق کے لئے ہیں۔

- ۱۲۔ منازلِ اینت البصار سے مشاہدہ کرنے والوں کے لئے ہیں۔
- ۱۳۔ منازلِ لام الف اخلاق الہیہ سے متعلق ہونے والوں کے التفات کے لئے ہیں اور اہلِ ستر کے لئے ہیں، جس کا انکشاف نہیں ہوتا۔
- ۱۴۔ منازلِ تفریرِ علم کیمیا اور طبعیات اور روحانیت والوں کے لئے ہیں۔
- ۱۵۔ منازلِ فناء اکوان فناء المخلوقات کے لئے ہیں۔
- ۱۶۔ منازلِ اُلفت اہلِ ایمان اور اہلِ غفرہ کے لئے ہیں۔
- ۱۷۔ منازلِ وعیدِ عرضِ جمید کے ساتھ قائم ممکنہ کی لئے ہیں۔
- ۱۸۔ منازلِ استغبارِ اہلِ اسرارِ دقیقہ کے لئے ہیں۔
- ۱۹۔ منازلِ امران میں اُس کے راز کے حقائق کی تحقیق کرنے والوں کے لئے ہیں۔

اہلِ استہناذہ ہیں جو غلط بھی کرتے ہیں اور درست بھی اور وہ معصوم نہیں۔

- ۱۔ عذاب کے لئے انکسار اور لُزافح ہے۔
- ۲۔ اہلِ براق کے لئے خوف اور ڈر ہے۔
- ۳۔ اہلِ حرکت کے لئے اسباب کا مشاہدہ کرنا ہے۔
- ۴۔ مدبرین کے لئے فکر اور ممکنہ کے لئے سود ہیں۔
- ۵۔ اہلِ مشاہدہ کے لئے انکار اور اہلِ پردہ کے لئے سلامتی ہے۔
- ۶۔ اہلِ علم کے لئے معلوم پر حکم ہے۔
- ۷۔ اہلِ ستر پردہ اٹھنے کا انتظار کرتے ہیں۔
- ۸۔ اہلِ امن خفیہ تدبیر کے مقامِ خوف میں رہتے ہیں۔
- ۹۔ اہلِ قیام کے لئے بیٹھنا ہے۔

اہل البہام کے لئے تحکم و زبردستی کا حکم۔
 اہل تحقیق کے لئے تین کپڑے ہیں، ایمان کا کپڑا، کفر کا کپڑا، منافقت کا کپڑا۔

اُن کے احوال کا ذکر

جاننا چاہیے کہ اللہ تبارک و تعالیٰ نے نازل کے لئے منازل بنائے۔
 معاف کو روندنے کے لئے عاف اور منزلیں طے کرنے کے لئے راصل
 ہیں۔

عالم کے لئے اعلیٰ عالم اور قاسم کے لئے فضل مقاسم ہے۔
 ٹوٹے والوں کے لئے توڑنے والے اور عواصم کے لئے عواصم ہیں۔
 بیٹھنے والوں کے لئے قواعد قیّد کئے گئے، اور اُردا کے لئے مراصد
 ترتیب دیئے گئے۔

سواروں کے لئے سواریاں مسخر کی گئیں اور جانے والوں کے لئے نڈیا
 کو فریب کیا گیا۔

تغریف کرنے والوں کے لئے محامد اور قصہ کرنے والوں کے لئے اُسا
 مقاصد ہیں۔

عارف کے لئے معارف پیدا کئے گئے اور مٹھرنے والوں کے لئے
 مواقع ثبت کئے گئے ہیں۔

سالک کے لئے راستے مشکل کئے گئے، اور ناسک کے لئے عین
 مناسک ہیں۔

شاہد کو مشاہد کے لئے کوٹکا کیا گیا اور سونے والے کے فراق کو نگہبان

بنایا گیا۔

اُن کی صفات کے احوال

اللہ تبارک و تعالیٰ نے نازل کو مقدر اور عاقل کو مفکر مقرر فرمایا برصا
 کرنے والے کو تیار اور عالم کو مشاہد بنایا۔
 قاسم کو تکلیف اٹھانے والا اور قاصم کو مجاہد بنایا۔
 عاصم کو معاون اور قاعد کو عارف بنایا۔
 راصد کو واقف اور سوار کو محمول بنایا۔
 جانے والے کو معلول اور حمد کرنے والے کو مسؤل بنایا۔
 قاصد کو مقبول عارف کو منجوت اور واقف کو مبہوت ٹھہرایا۔
 سالک کو مردود، ناسک کو معبود، شاہد کو محکم اور راقد کو مسلم
 مقرر فرمایا۔

اُمہات منازل کا بیان

ہم نے اُن کی ان اُنیس صفات کا ذکر اُن کے احوال کی صنف میں کیا ہے۔
 اب ہم اُمہات منازل کا تذکرہ کرتے ہیں جو ہر صنف کو متفقین ہے۔
 ان اُمہات سے منازل سے ہر منزل چار اصناف پر مشتمل ہے۔
 پہلی صنف کا نام منازلِ دلالات ہے۔
 دوسری صنف کا نام منازلِ حدود ہے۔
 تیسری صنف کا نام منازلِ خواص ہے۔
 چوتھی صنف کا نام منازلِ اسرار ہے۔ ان کی کثرت بے شمار ہے ان

میں سے ہم انیس منازل پر اختصار کرتے ہیں۔ اور ان اعداد کا ذکر کرتے ہیں جو ان پر اہیات سے محیط و منظومی ہیں اور یہ پہلی منزل مدح ہے۔ اس کے لئے منزل فتح فتح سرین اور منزل مفتاح الاقل ہے۔ ہمارے لئے اس میں تجزہ ہے جس کا نام ہم نے مغایع الغیوب، منزل عجائب، منزل تسخیر الارواح برزیر اور منزل ارواح علویہ رکھا ہے اور اس کے ہم نے بعض معانی کو منظوم کیا ہے۔

منازل المدح والنباهی منازل ماہا تناهی
لا تظلل فی السمومدا مدافع القوم فی الدیھی
من ظمئت نفسه جهادا یشرّب من أعذب الملیاہ

مدح و مباحات کی منازل لا مٹنا ہی ہیں۔
بلندی میں مدح نہ طلب کریں قوم کی مدحتیں اس جی میں ہوتی ہیں۔
جس کا نفس جہاد میں پیاسا ہے وہ لذیذ و شیریں پانی پئے گا۔

غلام اس تعریف کا مستحق نہیں

ہم کہتے ہیں کہ غلام اس مدح کا مستحق نہیں کہ وہ آقا کے اوصاف سے متصف ہو جائے کیونکہ ایسا کرنا سورئے ادب ہے البتہ آقا چاہے تو غلام کی صفات اپنا سکتا ہے۔ کیونکہ اس پر حکم نہیں لہذا اپنے غلام کی طرف اس کا نزول غلام پر احسان کرنا ہے تاکہ اُسے سرور و انبساط حاصل ہو اس لئے کہ غلام کے دل میں آقا بہت بڑا جلال ہے جو اس پر دلالت کرتا ہے خواہ اس کی طرف اس کا نزول نہ ہوتا اور غلام کو یہ حق نہیں پہنچتا کہ اپنے آقا کے اوصاف کو اپنائے نہ اس کی حضورؐ میں اور نہ اپنے غلام بھائیوں کے نزدیک خواہ آقا نے اُسے ان پر حاکم بنایا ہو۔ جیسا کہ حضورؐ رسالتِ مصلیٰ اللہ علیہ وآلہ وسلم

نے فرمایا!

اَنَا سَيِّدُ وَلَدِ آدَمَ وَلَا
فَخَرُّ .
میں اولادِ آدم کا سردار ہوں اور اس
پر خضر نہیں۔

اللہ تبارک و تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

یہ آخرت کا گھر ہے ہم ان کے لئے کرتے

پس جو زمین میں تکبر نہیں چاہتے۔

تِلْكَ الدَّارُ الْآخِرَةُ نَجْعَلُهَا لِلَّذِينَ
لَا يُؤْمِنُونَ وَلَا يُؤْمِنُونَ فِي الْأَرْضِ

انقص آیت ۸۲

کیونکہ اللہ تبارک و تعالیٰ نے زمین کو مطیع کیا ہوا ہے۔ اور غلام عاجز و درنا
ہوتا ہے۔ اور عجزِ بلند ہی کا اقتضا نہیں کہ تائب جس نے اپنی قدر سے تجاوز کیا
وہ ہلاک ہو گیا اور کہتے ہیں کہ جو اپنی قدر کو پہچان لینا ہے وہ ہلاک نہیں ہوتا۔
اور یہ قول کہ ”مالا تناسی“ یعنی اُس کے لئے انتہا نہیں تو اس میں کہتے ہیں کہ عبد
میں اُس کی عبودیت کی انتہاء نہیں کہ جس انتہاء کی طرف پہنچ کر وہ رُت ہونے
کی طرف آپ جائے۔ ایسے ہی رُت کے لئے انتہا نہیں، جس کی طرف منتہی
ہو کر پھر وہ عبد بن جائے۔

پس نہایت غیر کی طرف رُت ہے اور غیر نہایت کی طرف
عبد عبد ہے۔ یعنی اللہ تعالیٰ اللہ ہی رہتا ہے اور عبد عبد۔

اس لئے فرمایا! کہ لوگوں کی اچھائیاں اور تعریفیں شرعی میں ہیں۔ اور یہ
جگہ ساری زمین سے پست ہے۔ اور فرمایا پانی کی لذت کو پیاسا حنا ہے
اور نقافِ عبودیت کی لذت دسی حنا ہے، چہ نقافِ ربوبیت کے
وقتِ الام کا ذائقہ چکھے۔

خدا ہی رزق دے سکتا ہے

اور اُس کی طرف مخلوق کی اعتیاج حضرت سلیمان علیہ السلام کی مثل ہے جب انہوں نے اللہ تبارک و تعالیٰ کے حضور میں عرض کرنے ہوئے طلب کیا کہ اپنے بندوں کی روزی اُن کے ہاتھ دے دے۔

چنانچہ اُس وقت کھانے کی جو چیزیں تھیں وہ تمام ان کے پاس حاضر کر دی گئیں۔ تو سمندر کے جانوروں سے ایک جانور نکلا اور اُس نے اپنا کھانا طلب کیا، حضرت سلیمان علیہ السلام نے اُسے کہا کہ جس قدر کھانا تم ایک روز کھاتے ہو اس سے کھا لو۔

اُس نے کھانا شروع کیا تو سارا کھانا ختم ہو گیا یہاں تک آخر ہی لقمہ لینے وقت اُس نے کہا! میرا کھانا اور زیادہ کریں اس لئے کہ مجھے اللہ تعالیٰ اتنا کھانا ہر روز دس مرتبہ عطا فرماتا ہے۔ جب کہ میرے علاوہ مجھ سے بڑے جانور موجود ہیں جو مجھ سے زیادہ رزق پاتے ہیں۔ پس حضرت سلیمان علیہ السلام نے اپنے رتبہ کے حضور میں توبہ کی اور جان لیا کہ جو خالق تعالیٰ کی شان کے لائق ہے وہ مخلوق کی وسعت میں نہیں۔ کیونکہ انہوں نے اللہ تبارک سے ایسا ٹکٹ طلب کیا تھا جو اُن کے بعد کسی کو نہیں ملے۔ جب انہوں نے دیکھا کہ تمام جہات سے بالآخر جمع ہو کر اُن سے اپنا اپنا رزق طلب کر رہے ہیں تو انہوں نے اس سے اپنے دل میں تنگی محسوس کرتے ہوئے پنے سوال سے رجوع کر لیا۔

چنانچہ اس توبہ سے انہوں نے بے حد لذت حاصل کی جب کہ اللہ تعالیٰ نے اُن کا سوال قبول کر لیا تھا۔

منزلوں کا حال

اللہ تعالیٰ آپ کو توفیق عطا فرمائے جان میں کہ اگر ان میں سے کوئی منزل ہو تو وہ منازل پر مادی ہوتی ہے ان میں سے وحدانیت، منزل عقل اول اور عرش اعظم اور صد اعداد سے عرش کی طرف آنا۔ علم نقل منزل قلوب و حجاب منزل استواء فہوانی، الوہیت ساریہ ادا سمد او کہان و دہر ہیں۔ اور وہ منزل ہیں جن کے لئے ثبات نہیں اور ان میں سے کسی کے لئے ثبات نہیں اور ان میں سے منزل پر ازخ الہیہ اور زیادت وغیرت، منزل فقر و مدبران، منزل رفع شکوک اور محمد و محمدون، منزل ہر و خف و منزل ارض الواسع۔

کسادہ زمین کی دلچسپ اور انوکھی منزل

میں جب اس وسیع زمین کی منزل میں داخل ہوا تو میں تیونس میں تھا محمد سے وہاں ایسی چیز نکلی جس کا مجھے علم نہیں کہ وہ مجھ سے واقع ہوئی ہوگی اس کے جس نے محمد سے یہ آواز سنی۔ اُن میں سے ایسا کوئی شخص باقی نہ رہا جو غش کھا کر نہ گرا ہو۔ جو ہمسایہ عورتیں سطح پر تھیں وہ زمین پر گر گئیں اور اُن میں سے بعض چھتوں کی بلندی سے گھر کے صحن میں گریں اور انہیں کوئی تکلیف نہیں پہنچی۔

سب سے پہلے مجھے ہوش آیا اور ہم امام کے پیچھے نماز پڑھ رہے تھے میں نے وہاں سب کو بے ہوش پایا پھر اس سے کچھ عرصہ بعد وہ ہوش میں آ گئے۔ تو میں نے کہا تمہیں کیا ہوا تھا؟ انہوں نے کہا آپ کا کیس حال ہے؟ بے شب آپ نے ایسی چیز

ماری تھی جس کے انزات اس جماعت پر واقع ہوئے جو آپ دیکھ رہے ہیں۔
میں نے کہا! خدا کی قسم مجھے کچھ خبر نہیں کہ میں نے چیخ ماری تھی۔
تلاوہ ازیں منزل آیاتِ غریبہ اور حکیم الہیہ ہے اور منزلِ استعدادِ زینت ہے
اور وہ امر جس سے اللہ تبارک و تعالیٰ نے الملکِ سماویہ کو روکا ہوا ہے۔ اور منزل
ذکر و سلب ہیں ان منازل میں میں نے کہا!

منزل الکون فی الوجود	منزل کلہار موز
منزل للعقول فیہا	دلائل کلہا تجوز
لما اتی الطالبون قصدا	لنیل شیء و داک جوروا
فیابعد الکیان حوزوا	هذا الذی ساقکم وجوزوا

تمام منازل کون جو وجود میں ہیں وہ تمام منازلِ رموز ہیں۔
عقلوں کی منازل کے لئے ان میں تمام تجوزہ دلائل ہیں۔
جب طالبین کسی چیز کے حصول کے لئے قصد کر کے آتے ہیں تو وہ اس
کا بدلہ ہوتی ہے۔
اے بندگانِ کیان یہ چیز لے لو۔ اور گزر جاؤ یہ وہی ہے جو تمہیں چلا
کر لائی ہے۔

رمز و لغز کے معنی

رمز اور لغز وہ کلامِ جو وہ معنی ظاہر نہ کرے جو اس کے قائل کا مقصد
ہے ایسے ہی وجود میں منزلِ عالم ہے۔ جسے اللہ تبارک و تعالیٰ اس کی
عین کے لئے وجود میں نہیں لایا بلکہ اللہ تعالیٰ نے اسے اپنی ذات
مکملہ کے لئے پیدا کیا ہے۔

پس عالم اُس غیر کے ساتھ مشغول ہوا جو اُس کے لئے پیدا کیا گیا ہے
تو یہ اُس کے موصیہ کے مقصد کے خلاف ہے۔

اِس لئے عارفین کی ایک جماعت جس کا حال دوسروں سے اچھا ہے
نے کہا ! اللہ تبارک و تعالیٰ نے ہمیں ہمارے لئے پیدا فرمایا ہے۔ جب کہ
محقق اور عابد یہ بات نہیں کہتا بلکہ وہ یہ بات کہتا ہے۔ ہمیں اُس نے اپنے لئے
پیدا فرمایا ہے اور اُس کی طرف اِس کی محتاجی نہیں یعنی انسان کو اپنے لئے پیدا
فرمانے کے باوجود اِس کا محتاج نہیں۔

پس جو میرے رب کے لغز اُس کی رمز اور اشعارِ غاز کو جانتا ہے وہ ہمارے
ارے کو جانتا ہے۔

جوارادہ ہو گا وہی ملے گا

یہ شعر کہ حب طالبین کسی چیز کے حصول کے لئے قصد کر کے آتے ہیں
تو وہ اُس کا بدلہ ہوتی ہے تو یہ مجازات سے ہے۔ کہتے ہیں کہ جس امر کے لئے
اللہ تعالیٰ کے لئے طلب کیا جائے وہ اُس کے طلب کے مطابق ملتا ہے اور
اُسے اِس کے علاوہ نہیں پہنچتا۔

یہ شعر کہ ”اے بندگانِ کائنات یہ چیز لے کر گذر جاؤ یہ وہی ہے جو
نہیں لے کر آئی“ تو اِس کا معنی یہ ہے کہ بندہ جس چیز کے لئے اللہ تعالیٰ کی
عبادت کرتا ہے وہ چیز اُس کا معبود اور رب بن جاتی ہے اور اللہ تبارک و تعالیٰ
اُس سے برتریت فرما لیتا ہے اور وہ اُس کے لئے ہے جس کا وہ بندہ ہے۔
اور یہ کہنا کہ غور و ابعین وہ چیز لو جس کے لئے آئے ہو یعنی جس کے باعث
آئے ہو و غور و ابعین ہم سے چلے جاؤ کیونکہ تم ہماری طرف اور ہماری وجہ

سے نہیں آئے۔

منزلِ دُعا

یہ منزل ان منزلوں پر عادی ہے جن میں سے منزلِ انسانِ بالِ شَبَّیہ، منزلِ تقدی، منزلِ مکروہات و حُب، منزلِ مقاصدِ ابتلا، منزلِ جمع و تفرقہ و منع، اور منزلِ نواستی و تقدیس ہے اس منزل میں میں نے کہا ہے۔

لنأه الرحمن فيك منازل	فاجب نداء الحق طوعا یا فاضل
رفعت اليك للرسالت أكتفها	ترجو النوال فلا يخيب السائل
أنت الذي قال الدليل بفضلہ	ولنا عليه شواهد و دلائل
لولا اختصاصك بالحققة لما زهت	بذلك الاعلى لدمعنازل

اس میں رحمن نے تیرے لئے منزلیں رکھی ہیں اے کامل! نہ اچن کا توشی سے جواب ہے۔

مرسلات نے تیری طرف ہتھیلیاں اٹھا رکھی ہیں۔ یہ بخشش و نوال کی میتہ رکھتی ہیں۔ سائل کو خالی ہاتھ نہیں لوٹا یا جاتا۔

تو وہ ہے جس کے ساتھ اُس کے فضل کی دلیل ہے۔ اور ہمارے لئے اس پر شواہد و دلائل ہیں۔

اگر فی الحقیقت تیرا اختصاص نہ ہوتا تو نزولِ اعلیٰ کے ساتھ تیرے سامنے منازل نہ ہوتیں۔

میں کہتا ہوں کہ اپنے بندے کو حق تعالیٰ کی نذر مرسلات کی زبان ہے جو اُس کے اسماء سے اسم طلب کرتی ہے اور یہ بندہ اُس وقت ان اسماء کے زیر تسلط ہوتا ہے۔ اور مرسلات لھائف خلق ہیں وہ اُس کی طرف ہتھیلیاں

گمشتی ہیں۔ جس کے دونوں ہاتھوں میں اسماء ہیں تاکہ وہ غالب اسماء پر مجروح
بخشش کرے اور ہمیشہ اُس سے سوال کیا جاتا ہے جو اسماء کی حفاظت کا احتیاط
رکھتا ہو۔

جیسا کہ عظیم اے خیر و حبیب اور محشی و مفصل پر مقدم ماحصل ہے۔
لہذا فرمایا! کہ تو دہی ہے جو کہتا ہے کہ دلیل اُس کے فضل کے ساتھ ہے۔ اور
حقیقت جو اُس کے ساتھ مخصوص ہے۔ اور اسماء الہیہ سے اسماء نے اپنے تحت
مرتبہ میں اُس کا اعلا کر رکھا ہے۔ کیونکہ قادر! مرید کے مرتبہ سے نیچے ہے اور
عالم اپنے مرتبہ میں مرید سے اونچا ہے۔ اور محی کا مرتبہ ہر ایک کے اوپر ہے۔
نہیں جو منازل اسم جامع کے اعلا کے تحت ہیں وہ اپنی طرف اس کے
نزول کے ساتھ فخر کرتی ہیں کہ یہ اُن کے سوال کا جواب ہیں۔

منزل افعال

منزل افعال متعدد منازل پر مشتمل ہے جن میں سے منزل فضل والہام منزل
اسراء روحانی منزل طلعت اور منزل ہلاک ہے۔
ان منازل میں میں نے کہا!

لنزل الافعال برق لامع	وریا حاتر حی السحاب زعازع
وسامانی العالمین نوافذ	وسیرفہا فی الکائنات فواع
القت الی العز المحقق أمرها	فالعين تعصر والناسول شاسع

منازل افعال کے لئے برق لامع ہے۔ ان کی ہوائیں لرز نے دلے
بادلوں کو چلاتی ہیں۔

ان کے تیر تمام جہانوں میں نافذ ہیں اور ان کی تلواریں کائنات میں کاٹنے

والی ہیں۔ اس کے امر کو ہر محقق کی طرف ڈال دیا پس آنکھ دیکھتی ہے اور اُس تک پہنچنے میں دُور کا فاصلہ ہے۔

افعال دو قسم کے ہیں

بندوں کے افعال پر لوگوں کی دو قسمیں ہیں، ایک طائفہ افعال کو بندوں کی طرف سے دیکھتا ہے۔ اور ایک طائفہ افعال کو اللہ تبارک و تعالیٰ کی طرف سے دیکھتا ہے۔ ہر طائفہ ظاہر ہے باوجود اس کے کہ اُس کا اعتقاد ہے کہ یہ چکنے والی بجلی کے مشابہ ہے جس میں اُسے ایک کھڑی اُس امر کے لئے عطا کی جاتی ہے جس سے وہ اُس فعل کو مشروب کرنے کی نفی کرتا ہے۔ اور ہر طائفہ کے لئے اُس کے اور نسبتِ فعل کے درمیان ایک بادل حاصل ہے جو اُس کے لئے اس سے غائب ناک ہے۔

یہ شعر کہ اُس کی ہوائیں شدید ہیں اس کا معنی یہ ہے کہ یہ وہ اسباب و دلائل ہیں جس کے لئے فکر کے ساتھ مضبوط نسبت ہے۔ اور اُن لوگوں کے نفوس میں اُن کے نیروں کی صفت چل ہے جس جو یہ اعتقاد رکھتے ہیں اور ایسے ہی اُن میں کاٹنے والی تلواریں ہیں۔

اور کہا کہ اَلْقَتَ اِلَى الْعِزِّ الْمَحْفِقِ تو اس کا معنی یہ ہے کہ اس کی ایسی مضبوط حمایت کی گئی ہے جو مخالفت کو موثر ہونے سے روکتی ہے۔ پس وہ ہر ایک اُس پر باقی رہتا ہے جس پر اُس میں اللہ تبارک و تعالیٰ کا ارادہ ہے۔ اللہ تبارک و تعالیٰ نے فرمایا!

كَذٰلِكَ زَيَّنَّا لِكُلِّ اُمَّةٍ عَمَلَهُمْ
ایسے ہی ہم نے ہر امت کو اُن کے

عمل اچھے دکھائے ہیں۔

الانعام آیت ۱۰۸

اور یہ قول فالعین تبصرہ، تو اس میں یہ کہا ہے کہ جس بندے کے فعل کا مشاہدہ کرتی ہے اور انسان اسے اپنے نفس سے پاتا ہے جس کے ساتھ اُس کے لئے اُس میں اختیار ہے۔

اور یہ قول کہ! التناول متنازع تو اُس کا معنی یہ ہے کہ جو اُسے عطا کرتی ہے اُس کی نسبت دوسرے کی طرف کرنا اور نفس میں فاصلے کی دوری ہے مگر ضروری ہے کہ 'برق لامع' یعنی چمکتی ہوئی بجلی اس فعل میں اُسے اُس کے لئے نسبت عطا کرے جس سے اُس کی نفی کی ہو اور اُس کے انکار پر قدرت نہ رکھتا ہو۔

منزلِ ابتداء

یہ منزل کئی منزلوں پر مشتمل ہے جن میں سے منزلِ غلقہ و سجات، منزلِ تنزیلات، علم بالتوحید الہی، منزلِ رحمت، منزلِ حق و فرع ہیں۔ اور اس منزل میں میں نے کہا!

ولہ اذا خط الکتاب منازل	للابتداء شواہد ودلائل
ویمدہ اللہ الکریم الفاعل	بحوی علی ابن الخواص حکمہ
الاتعلق والوجود الحاصل	ما ینبہ نسب و بین الالہ
مبنی الوجود حقائق و باطل	لا تسمع مقالہ من جاہل
وسری الوجود هو الحال الباطل	مبنی الوجود حقائق مشہودہ

ابتداء کے لئے سوا ہر دلائل ہیں۔ اور اُس کے منازل پر سواروں کا اترنا ہے۔

مادلوں کے چشمہ پر اُس کا حکم مادی ہے۔ اور اللہ تعالیٰ کریم و فاضل
مَدَدگار ہے۔

اُس کے اور اللہ تبارک و تعالیٰ کے درمیان بسبب نہیں ہیں مگر تعلق اور
وجود حاصل۔

اُس جابل کی گفتگو نہ سن جو کہے کہ وجود و حقائق و باطل پر مبنی ہے۔

وجود و حقائق مشہودہ پر مبنی ہے اور جو وجود کے ملا ہے وہ محال
اور باطل ہے۔

میں نے کہا کہ ابتدائے اکوان عوالم کے لئے اس میں شواہد میں وہ اپنے
نفوس کے لئے نہیں تھے پھر ہو گئے کہ کی تعمیر ابتدا پر لوتی ہے جب سوار
اتریں یعنی کہاں سے آیا تو اُس کا پیچھا کر دو وہ اسی کے پاس ہو گا جس نے
انہیں وجود دیا۔ اس لئے اُس کے لئے بقا ہے اللہ تبارک و تعالیٰ کا!
ارشاد ہے!

مَا عِنْدَكُمْ يَنْفَدُ وَمَا عِنْدَ اللَّهِ بَاقٍ ۚ
جو کچھ تمہارے پاس ہے وہ ختم ہو جاتا
ہے اور جو اللہ کے پاس ہے وہ باقی رہے
والا ہے۔

جب آپ اُس کے پاس اُتریں گے تو اُس سے اُس کی اُس منزل کو
جان لیں گے جس میں وہ تھا کیونکہ وہ اپنی ذات کے لئے نہ تھا پس یہ ازل
منزل الہی ہے۔ اُس کا ارشاد ہے! هُوَ الْاَوَّلُ اور اس اولیت سے
مُتَدَوِّرٌ ابتدا ہے۔ اور اس سے عام حادث کو مدد حاصل ہوتی ہے۔
اور وہ اس میں حاکم ہے۔ اور یہ اُس کے حکم پر جاری ہے اور اُس سے
نسبتوں کی نفی کرتی ہے۔ کیونکہ حق تعالیٰ کی اولیت بندے کی اولیت کی

مددگار ہے۔ اور کائنات کی اولیت کی کوئی چیز مددگار نہیں۔ پس وہاں سوائے خدا
الہیہ کے نسبتیں نہیں۔ اور نہ اُس کے حکم کے سوا سبب ہے۔ اور نہ اس
ازل کے بغیر کوئی وقت ہے۔ کہ اس گروہ کا مذہب ہے۔
اور جو باقی ہے وہ ان تین کے حصر کے تحت داخل نہیں پس وہ اندھا
بن اور تلبیس ہے۔ اس کی صراحت صاحب محاسن مجالس نے اسی طرح
کی ہے۔

اور یہ قول کہ وجود حقائق و باطل بر مبنی ہے۔ تو یہ نادرست ہے۔
کیونکہ باطل عدم ہے اور یہ درست ہے۔

اس لئے کہ وجود مستفاد عدم کے حکم میں ہے۔ اور وجود حق کا وجود
اپنی ذات کے لئے ہے۔ پس جو عدم وجود میں آیا تو وہ وجود میں نہیں آیا مگر
اُس وجود سے جو اپنی ذات کے لئے نہیں اپنے غیر کے لئے موقوف تھا۔
اور استفادہ کرنے والا وجود اُس کی عین کے لئے متعلق وہ محال باطل
ہے جس کا وجود نہ اپنی ذات کے لئے ہے اور نہ اپنے غیر سے۔

منزل تنزیہیہ۔

یہ منزل کئی منازل پر مشتمل ہے جو میں سے چند یہ ہیں۔ منزل شکر، منزل
الباس، منزل نشر، منزل نصر و جمع اور منزل رنج و خسران و استحالات
اور ہم نے اس میں اشعار کہے ہیں۔

منزل التنزیہ والتقدیس	سر مفعول حکمہ مفعول
علم یعود علی المنزہ حکمہ	فردوس قدس روضہ مطول
فمنہ الحق البین مجوز	ماتلہ لغرامہ قضایل

تَنْزِيلٍ وَقَدْ لَيْسَ كِي مَنَازِلِ كِي لِي كَقُلُوبِ كَارِزِ اِدْر اُس كَا حَكْمُ مَقُولِ هِي ۔
 يِه وَه عِلْمُ هِي حِي كَا حَكْمُ مَنَزَرِ پِر لَوِثِ اَنَا هِي ۔ جَو فِر دِي قَدِسِ اِدِر رَوْنَدِ

مَطْلُوبِ هِي ۔

پَسِ حَقِ الْبَيِّنِ مَنَزَرِ وَجَوَزِ هِي ۔ جَو اُس نِي كِه لَا اُس كَا مَرَامُ كُر اِي هِي ۔
 كِه اِي حَقِيقَتِ پِر مَنَزَرِ وَه هِي حِي كِي ذَاتِ كِي لِي تَنْزِيهِ هِي اِدِر جَو
 اُس كِي تَنْزِيهِ بِيَانِ كِرْتَا هِي جَانِزِ هِي كِه اُس پِر اُس سِي تَنْزِيهِ هِي اِدِر وَه
 غُلُوقِ هِي ۔ اِس لِي تَنْزِيهِ مَنَزَرِ پِر لَوِثِي هِي ۔ حَضُورُ رَسَالَتِ قَابِ صَلِيَ اللّٰهُ عَلَيْهِ
 وَآلِهِ وَسَلَّمَ نِي فَرْمَا يَا !

اِنَّمَا هِيَ اَعْمَالُكُمْ تَرُدُّ عَلَيْكُمْ ط يِه تَهَا سِي اَعْمَالِ نَمِ پِر لَوِثِي جَانِي
 الْحَدِيثِ ۔

پَسِ حِي كَا عِلِ تَنْزِيهِ هِي هُو كَا اُس پِر تَنْزِيهِ لَوِثِ اُنِي كِي اِدِر اُس كَا
 مَقَامِ اِس سِي مَنَزَرِ هُو كَا حِي سِي وَه اِنِي اِس اَعْتِقَادِ كِي سَاهَقِ قَامِ
 هِي ۔ جَو حَقِ تَعَالٰي كِي شَانِ كِي مَلُوقِ نِي اِدِر يِهَا حِي نِي سُبْحَانِي عِنِي مِي
 پَاكِ مِيُونِ كِه اِي اللّٰهُ تَبَارَكَ وَتَعَالٰي كِي جَلَالِ كِي تَعْظِيمِ كِي لِي كِه اِي اِس
 لِي رَوْنَدِ مَطْلُوبِ بَعْنِي طَلَا يَا نِي كِه اِي وَه اِس بِنْدِ كِي مَحَلِ كِي طَرَفِ نَزُولِ
 تَنْزِيهِ هِي ۔ جَو اِنِي مَالِقِ كِي تَنْزِيهِ بِيَانِ كِرْتَا هِي ۔

وَاللّٰهُ يَقُولُ الْحَقُّ وَيَهْدِي السَّبِيلَ

مَنْزِلِ تَقْرِيبِ

يِه مَنْزِلِ دُو مَنْزِلُونِ پِر مُشْتَمِلِ هِي اِن مِي سِي اِيكِ مَنْزِلِ خَرَقِ عَادَتِ اَوِ
 دُوسَرِي مَنْزِلِ اِهْدِيَتِ كُنِ هِي اِدِر مِي نِي اِس مِي شِعْرِ كِهِي ۔

لَمَنَازِلِ التَّقْرِيبِ شَرْطٌ يَعْلَمُ وَلَهَا عَلَى ذَاتِ الْكَيْلِ تَصَكُّمٌ
فَإِذَا أُلْهِ شَرْطُ الْقِيَامَةِ وَاسْتَوَى جَبَّارَهَا خَضَعُ الْوُجُودِ وَيَعْدَمُ
هَبْهَاتٍ لَا تَجْنِي النُّفُوسُ ثَمَارَهَا إِلَّا الَّتِي فَعَلَتْ وَأَنْتَ بِحُتْمِ

منازلِ تقریب کی بشرط معلوم ہونا چاہیے اور ان کے لئے ذاتِ اکوان پر حکم و زبردستی ہے۔

جَب قیامت آئے گی اور بشرط قائم ہوگی وجودِ جبار کے حضور میں
پست اور خام ہوں گے
افسوسِ نفوس وہی پھلِ جنس گے جو انہوں نے کیا ہوگا۔ اور تو قسم
ہوگا۔

کہا کہ! تقریبِ صفاتِ محذات سے ہے کیونکہ محذاتِ تقریبِ اداس
کی فہم کو قبول کرتے ہیں۔ اور حق تعالیٰ جلّ مجدہ الکریم قریب ہے مگر حیرت
کی ذات اس سے موصوف ہے کہ وہ اس کے ساتھ قریب ہے۔ اور اس سے
مقصودِ تقریب و تقرب ہے۔

اور جب کہا! بشرط کا علم ہو تو وہ قبلِ تاثیر ہے کہا! کہ یہ عمرِ ماسوائے
آخرت کے معروف و مشکشف نہیں ہوتا۔

اور کہا! نفوس وہی پھلِ جنس گے جو انہوں نے اس دنیا میں خیر و شر کی
صورت میں کیا ہوگا۔ پس اس کے لئے تقریب اس کے اعمال سے ہوگی۔
فَمَنْ يَعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ خَيْرًا يَرَهُ پس جس نے ذرہ برابر اچھا عمل کیا
ہوگا اُسے دیکھے گا۔

الزَّلْزَالِ آيَةُ ۷
وَمَنْ يَعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ شَرًّا يَرَهُ اور جس نے ذرہ برابر بُرا عمل کیا
ہوگا اُسے دیکھے گا۔

الزَّلْزَالِ آيَةُ ۸

منزل توقع

یہ منزل بھی دو منزلوں پر مشتمل ہے۔ منزل طریق الہی اور منزل سع اور اس میں نغم ہے۔

عشرت منازل لتوقع بادیہ وقطوفها لبد القرب دافیہ
فانقطع من غصن الدنو غارها لا تقطعن من الصنن العادیہ
لا تخرجن عن اعتدالک والزمین وسط الطريق تو الحقائق بادیہ

توقع کی روشنی تر منزلیں ظاہر ہو گئیں اور اُس کے آثار چھنے کے لیے قریبی ہاتھ کے قریب ہوں گے۔

قرابت کی شاخوں سے اُن کے بجل اتاریں اور صد سے بڑھتی ہوئی شاخوں سے بجل نہ اتاریں۔

اپنے اعتدال سے نہ نکل اور طریق وسط کو لاہم کر لے گا تو حقائق کو ظاہر دیکھے گا۔

کہتے ہیں کہ انسان کی جو توقع مٹی وہی ظاہر ہوتی ہے۔ کیونکہ وہ جس چیز کا متوقع ہوتا ہے اُس کے باطن میں اُس کا ظہور ہوتا ہے۔ تو بے شک اُس کے غائب سے وہ امر ظاہر ہوا جو اُس کے اُس باطن کی طرف ظاہر ہوا جس کی اُسے توقع تھی۔

پھر وہ اُس کے ظہور کا عالم شہادت میں متوقع ہوتا ہے۔ تو پہنچنے میں قریب تر ہوتا ہے۔ اور یہ قول کہ قطوف دانیہ یعنی بجل چنے والا اُس کے ہاتھ کے قریب ہو جاتا ہے۔ کہا کہ اعتدال کے طریق کا تحفظ کرو اور اُس سے انحراف نہ کرو اور یہاں تمہاری حقیقت کی تمہارے لئے ملازمت کے

معنی میں ہے۔ اس سے مت نکلتا جیسا کہ تکبیر کرنے والے نکل گئے اور جس کا
برزخ دو طرفوں کے درمیان ہو گا اُس کے لئے دونوں پر استیضاف یعنی
اگلی ماحصل کرنا ہے۔ جب وہ ایک کی طرف مائل ہو گا تو دوسرے سے قاطع
ہو جائے گا۔

منزلِ برکات

یہ منزل بھی دو منزلوں پر مشتمل ہے۔ منزلِ جمع و تفرقہ اور منزلِ خضام
برزخی۔ اور یہی منزل ملک اور قہر ہے اور اس میں میں نے کہا ہے !

لنازل البرکات نور یسطع	وله محبات القلوب توقع
فیہا الترمذ لکل طالب مشہود	وله الی نفس الوجود تطلع
فاذا تحقق سر طالب حکمة	بحقائق البرکات شد المطلع
فالحمد لله الذی فی کونہ	أعیانہ مشہودۃ تسمع

برکات کی منازل کے لئے ایک درخشندہ لور ہے اور اُسے محبتِ
قلوب کے ساتھ توفیق ہے۔

اس میں مشاہدہ کے طالب کے لئے زیادتی ہے۔ اور اُس کے لئے
نفس و مجرد کی طرف اطلاع ہے۔

جب طالبِ حکمت کا راز خالقِ برکات کے ساتھ محقق ہو جائے تو
بلندی کے لئے شدت ہے۔

خبر ہے اُس ذات کا جس کے کون میں اُس کے اعیان کا ہر سماعت
کرتے ہیں۔

برکات افزونی کو کہتے ہیں اور یہ شکر کے نتائج سے ہیں اللہ تبارک و تعالیٰ نے اپنی ذات کو شاکر و شکور کے اسم کے ساتھ مستحق نہیں کیا مگر یہ کہ ہم اس عمل کو زیادہ کریں جو ہماری لئے مشروع ہے۔ اور اس کے ساتھ عمل کریں بیسا کہ اللہ تبارک و تعالیٰ ہماری شکر کرنے کے ساتھ نعمتوں کو زیادہ فرماتا ہے۔ پس ہر نفس افزونی پر مطلع ہے۔

کہا جب حکمتوں کے طالب کے لئے زیادہ ہونا متحقق ہو جاتا ہے تو وہ امور کے ساتھ منفرد ہو جاتا ہے۔ اور جدوجہد کرتا ہے کہ اس میں اس کا کوئی شریک نہ ہو تاکہ اس نوع سے زیادہ سے زیادہ حاصل کرے یہ مقام رکھنے والا اس حال کے لئے مراقبہ کی حالت میں ہوتا ہے۔ جسے وہ طلب کرتا ہے۔

منزل اقسام و ایلاء

یہ منزل متعدد منازل پر مشتمل ہے جن میں سے یہ ہیں۔

منزل فہو انیات رحمانیہ، منزل قاسم روحانیہ، منزل رقوم، منزل مساقط لور، منزل شعرا، منزل مراتب روحانیہ، منزل نفس کلیہ، منزل قطب، منزل الفصاق الانوار علی عالم الغیب، منزل مراتب نفس ناظفہ، منزل اختلاف طرق، منزل مودت، منزل علوم الہام، منزل نفوس حیوانیہ، اور منزل صلوٰۃ الوسطی۔

أحكامها في عالم الارض

من قام بالسنة والفرض

وحكمها في الطول والعرض

منازل الاقسام في العرض

تحرى افلاك السعد على

وعلمها وقف على غيبها

اور میں نے اس میں کہا :
 منازل اقسام عرض میں ہیں ۔ اور اُن نے احکام عالم عرض میں ہیں ۔
 وہ فلاکِ سعود کے ساتھ اُس پر جاری ہوتی ہیں جو سنت اور مرض
 کے ساتھ قائم ہو۔

اُن کا علم اُن کی عین پر وقت ہے اُن کا حکم طویل و عرض پر جاری ہے۔
 کہا : اگر قسمتِ تہمت کا نتیجہ ہے اور حق تعالیٰ جل شانہ مخلوق کے ساتھ
 وہی معاملہ کرتا ہے جس پر وہ مخلوق سے نہ کہ اُس حیثیت سے جس پر وہ خود
 ہے ۔ لہذا اللہ تبارک و تعالیٰ نے ملائکہ کے لئے قسم نہیں کھائی کیونکہ وہ
 عالمِ تہمت سے نہیں اور نہ مخلوق کا حق ہے کہ وہ مخلوق کی قسم کھائے ۔
 یہ ہمارا مذہب ہے ۔ اگر کوئی مخلوق کی قسم کھاتا ہے تو وہ ہمارے نزدیک
 گنہگار ہے ۔ اور اس کا کفارہ نہیں ۔ جب کہ وہ جس میں واقع ہے اُس پر نوبہ
 کرے اور کچھ نہیں ۔

اور اللہ تبارک و تعالیٰ نے مخلوقات کے ذکر کے ساتھ کھائی تو بنفسہ
 کھائی اور اسم کا حذف کرنا کتابِ عزیز سے متعدد مقامات میں اظہارِ اسم
 پر ہے ۔ مثلاً اُس کا یہ ارشاد ہے !
 فَوَدَّ السَّمَاءُ وَالْأَرْضُ

الذاریات آیت ۲۲
 یَوْمَ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ
 المعارج آیت ۴۰
 مجھے تمام مشرقوں اور مغربوں کے رب
 کی قسم

تو یہ اِعلام اُن مقامات میں ہیں جہاں اسم کے لئے خاص طور پر ذکر
 جاری نہیں ۔ کیونکہ وہاں اللہ تعالیٰ سبحانہ کے ارادہ کے لئے اسم امر

غائب ہوتا ہے۔ اسے نبی اور دلی مہم سے دُبی جانتا ہے جسے حق تعالیٰ اس کا حرفانِ مطافر مانے۔ کیونکہ قسم اُس کی تعظیم پر دلیل ہوتی ہے جس کی قسم کھائی جائے اور بلا شک و ریب اللہ تبارک و تعالیٰ نے ہر بنیاد و نابینا کے لئے اس کا ذکر قسم میں کیا ہے۔

پس اس میں بلند و لیست، مرضی و مغضوب، محبوب و غیر محبوب مومن و کافر اور موجود و معدوم داخل ہیں۔

اور منازلِ اقسام کو نہیں جانتا مگر وہ جسے عالم الغیب کی معرفت حاصل ہے۔

پس گمانِ غالب ہے کہ اسمِ الہی یہاں مضمر ہے۔ اور ہم نے آپ کو اس کی پہچان کر دادی ہے کہ عالمِ غیب طول اور عالمِ شہادت عرض ہے

عالمِ انیت

یہ منزل متعدد منازل پر مشتمل ہے جن میں سے منزلِ سلیمان علیہ السلام دوسرے انبیاء کے علاوہ منزلِ سترہ کامل منزلِ اخلاص مخلوقات منزلِ روح اور منزلِ علوم اور میں نے اس میں کہا!

أئمة قدسية مشهودة	لوجودها عند الرجال منازل
تفنى اليك ان اذا تجت صورة	في سورة أعلامها تفاضل
وتوبك قبل وجودها بنعوتها	خلف الظلال وجودها لك شامل

حقیقتِ قدسیہ مشہودہ ہے مردوں کے نزدیک اس کے وجود کے لئے منزلیں ہیں۔

جب کسی سورت میں جہل کی نشانیاں فاضل ہوں کوئی سورت تجلی پذیر

ہوتی ہے تو کائنات فنا ہو جاتی ہے۔

اور تجھ میں اپنے وجود کی تعریفوں کے ساتھ تجھے دیکھتی ہے اس کا وجود تیرے لئے سالوں کے پیچھے شامل ہے۔

کہا کہ حقیقت الہیہ مغویہ منزہہ کی تعریفوں کے ساتھ ہے۔ جو اس کا مشاہدہ ہوتا ہے۔ لہذا ان کے سوا ہر ذات فنا ہو جاتی ہے۔ اگرچہ اس کے مشاہد شخص واحد میں اس کے احوال کی حیثیت سے بڑھ گئے ہوں ، اور اشخاص میں ان کے احوال کے مختلف ہونے کی صورت میں ہے۔ چونکہ حقیقت یہ دیتی ہے کہ ہم سے کوئی مشاہدہ کرنے والا اس کا مشاہدہ نہیں کر سکتا مگر اپنی ذات کے ساتھ۔

جیسا کہ یہ حقیقت ہم سے سوائے اپنی ذات کے کسی چیز کا مشاہدہ نہیں کرتی۔ پس ہر حقیقت دوسری حقیقت کے لئے آئینہ ہوتی ہے۔

السومن مرآة اخيه
یعنی مومن اپنے بھائی کا آئینہ ہوتا ہے۔

اللہ تعالیٰ کی مثل کوئی شے نہیں۔

لَيْسَ كَمِثْلِهِ شَيْءٌ

الشوریٰ آیت ۱۱

منزل دھور

یہ منزل متعدد منازل پر حاوی ہے جن میں سے ،
منزل ساجدہ ، منزل عزت ، منزل روحانیت ، افلاک ، منزل
امر الہی ، منزل ولادت منزل موازنہ ، منزل بشارت باللقاء۔
اور اس میں میں نے کہا !

ومن المنازل ما يكون مقدّره مثل الزمان فانه متوهم
دلت عليه الدلائل بدورها ولما التصرف والمقام الاعظم

اور منازل سے ہر زمانے کی مثل متدرہ ہوں گی وہ ہم میں ہیں۔
اُس پر دائرے گردش کے ساتھ دلائل کرتے ہیں اور اُس کے ساتھ
تصرف اور مقام اعظم ہے۔

کہا! کہ حُب حق تعالیٰ کے حق میں ازل امر متواہم تو زمانہ بھی حق
تعالیٰ کے حق میں امر متواہم ہوگا۔ یعنی قدرت متواہم جسے حرکت
افلاک قطع کرتی ہیں کیونکہ ازل مخلوق کے لئے زمانہ کی طرح ہے پس
اس پر غور کریں۔

منزل لام الالف

یہ منزل التفاف ہے اور اس پر اختلاف غالب ہے نہ اختلاف
اللہ تبارک و تعالیٰ نے ارشاد فرمایا!

وَالْتَفَتِ السَّاقُ بِالسَّاقِ إِلَى رَبِّكَ اور پٹہ لی سے پٹہ لی لپٹ جائے
گی آپ کے رب کی طرف اُس
يَوْمِذِ نَبَا الْمَسَاقُ
دن روانگی ہے۔

القيامة آئینہ

اور یہ کئی منازل پر حاوی ہے۔ جن سے مجمع البحرین مجمع الامرین
اور منزل النشرف محمدی ہے۔ جو منزل محمدی کی جانب ہے۔ اور اس
میں میں نے کہا ہے!

منزل اللام فی التحقيق والالف عند اللقاء انفصال حال وصلهما

ہا الدلیل علی من قال ان انا سر الوجود وانی عینہ فہما
 نم الدلیلان اذ دلا بحالہما لا کالذی دل بالاقوال فانصرما
 تحقیق میں لام اور الف کی منازل بقائے الفضل کے وقت دونوں
 کے وصل کا حال ہے۔

دونوں اُس پر دلیل ہیں جو کہتا ہے کہ میں سر الوجود ہوں اور میں اس
 کے فہم کی عین ہوں۔
 دونوں دلیلیں اچھی ہیں جب دونوں کے حال کے ساتھ دلالت
 کریں کہ اُس کی طرح جو اقوال کے ساتھ دلالت کرتا ہے اور الگ ہو جاتا
 ہے۔

کہا کہ اگر لام اور الف کا ارتباط منعقد ہو تو دونوں کی عین ایک ہو جاتی ہے
 اور یہ معروف امٹائیس مقامات میں واؤ اور یاء کے درمیان کے اردواج
 سے ظاہر ہیں۔ پس لام اور الف دونوں کے لئے محبت و اعتدال سے
 جب الف میں علت سے اور لام میں محبت سے ہو تو اس کے اردواجوں
 حرفوں کے درمیان مناسبت واقع ہو گئی۔ پس صحیح سے حرف محبت
 ہو اور معتدل سے حرف علت پس اُس کے دونوں ہاتھ رحمت کے ساتھ
 کھلے ہوئے ہیں۔ اور اُس کی نفیض اور حید کے ساتھ بند ہیں۔ اور لام
 الف کے لئے مفرد نظم میں صورت نہیں بلکہ وہ اُس میں پوشیدہ ہے اور واؤ
 اور یاء کے درمیان اُس کے حال پر مرتبہ اور اُس کی جگہ میں زحاء، اور
 طاء یا لبسہ قائم مقام ہوئے پس اُس کے لئے اُس غائب میں سالنواں
 آٹھواں اور نواں مرتبہ ہے۔

اور اُس کے لئے ہر در حلال کے درمیان قمر کی منزل ہے۔

پس اُس کے ضیغ و ظہور میں اُس کے ساتھ ہمیشہ رتبہ برزخیہ سے تو وہ جو بیسواں ہے جب کہ اُس کے لئے زاء کے ساتھ سالواں جاء کے ساتھ آٹھواں اور طاء کے ساتھ لزاں مرتبہ ہے۔ اور دن جو بیس گھنٹوں کا ہوتا ہے۔ آپ اس کے ساتھ کسی بھی سماعت میں عمل کریں۔ میزانِ عمل پر وضع ہونے کے ساتھ آپ کا عمل کامیابی حاصل کرے گا۔ کیونکہ وہ حروفِ رقم میں ہے نہ کہ طبعی حروف میں کیونکہ اُس کے لئے سوائے لام کے حروفِ طبعی نہیں۔ اور وہ طلق اور دلول ہونٹوں کے درمیان حروفِ لسان سے ظاہر ہے۔ جب کہ الف حروفِ طبع سے نہیں تو وہ نائِب نہیں ہوتا مگر ایک ضرب کا نائِب ہوتا ہے۔ اور وہ لام سے جس سے الف اُس وقت پیدا ہوتا ہے جب اُس کی حرکت کو پُر کیا جائے پس اگر اُس کی حرکت سیر نہیں ہوگی تو پھر ظاہر ہوگا۔

ایسے ہی بعض علماء نے لفظِ طبعی میں نہیں رقم وضعی میں الف کو نصف حرف اور ہمزہ کو نصف حرف مقرر کیا ہے۔

لام اور الف کا ملاپ کیسے ہے؟

پھر ہم لوٹتے ہیں اور کہتے ہیں کہ لام الف کے ساتھ انعقاد پذیر ہوا جیسا کہ ہم نے کہا کہ وہ عین واحد یعنی ایک ذات ہو گئے کیونکہ ان کی دونوں رائیں اُن کے دو ہونے پر دلالت کرتی ہیں پھر اُس کے اسم کے ساتھ عبارت اُن کے دو ہونے پر دلالت کرتی ہے پس وہ دو اسموں سے ایک اسم مرکب ہے۔ دو ذوات کے لئے ایک ذات لام ہے اور دوسری الف دلیکن جب شکل میں ایک صورت پر ظاہر ہوئے تو دیکھنے والا دونوں کے درمیان

فرق نہیں کر سکتا اور وہ امتیاز نہیں کر سکتا کہ دونوں دونوں میں لام کون سا ہے جس سے پتہ چلے کہ دوسری ران الف ہو۔ پس اس میں اختلاف کتابت ہے چنانچہ ان میں سے بعض نے اس میں تلفظ کی رعایت کی ہے اور بعض نے اس خط کے ابتدائی مقام کو اس کا اقل مقرر کیا ہے پس وہ دونوں جمع ہونے کے لام کو الف پر مقدم کیا جائے کیونکہ الف یہاں یقیناً لام سے پیدا ہوا ہے۔ اور ایسے ہی ہمزہ لام کے عقب میں ہے جیسا کہ !
لا تَمُتْ أَشَدَّ رَهْبَةً ۱۰ اور اس کی مثال ہیں۔

یہ حرف یعنی لام الف افعال میں حرف التباس نہیں پس مخلوق کے ہاں ظاہر فعل نل صی نہیں پاتا جس شخص کے لئے آپ نے کہا ! کہ وہ اللہ کے لئے ہے۔ تو آپ نے سچ کہا اور اگر کہا ! کہ وہ مخلوق کے لئے ہے تو سچ کہا ! اور اگر یہ نہ ہوتا تو تکلیف اور بندے کے لئے اللہ تبارک و تعالیٰ کی طرف سے انصاف علی درستی نہ ہوتی۔ حضور رسالہ مآب صلی اللہ علیہ وآلہ نے فرمایا ہے کہ تمہارے یہ اعمال تم پر لوٹائے جائیں گے۔ اور اللہ تبارک و تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

وَمَا تَفْعَلُوا مِنْ خَيْرٍ فَإِنَّ اللَّهَ كَانَ بِهِ عَلِيمًا ۱۲۷ النساء آیت ۱۲۷
اور تم جو کچھ نیکی کرتے ہو اللہ سب جانتا ہے۔

اور ارشاد باری تعالیٰ ہے !
اعْمَلُوا مَا شِئْتُمْ إِنَّهُ بِمَا تَعْمَلُونَ
نَاصِئٌ ۱۲۸ حم السجدة آیت ۱۲۸
اب جو تمہارا حی چاہے کرو بیشک وہ تمہارے سب کام دیکھ رہا۔

اللہ تبارک و تعالیٰ نے حق فرمایا ہے۔ ایسے ہی دونوں دونوں میں لام یا الف مقرر کی ہیں تو آپ نے سچ کہا ! اگرچہ علماء کے نزدیک شک میں وضع کرنے

میں اختلاف عمل ہے۔ اور مردہ شخص جو صورت کے ساتھ تحقق کے لئے دونوں رالوں سے دلالت کرتا ہے کہ دوسرے کے بغیر ایک کے لئے فعل ہے۔ اور اس کا ساتھی منقطع ہو جاتا ہے اور ثابت نہیں ہوتا۔ اور اگر اس کے علاوہ اس میں اس شان کا مالک اُس کا مخالف ہے اور اپنے گمان میں دلت کرتا ہے۔ اس قول کے ساتھ جیسا کہ اُس کے مخالف کے ساتھ ہے تو یہ امر متعارض اور مشکل ہے۔ مگر اُس شخص پر مشکل نہیں جس کی بعصرت کو اللہ تبارک و تعالیٰ نے روشن فرمایا ہے اور اُسے سیدھے راستے کی ہدایت کی ہے۔

منزل تقریر

تفررت المنازل بالسكون ور جئنا الظهور على الكون

ودلت بالعين على عيون مشجرة من الماء المين

ودلت بالبرق مسحاب من اذا لمت على النور المبين

منازل کا تقریر سکون کے ساتھ ہے اور ظہور پوشیدگی پر راجح ہے۔

ہم نے چہنوں پر ایمان کے ساتھ دلالت کی ہے جو مصفا پانی سے جاری ہوئے۔

ہم نے برسنے والے بادل کے ساتھ دلالت کی جب ہم نے نور میں پر روشنی دیکھی۔

اللہ تعالیٰ آپ کی مدد فرمائے یا بیٹے! کہتے ہیں کہ ثبوت منازل کو مقرر کرتا ہے تو جو ثابت ہو وہ ثابت ہوا۔ اور مرعین کے لئے اس کی حقیقت پر ظاہر ہوا۔ کیا آپ نے دیکھا کہ جو آب کی حرکت میں نہ رہی مگر کئی لڑا اس سے شہدہ واقع ہوتا ہے۔

تو نافر کسی چیز پر اُس کے خلاف نکم دیتا ہے جس پر وہ چیز ہے۔
 پس وہ آگ کے حق میں کرتا ہے جس میں چنگاری یا سر میں بتی ہوتی ہے
 جب اُسے عرص میں تیزی سے حرکت دی جاتی ہے تو وہ خطِ مستقیم بن جاتا ہے
 یا اُسے تیزی سے پھیرتا ہے۔ تو ہوا میں آگ کا دائرہ دیکھتا ہے اور اس کا
 سبب عدم ثبوت ہے۔ جبکہ منازل کا ثابت ہونا اس پر دلالت کرتا ہے جو
 نجوم الہیہ سے اُس پر حاوی ہے۔

منزلِ مشاہدہ

روحہ فبنا نزل	فی فناء الکون منزل
مالہ نور ولا ظل	انہ لیلۃ قدری
مالہ عہ تنقل	هو عین النور صرفا
ملک فی الصدر الاول	فانا الامام حفا
فیولکم و یعزل	عندہ مفتاح امری
لست بالمالک الاعزل	سمہر یاقی طوال
دائم لایتب بدل	فالقام الحق فیکم
وهو الامام الاعدل	وهو القاهر منه
بل من المہاء اکدر	لیس بالنور المثل
بمکان السر الافضل	وانا منه یقینا
وامر الامر انزل	فبعین العین اُسمر

تائے لون میں ایک منزل ہے۔ ہم میں اُس کی روح نازل ہوتی ہے
 بے شک وہ لیلۃ القدر ہے اور اُس کے لئے نہ نور ہے نہ ظل
 وہ عین نور پھرتا ہے اُس کے لئے اُس سے منتقل نہیں کیا جاتا۔
 پس میں امام برحق ہوں اور سدِ اقل میں بادشاہ ہوں۔

میرے امر کی نھی اُس کے پاس سے وہ نہیں عالم بنانا ہے اور معزول کرتا ہے۔

میری تاریکیاں طویل ہیں، میں معزول ہونے والی بلندی سے نہیں ہوں۔ پس تم میں ہمیشہ حق کا مقام ہے جو تبدیل نہیں ہوتا۔

اور وہ اُس سے غالب ہے۔ اور وہ امام عادل ہے۔

وہ نورِ ممتل کے ساتھ نہیں بلکہ آبِ دی گئی تلوار سے کامل تر ہے۔

میں یقیناً برترِ افضل کے مکان کے ساتھ اُسی سے ہوں۔

پس عین العین کے ساتھ بلند ہوں اور امرِ الامر کے ساتھ اترتا ہوں۔

کہا کہ! الیٰلہ القدر کی مثل حالتِ فنا میں نہ نور ہے نہ ظلم چھڑ گیا! وہ ضیاء

حقیقی اور ظنِ حقیقی ہے۔ کیونکہ یہ وہ اصل ہے جس کی ضد نہیں۔ اور انوار کے

مقابلِ ظلم ہے اور یہ اُس کے مقابل کوئی چیز نہیں اور کہا میں امام ہوں تو اس

کا معنی یہ ہے کہ اُس خاص درجہ سے حق کے لئے حق کا شہود ہے اور وہ صدق

اَدل ہے اور اس مقام سے صورتوں میں تفصیل کثرت اور اعداد واقع ہوتے

ہوتے ہیں۔ اور تاریکیوں کو عالم میں تاثیرِ قیومہ سے کنا یہ مقرر کیا۔ اور اس

کے لئے ثبوت ہے۔ اور یہ اس لئے کہا کہ تاریکیاں تبدیل نہیں ہوتیں۔ اور

اُس کے لئے غلبہ اور عقل ہے جو تشبیہ کو قبول نہیں کرتا ہے۔

پس میں شہود ذات کے ساتھ بلند ہوتا ہوں اور امرِ الٰہی کے ساتھ

اترتا ہوں۔ اور عالم میں امام ہوں۔

منزلِ اَلْف

اور یہ منزل ایک ہی ہے اس میں میں نے کہا!

منازل الالفۃ مالوفہ وہی بہد النعت معروفہ
فقل لمر عرس قبھا اقم فانھا بالامن محفوفہ
وہی علی الائنین موقوفہ وعن نذاب الوتر مصروفہ

الفۃ کی منزلیں مالوف ہوتی ہیں اور یہ اس نعت کے ساتھ پہچانی جاتی ہیں۔

جس کی نئی شادی ہوئی ہے اُسے کہیں کہ اس میں قائم ہو کیونکہ وہ امن کے ساتھ احاطہ کی گئی ہے۔

اور یہ دوہر موقوف ہے اور اکیلے کے عذاب سے بھیری گئی ہے۔
یہ منزل شادیوں اور سرورِ فرحت کی منزل ہے اور یہ اللہ تبارک و تعالیٰ کے اُس احسان کے ساتھ ہے جو اُس نے اپنے نبی کریم حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر فرمائے تو فرمایا !

لَوْ اَنْفَقْتَ مَا فِي الْاَرْضِ جَمِيعًا
مَا اَلْفَتْ بَيْنَ قُلُوْبِهِمْ
اگر آپ تمام زمین میں جو کچھ ہے خرچ کر دیتے تب بھی ان کے دلوں کو باہم نہ ملا سکتے۔

الانفال آیت ۶۳

آپ پر ارادہ فرمایا تو ارشادِ ربانی ہوا !
وَلٰكِنَّ اللّٰهَ اَلَفَّ بَيْنَهُمْ
لیکن اللہ تعالیٰ نے اُن کے دلوں کو آپس میں ملا دیا۔
الانفال آیت ۶۳

اس سے یہ مراد ہے کہ وہ آپ سے مودت رکھتے ہیں اور آپ کی اطاعت کرتے ہیں اور آپ کی نصیحتیں کرتے ہیں۔

منزلِ استخبار

یہ منزل متعہ و منازل پر مشتمل ہے جن میں سے پہلی منزل منازلِ متعہ و منازلِ حلیت السعداء، کیف نظہم علی الشقیاء، منزل الکون قبل الانسان، اس میں میں نے کہا ہے !

اذا استفهمت عن احباب قلبي	أحالوني على استفهام لفظي
منازلهم بلغك ليس الا	فياشؤى لئلاك وسوء حظي
وعظت النفس لا تنظر اليهم	فا التفتت بخاطر حالو عظمي
لفظهمو عسى أحظي بكون	فكانوا عین کونی عین لفظی
ومن يجب انی أحق اليهمو	واسأل عنهم من أرى وهمو معي
وترصد هم عینی وهمی سوادها	وبشامهم قلبی وهم بین انلی

جب آپ نے میرے قلبی احباب کے بارے میں پوچھا تو انہوں نے مجھ پر استفہام لفظی پر محال کر دیا۔

ان کی منازل آپ کے لفظ کے ساتھ نہیں مگر افسوس میری شرمی قیمت اور اس کے لئے میرا حقہ اچھا نہیں۔

میں نے نفس کو نصیحت کی کہ ان کی طرف نہ دیکھ تو اُس نے اپنی خاطر طبعی کے ساتھ میری نصیحت پر لافیات نہ کیا۔

میں نے اُن سے یہ لفظ کہا کہ شاید کون کے ساتھ حقہ حاصل کروں تو وہ عین میرا کون ہے اور عین میرا لفظ ہے۔

عجیب ہے کہ میں اُن کی طرف راغب ہوں اور اُن سے سوال کرتا ہوں جنہیں دیکھتا ہوں کہ وہ میرے ساتھ ہیں۔

میری آنکھ اُن کا انتظار کرتی ہے اور وہ میری آنکھ کی سیاہی میں ہے۔

میرا دل ان کے مشتاق ہے اور وہ میرے پہلو کے اندر ہیں۔

کہا کہ! جب میں نے اُن سے پوچھا تو وہ میری زبان میں جب میں نے اُن کی طرف دیکھا تو وہ میری آنکھ کی سیاہی میں ہیں، جب میں نے اُن میں غور دیکر کیا تو وہ میرے دل میں ہیں میں اُن کی طرف مشتاق ہوا تو وہ حال میں میرے ساتھ ہیں۔

نہیں وہ میری آنکھ میں اور میں اُن کی آنکھ نہیں ہوں۔ کیونکہ اُن کے پاس مجھ سے وہ نہیں جو اُن سے میرے پاس ہے

منزلِ وعید

یہ منزل ایک ہی ہے جو کون کے ساتھ مسکت کرنے اور جو روزِ برتہ دستی پر عادی ہے۔ اور اس میں میں نے کہا!

ان الوعد لمنزلان هما لمن ترك السلوك على الطريق الاقوم
فاذا تحقق بالكمال وجوده ومضى على حكم العلو الاقدم
علا نعيمه عنده فنعيمه في النار وهي نعيم كل مكرم

بے شک وعید دو منزلوں کے لئے ہے۔ اور وہ دونوں اس کے لئے ہیں جس نے مضبوط طریق پر چلنا چھوڑ دیا۔

جب اُس کا وجود کمال کے ساتھ متحقق ہوا اور علوِ قدیم کے حکم پر چلا۔ وہ اُس کے پاس نعمت کی صورت میں لوٹ آئیں پس اُس کی نعمت اُنک میں ہے اور یہ نعيم سر اکرام والے کا ہے۔

منزلِ روحانی مذاپ نفوس اور منزلِ جنانی مذاپ محوس ہے اور یہ نہیں ہوتا مگر اُس کے لئے جو طریقِ شریعت سے اپنے ظاہر و باطن سے

پھر رہتا ہے۔ جب اُس کے لئے استقامت ہوتی ہے اور اس کے لئے
عنایتِ سبقت لے جاتی ہے تو وہ اس سے محفوظ ہو جاتا ہے۔
اور اس سے مجاہدہ کی آگ کی نعمت کے ساتھ جنت کا مشاہدہ
کرتا ہے۔

منزلِ امر

یہ کئی منازل پر مشتمل ہے جن میں سے یہ ہیں۔ منزلِ اُرداجِ برزخیہ،
منزلِ تعلیم، منزلِ ستری، منزلِ سبب، منزلِ تائم، اور منزلِ قطب و
امامین، اور ہم نے اس میں یہ کہا ہے۔

منزل الامر هو اثنية الذات	بہا تحصل امر اخي ولذا في
فليتني قائم فيها مدى عمرى	ولا ازل الى وقت الملاقاة
هجرة المين للخيار كان له	اذا تعوز في صدر المناجاة

منازلِ امرِ لادہ انیمت ذات ہے جس کے ساتھ فرشتے اور لذتیں مل
ہوتی ہیں۔

کاش میں عمر کی پوری مدت اس میں قائم رہتا اور ملاقات کے وقت
نک زائل نہ ہوتا۔

پس آنکھ کی ٹھنڈک مختار کے لئے ہوتی ہے اور یہ اس کے لئے اس
وقت ہوتی ہے جب وہ صدرِ مناجات میں ظاہر ہو۔

اُمراہی صفتِ کلام سے ہے اور وہ شریعت کی جہت سے اولیا۔
اللہ کے سوا مسرود ہے اور حضرت الہیہ میں کوئی امر تکلفی نہیں مگر وہ
مخدوع ہوگا۔

پس دنیا کے لئے اس سماعت کے مدد مجھ باقی نہیں۔ جب انبیائے کرام کو اس موعظہ اب تو اس کی سماعت کے وقت یہ لذت اس کے دُجور میں جاری و ساری ہو جاتی ہے۔ لیکن اوساد اللہ کے لئے وہ مناجات باقی رہتی ہے جس میں کہانی اور گفتگو نہیں تو اہل کشف سے ہر وہ شخص جو یہ کہتا ہے کہ وہ اپنی حرکات و سکنات میں امر الہی کے ساتھ مامور ہے۔ تو یہ امر شرعی محمدی، تکلفی کے مخالف ہے تو بے شک اس امر پر التباس ہے اگر وہ اس میں متجاسسے اور کہتا ہے کہ اس نے سنا تو یہ اس کے سوا ممکن نہیں کہ اس کے لئے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صورت میں تجلی الہی ظاہر ہو۔

پس اللہ تبارک و تعالیٰ اپنے نبی سے مخاطب ہو یا اپنے نبی کو خطاب کرتے وقت سماعت میں اس ولی کو قائم فرمائے اور یہ اس لئے ہے کہ وہ حق تعالیٰ کے اس امر کو پہنچا ہے۔ جو امر اللہ تبارک و تعالیٰ نے اپنے نبی کے ساتھ مقرر فرمایا ہے۔ اور ممکن ہے کہ وہ حق تعالیٰ سے کسی حضرت میں اس امر کو سن لے جو حضور رسالت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پہلے لئے ہیں۔ تو وہ کہے کہ مجھے حق تعالیٰ نے اس کا امر فرمایا ہے اور یہ اس کے حق میں ترفیع ہے۔ جس کے ساتھ اسے امر ہوا۔ اور یہ سبب حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ منقطع ہوا۔ اور اللہ تعالیٰ کے مشرورع اوامر سے اس میں اولیاء اللہ کے لئے راسخ قدم ہے۔

پس یہاں منازل سے وہی اصناف لائی گئی ہیں جن کا ذکر ہم نے کیا ہے اب ہم ہر منزل سے خاص صفات کا ذکر کرتے ہیں۔

منزلوں کی خاص صفات : در منزل لاج میں خاص صفات

کا تعلق لامتناہی علم کے ساتھ ہے۔

منزل رموز کی صفات کا خاص تعلق خواص کے ساتھ اعداد و اسماء کا علم ہے۔ یہی کلمات و حروف ہیں اور اس میں سیمیا کا علم ہے۔
منزل دعا کی خاص صفات علوم اشارہ اور تجلیہ یعنی آراستہ ہونے سے ہے۔

منزل افعال کی خاص صفات علم اکبر یعنی علم دقت ہے۔
منزل ابتداء کی خاص صفات علم مبداء و معاد اور معرفت اولیات سے ہر چیز ہے۔
منزل تنزیہ کے لئے خاص صفات لباس پہننے اور اتارنے کا علم ہے۔

منزل تقریب کی خاص صفات علم دلالات ہے۔
منزل توقع کی خاص صفات علم نسبت و اضافات ہے۔
منزل برکات کی خاص صفات علم اسباب و شروط اور علل اور دلائل و حقیقت ہے۔

منزل اقسام کی خاص صفات علوم عظمت ہیں۔
منزل دہر کی خاص صفات علم ازل اور وجود کی حیثیت سے اللہ رب العزت کی ہمیشگی ہے۔

منزل انیت کی خاص صفات علم ذات ہے۔
منزل لام الف کی خاص صفات مکوں کی طرف کون کی نسبت ہے
منزل تقریر کی خاص صفات علم حضور ہے۔
منزل فناء کائنات کی خاص صفات علم قلب اعیان ہے۔

منزلِ العت کی خاص صفات علمِ التمام ہے
 منزلِ استفہام کی خاص صفات "لیس کیشلہ مشی" کا علم ہے
 منزلِ امر کی خاص صفات علمِ عبودیت ہے۔

وصل : جاننا چاہئے کہ ان انیس منازل سے ہر منزل ممکنات سے ہے
 پس ان میں ملائکہ کی صنف ہے۔ اور وہ صنفِ واحد ہے اگرچہ اُن کے
 احوال میں اختلاف ہے۔

اٹھارہ علمِ اجسام

علمِ اجسام اٹھارہ ہیں جن میں سے افلاک کی گیارہ انواع ہیں اور گیارہ
 چار ہیں، مولدات تین ہیں۔

اور اس کے لئے دوسری وجہ بھی ہے۔ حضرت الہیہ میں ان
 کے ممکنات سے ان کا مقابلہ ذات کے لئے جو ہر ہے اور وہ اقل ہے۔
 دوسرا عرض ہیں اور وہ صفات کے لئے ہیں تیسرا زمان ہے اور وہ ازل
 کے لئے ہے۔ چوتھا مکان ہے اور وہ استواء کی تعریفوں کے لئے ہے۔
 پانچواں اضافات ہے جو اضافات کے لئے ہے۔ چھٹا ہوا نی ہے جو اذاع
 کے لئے ہے۔ ساتواں کیفیات ہے جو اسماء کے لئے ہے۔ آٹھواں
 کیفیات ہے جو تجلیات کے لئے ہے۔ نواں تاثیرات ہے جو وجود
 کے لئے ہے۔ دسواں انفعالات ہے جو اعتقاد کی صورتوں میں ظہور کے
 لئے ہے۔ گیارہواں فاصیت ہے اور یہ احدیت کے لئے ہے۔ بارہواں
 حیرت ہے اور یہ نزول و فرحت اور قرص کے ساتھ اور ان کی مثل وصف
 کے لئے ہے تیرہواں حیات کا ثبات ہے جو زندہ کے لئے ہے۔

جو دھواں معرفت سے جوہرِ علم کے لئے ہے۔ پندرہواں ہوا جس سے جو ارادہ کے لئے ہے۔ سولہواں البصار ہے جو بصیرت کے لئے ہے۔ سترہواں سمیع ہے جو سمیع کے لئے ہے۔ اٹھارواں انسان ہے جو کمال کے لئے ہے اُنہوں الوار اور اندھیرا ہے جو روشنی کے لئے ہے۔

انیس منزلوں کے نظام

وصل : ان کے نظامِ قرآن سے وہ حروفِ نہجی ہیں جو صورتوں کے اول میں ہیں۔ یہ چودہ حرف ہیں، جن میں اکیلا، ثنائیہ، ثلاثیہ، رباعیہ، اور خماسیہ پانچ مرتبہ ہیں، ان کے نظامِ جہنم کے انیس خازن فرشتے ہیں۔

تائیر میں اُن کے پناہ گاہ بارہ بُرج اور سات ستارے ہیں۔ قرآن مجید سے ان کے نظامِ ربسم اللہ کے حروف اور رجال سے اُن کے نظامِ بارہ نقیب اور سات ابدال ہیں۔ ان سات ابدالوں سے چار اوتاد دو امام اور ایک قطب ہیں۔

حضرت الہیہ سے اور الکوانِ عالم سے ان منازل کثیر نظام ہیں۔

امام مبینؑ گھیرا ہوا ہے

وصل : بتانا چاہئے کہ منزلِ منازل اُس منزل سے عبارت ہے جو اُن تمام منزلوں کو جمع کرے جو عالمِ دنیا میں اور اس سے شریٰ تک ہو اور یہ امام مبین سے موسوم ہے۔
اللہ تبارک و تعالیٰ کا ارشاد ہے!

وَكُلُّ شَيْءٍ أَحْصَيْنَاهُ فِي إِمَامِهِ اور ہر چیز کو امام مبین میں گھیر رکھا
مُبِینٌ لِّسِ آیت ۱۲ ہے۔

اللہ تبارک و تعالیٰ کے ارشاد "أَحْصَيْنَاهُ" سے اس پر دلیل ہے کہ
اسے علوم لا متناہیہ و دلالت کئے گئے ہیں۔

پس ہم نے دیکھا کہ کسی ایک کے لئے اس کا عدد منحصر ہے پس وہ
باجود متناہی ہونے کے خارج ہیں۔ کیونکہ اس میں نہیں ہے۔ مگر وہ جو
اللہ تبارک و تعالیٰ نے تخلیق عالم کے دن اُس کی طرف کا حال گزر جانے تک
رکھا۔ اور عمارتِ آخرت کی طرف منتقل ہو جائے گی۔

پس ہم نے ثقہ علمائے باللہ سے پوچھا کہ کیا ان علوم کی اُممات مہی
پر منحصر ہیں۔ جس پر یہ امام مبین حاوی ہے۔

اُس نے کہا! ہاں مجھے ایک ثقہ امین سچے سامعی نے خبر دی ہے اہ
مجھ سے عہد لیا کہ میں اس کے نام کا تذکرہ نہ کروں۔ کہ اُمماتِ علوم اُم
کو متفق ہیں۔ جو کثرت کی بنا پر بے شمار ہیں۔ ان کے تعداد علوم میں سے
ایک لاکھ ایک لوز سے انیس ہزار اور ایک لوز سے چھ صد ہے۔ ہر لوز
لا تعداد علوم پر حاوی ہے۔ جنہیں منازل سے تعبیر کیا جاتا ہے۔

اللہ تعالیٰ کے شکر

میں نے اُس ثقہ آدمی سے پوچھا کہ یہ اللہ تعالیٰ کی مخلوق سے کسی
کو پہنچی ہیں۔ اور اس علم کے ساتھ کسی نے اعاطہ کیا ہے؟
اُس نے کہا! نہیں۔

پھر کہا!

وَمَا يَعْلَمُ جُنُودَ رَبِّكَ إِلَّا هُوَ

تذکرہ آیت ۳۱

اور آپ کے رب کے لشکروں کو
آپ کے رب کے سوا کوئی نہیں جانتا

جب لشکروں کا علم سولے اللہ تعالیٰ کے کسی کو نہیں اور حق لغائے کے لئے
کسی کا جھگڑا نہیں کہ اُسے مقابلے کے لئے ان لشکروں کی احتیاج ہو۔ اُس نے مجھے
کہا تعجب نہ کریں۔

فَوَرَّتِ السَّمَاءُ وَالْأَرْضُ

الذاریۃ ۱ - آیت ۲۳

پس قسم ہے آسمان اور زمین کے رب
کی۔

نہ کہا! وہ کیا؟

جنور و سالتاب علی اللہ علیہ وآلہ

کے حق میں فرمایا ہے۔!

بے شک اللہ آپ کا مولیٰ ہے اور علاؤ

ازہی جبریل اور نبک موسیٰ اور ملائکہ

آپ کے مددگار ہیں۔

التغویم آیت ۳

لویہ لشکروں سے عجیب تر ہے۔ پس اللہ تعالیٰ کے عجیب اسرار ہیں۔

جب اُس نے مجھے یہ کہا تو میں نے اللہ تبارک و تعالیٰ سے سوال کیا

کہ وہ مجھے اس مسئلہ کے فائدہ بہرہ مطلع فرمائے اور اس کی جو عظمت ہے مجھے

اللہ تبارک و تعالیٰ نے فی نفسہ اس کے مقابلہ میں مقرر فرمایا ہے اور جبریلؑ اور میکائیلؑ

بنوے اور ملائکہ۔ تو مجھے اس کی خبر دی گئی تو مجھے کسی چیز کے ساتھ اپنی شادمانی

حاصل نہیں ہوئی جو اس معرفت کے ساتھ ہوئی۔

ازدواجِ مطہرات کا کس پر بھروسہ تھا؟

مجھے یہ علم بھی حاصل ہوا کہ جنور و سالتاب علی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دونوں

ازواجِ مطہرات کو کس کا بھروسہ تھا اور انہیں کس چیز سے نفوذ حاصل ہوئی تھی چنانچہ اگر اللہ تبارک و تعالیٰ اس نصرت و امداد میں اپنی ذات کا ذکر نہ فرماتا تو فرشتوں اور مومنوں کو یہ استطاعت نہ تھی کہ آپ کی ازواجِ مطہرات کے بالقابل کھڑے ہوتے۔ اور مجھے یہ بھی معلوم ہو گیا کہ ان دونوں کو یلم باللہ حاصل تھا اور جو تاثر ان دونوں کو عالم میں اس قوت نے عطا کی یہ اسی عِلْم سے تھی جیسا کہ وہ ہمت پوشیدہ ہے۔

میں اللہ تبارک و تعالیٰ کا سپاس گزار ہوں کہ اُس نے میری اس پر مدد فرمائی تو میرے گمان نہیں کہ مخلوق میں سے کسی اور نے بھی ایسا بھروسہ کیا ہو جو حضور رسالتِ مصلیٰ اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ان دونوں ازواجِ مطہرات نے کیا ہے۔ حضرت لوط علیہ السلام کا بیان قرآن مجید میں اس طرح آیا ہے

اگر تمہارے مقابلے کی مجھ میں طاقت ہو یا کسی مضبوط رکن کا سہارا ہوتا تو میں اُس کی پناہ لیتا۔

لَوْ اَنِّي لَبِيتُكُمْ قُوَّةً اَوْ لَوْ دِئِي اِلٰی
رُكْنٍ مَّشْدُودٍ

مُعَوَّد آیت نمبر ۸۰

اور ان کے پاس مضبوط رکن موجود تھا اور وہ اُسے نہیں جانتے تھے۔ پس حضور رسالتِ مصلیٰ اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کی شہادت دینے ہوئے فرمایا!

يٰۤاَيُّهَا اللّٰهُ اِنِّیْ لَوُطًا نَّقْدُكَ اَنْ
یَادِیْ اِلٰی رُكْنٍ مَّشْدُودٍ۔

اللہ تعالیٰ میرے بھائی لوط علیہ السلام پر رحم فرمائے، وہ مضبوط رکن کھینچ پناہ مانگتے تھے۔

المحدث

جب کہ اُم المومنین حضرت عائشہ صدیقہ اور اُم المومنین حضرت حفصہ

رضی اللہ تعالیٰ عنہا اس سزکن کو جانتی تھیں اگر لوگوں کو اس بات کا علم ہو جائے
 بہر ان دونوں کو آگاہی حاصل تھی تو :

اس آیت کریمہ کے معنی جان لیتے ۔

اور اللہ تعالیٰ ہی حق فرماتا ہے اور سیدھے راستے پر چلتا ہے ۔

الحمد للہ رب العالمین باب کا ترجمہ ختم ہوا

تیسواں باب

اقطاب مصونین اور ان کی حفاظت کے اسرار کی معرفت

ان لله حکمہ اخفاها	فی وجودی فلیس عین تراها
خلق اللحم داره وائس	فبناها وجودہ سوآها
ثم لما تعدلت واستقامت	جاء روح من عنده احيها
ثم لما تحقق الحق علما	حبہ وانقياده طواها
قال الموت خذالك عبيدي	فلساء له بما احلاها
وتجلى له فقال اهي	اين انسى فقال ماتساها
كيف انسى دار اجعلت قواها	من قواكم مهي الي لا تعناهي
يا اهي وسيدي واصفادي	ما عشقنا منها سوى مضاها
اعلمتنا بما تريدون منا	بلسان الرسول من اعلاها
فقطعنا ايلنا في سرور	بك ياسيدي فاحلاها
قال ردوا عليه ناز هواه	صدق الروح انه يهواها
فرددنا مخلصين سكارى	لربا دائما الى سكاها
و بناها على اعتدال قواها	وتجلى لها بما قواها

بے شک اللہ تبارک و تعالیٰ کے لئے پوشیدہ حکمت ہے میرے دُور میں
اُس کو دیکھنے والی آنکھ نہیں۔

جسم کو اُتو دلچ اور اُنس کا گھر تخلیق کیا۔ پس اُس نے دُور کی عمارت
بنا کر راستہ کو کر دیا۔

جب وہ گھر برابر ہو کر قائم ہوا تو اُسے زندہ کرنے کے لئے اللہ تعالیٰ کی طرف
سے نوح آئی۔

موت کو فرمایا میرے بندوں کو اپنے پاس لے آ۔ تو اُسے اُس کے لبتا

کے ساتھ بلایا۔ اُس کے لئے بجلی ہوئی تو اُس نے کہا! الہی میرے انس کا گھر کہاں ہے؟
 نوکرا! تو اُسے بھول نہیں سکتا۔

میں اُس گھر کو کیسے بھول جاؤں جس کے قوی تمہارے قوی سے مقرر ہیں
 نوری وہ ہے جس کے مشابہہ نہیں۔

اے میرے اللہ اور میرے سردار اور میرے اعتمادِ ہم نے اس سے سوائے
 اس کے معنوں کے عشق نہیں کیا۔

آپ نے ہمیں اُس چیز کا علم دیا جو ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زبان
 سے چاہتے ہیں وہ رسول جو بلندی سے آئے ہیں۔

فرمایا! اُس پر اُس کی خواہش کا گھر لوٹا دو روح نے سچ کہا ہے کہ
 وہ اس کی خواہش رکھتا ہے۔

بُس ہمیں ہمیشگی کے نشے کی طرف لوٹا دیا۔ اور ہم وہاں ہمیشہ رہنے
 والوں سے خوش ہیں۔

اُسے قوی کے اعتدال پر تعمیر کیا اور اُس کے لئے اور اُس کے لئے
 نبی فرمائی جس کے ساتھ تقویت دی۔

اللہ تعالیٰ آپ کی مدد فرمائے جاننا چاہیے کہ اس باب میں اللہ تبارک
 و تعالیٰ کے اُن بندوں کا ذکر ہو گا جن کا نام ملائکہ ہے یہ وہ لوگ ہیں
 جو ولایت کے انتہائی درجہ کو پہنچ جاتے ہیں اور سوائے نبوت کے
 ان کے اوپر کوئی درجہ نہیں۔ ولایت میں اس مقام کا نام مقامِ قربت
 ہے۔ اور قرآن مجید سے اُن کی آیت یہ ہے

حُور، مَقْصُورَاتُ فِی الْحِیَامِ
خوبصورت محوَریں خیموں میں پردہ
لُحْنِیْنَ ہُنَّ
الزَّحْنِ آیت ۷۲

اُس نے ان کی خُبْرِ جَنَّتِی عورتوں کی تعریف سے دی ہے اور اُس کی حُورِ
اللہ تبارک و تعالیٰ کے اُن بُندوں کو کہا ہے جو اُس کی طرف قطع ہو چکے ہیں یعنی
علائی دنیوی کو ترک کر چکے ہیں۔

وہ مجبوس محفوظ ہیں

انہیں غیرتِ الہی کی حفاظت نے کائنات کے گوشوں کے خیموں
میں محفوظ و مجبوس کر رکھا ہے۔ تاکہ اُن کی طرف نظر بڑھ کر انہیں مشغول نہ کر
دے، نہیں خدا کی قسم! انہیں اُن کی طرف خلعت کی نظر انہیں مشغول نہیں کر سکتی
لیکن خلوق میں یہ وسعت نہیں کہ اس طائفہ کے منصب کی بُندی کے لئے
ان کا حق ادا کرنے پر کھڑے رہ سکیں۔

چنانچہ بُندے اس امر میں ٹھہر جاتے ہیں اور اُن کی طرف کبھی نہیں پہنچ سکتے
کیونکہ اُن کے اعمالِ ظاہرہ سے ظواہرِ عادات و عبادات کو مجبوس کر دیا جاتا ہے
اور وہ اس سے فراق و فاصل کی دائمی پابندی کرتے ہیں

خرق عادات مشہور نہیں ہوتے

یہ لوگ خرقِ عادت کے ساتھ متعارف نہیں ہوتے اور لوگ اُن کی تعظیم
نہیں کرتے۔ اور ان کی طرف اُس درنگی اور اصلاح کا اشارہ کرتے ہیں۔ جو
عرفِ عام میں پائی جاتی ہے۔ باوجود اس کے کہ اُن میں فسادِ ظاہر نہیں ہوتا،
پس یہ لوگ چھپے ہوئے، نیک اور امین ہوتے ہیں۔ اور دُنیائیں

لوگوں سے چسپا کر رہتے ہیں۔

حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے پروردگار عزوجل سے روایت بیان کی ہے۔

اِنَّ اَغْبَطَ اَوْ بَيَّاسِي عِنْدِي لِمُؤْمِنٍ
خَفِيفُ الْحَاذِ وَ حَظِيْمٌ صَلَوَاتٍ
اَحْسَنَ عِبَادَةٍ رَبِّهِ وَاَطَاعَهُ
فِي السِّرِّ وَاَعْلَانِيَةٍ وَاَن غَامِضًا
فِي النَّاسِ

میرے بہترین دوستوں سے میرے
نزدیک وہ مومن ہے جو سب سار
نمازی اور جو اپنے پروردگار کی احسن
طریقے سے عبادت کرتا ہے۔ اور ظاہر
چھپے اُس کی عبادت کرتا ہے اور
لوگوں میں پوشیدہ ہو کر رہتا ہے۔

الحکمیت
مراد یہ ہے کہ یہ لوگ بہت بڑی بڑی عبادات کے ساتھ لوگوں میں
پہچانے نہیں جاتے۔ اور ظاہر چھپے حرام چیزوں کے نزدیک نہیں جاتے۔

یہ سیاہ روہوتے ہیں

بعض لوگوں نے ایک عارف سے ان کی صفت پوچھی تو اُس نے کہا یہ
لوگ دنیا آخرت میں اسود الوجہ یعنی سیاہ روہوتے ہیں۔ کیونکہ اس سے مراد
وہ امر ہے جو ہم نے اس طائفہ کے احوال سے ذکر کیا سیاہ روٹی سے مراد
یہ ہے کہ تجلیات حق تعالیٰ میں دنیا و آخرت کے تمام اوقات میں یہ لوگ
فارغ ہوتے ہیں۔

ہمارے نزدیک انسان کے لئے آئینہ حق میں جو تجلی ہوتی ہے وہ اُس
میں اپنی ذات اور مقام کے علاوہ نہیں دیکھتا اور وہ اُن سے ایک کون ہے
اور کون حق کی روشنی میں ظلمت ہوتی ہے چنانچہ اس کا مشاہدہ وہ اپنی نیکی

نے علاوہ نہیں لڑتا۔ کیونکہ کسی چیز کی وجہ یا اُس کا چہرہ اُس کی حقیقت اور اُس کی ذات ہوتی ہے۔ اور خلی دائمی نہیں ہوتی مگر بطور خاص یہ خلی اُس طائفہ کے لئے ہوتی ہے۔ لہذا یہ لوگ دنیا و آخرت میں حق تعالیٰ کے ساتھ ہیں، اُن کی دائمی خلی کا ذکر کر چکے ہیں اور وہ افراد ہیں، لیکن اگر تصور سے مراد سیادت ہو اور وجہ سے مراد حقیقت انسان ہو یعنی دنیا و آخرت میں اُس کی سیادت ہے۔ تو یہ ممکن ہے اور یہ امر رسولوں کے لئے مخصوص ہے۔ کیونکہ یہ اُن کا کمال ہے۔ اور ادلیا میں کمی پائی جاتی ہے۔

کیونکہ رسول انہما بشریت میں اضطراری حالت میں ہوتے ہیں اور اولیاء کے لئے یہ امر نہیں کیا آپ نے دیکھا کہ اللہ تعالیٰ سبحانہ نے جب دین کو مکمل فرمایا تو اُس سورت میں آپ کو آپ کے وصال کی کیسے خبر دی جس میں آپ کی طرف سے یہ آیات نازل فرمائیں۔

إِذَا جَاءَ نَصْرُ اللَّهِ وَالْفَتْحُ ۖ وَرَأَيْتَ
النَّاسَ يَدْخُلُونَ فِي دِينِكَ أَفْوَاجًا ۚ
فَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ وَأَسْتَغْفِرْ لَهُ ۚ
كَانَ تَوَابًا ۚ نَصْرَ آيَتِ أُولَ الْأَنْفَالِ ۚ تَوْبَةً قَبُولُكَ ۚ

جب اللہ کی مدد اور فتح آپہنچے ادب آپ لوگوں کو دین میں فوج ہر فوج داخل ہوتا دیکھ لیں تو اپنے ہر در و گاہ کی تسبیح و تحسید اور استغفار کریں یقیناً وہ برا گناہ تو آپ کا ہے۔

یعنی آپ اپنی ذات اپنے رب کریم کی اُس پاکیزگی اور شان بیان کرنے میں مشغول رکھیں۔ جو اُس کی شان کے لائق ہے چنانچہ جب تبلیغ رسالت کا وہ کام مکمل ہو گیا جو اللہ تبارک و تعالیٰ کی طرف سے تھا۔ تو اُس امر کے ساتھ دنیا سے آپ کا انقطاع کر دیا اور استغفار کے ساتھ اُس امر کو طلب کیا تاکہ آپ کو اپنی حفاظت کے حجاب میں مخلوق سے پوشیدہ کر دے اور مخلوق سے الگ

ایک بھی ظاہر ہونے کا ہرگز اختیار نہیں رکھتا، کیونکہ انہیں علم ہوتا ہے کہ اللہ تبارک و تعالیٰ نے انہیں اُن کے لئے پیدا نہیں فرمایا اور نہ مخلوق میں سے کسی ایک کے لئے پیدا کیا ہے کہ وہ قصیدہ ازل کے ساتھ اُس سے تعلق رکھے اور بے شک اللہ تعالیٰ سبحانہ نے انہیں اپنے لئے پیدا فرمایا ہے۔ تو انہوں نے اپنے نفوس کو اُس کام میں مشغول کر لیا جس کے لئے انہیں پیدا کیا گیا تھا چنانچہ اگر حق تعالیٰ انہیں اُن کے اختیار کے بغیر ظاہر فرما دے جس کے ساتھ مخلوق کے دلوں میں اُن کی تعظیم مقرر کر دے تو یہ امر اللہ تعالیٰ سبحانہ کی طرف اس میں اُن کا عمل اپنا نہیں اور اگر انہیں پوشیدہ فرما دے تو لوگوں کے دلوں میں قدر اور تعظیم پیدا نہ فرمائے تو یہ بھی اللہ تبارک و تعالیٰ کی طرف ہے تو ان کو اللہ تبارک و تعالیٰ کے اختیار کے ساتھ کوئی اختیار نہیں اور اگر انہیں اختیار حاصل ہو جائے تو لازماً اللہ تبارک و تعالیٰ کی طرف سے مخلوق سے پردہ اور الٹائی کر لیتے ہیں۔

جب کہ اُن کا حال اپنے نفوس سے اپنے مرتبوں کو چھپانا ہے۔ تو وہ اپنے غیر سے کیسے پردہ نہیں کریں گے۔

یہ لوگوں میں رہتے ہیں مگر؟

ہم پر لازم ہے کہ اُن کی حفاظت کی منزلیں بیان کریں چنانچہ اُن کی حفاظت کی منزلوں سے یہ ہے کہ وہ جماعت کے ساتھ فرائض نماز کی ادائیگی اور لوگوں کے ساتھ نہر شہر میں داخل سوتے ہیں۔ اور وہ اُس شہر کے لوگوں کی پوشاک نہیں پہنتے اور نہ ہی مسجد میں کسی مقام کو اپنا ٹھکانا بناتے ہیں بلکہ مسجد میں اُن کے ٹھکانے مختلف ہوتے ہیں جس میں جنت المبارک ناز ہوتی

ہے یہاں تک کہ اُن کی آنکھ سے لوگوں کی کثرت میں ضیاع نہ ہو۔ جب لوگ کھٹکھٹ کرتے ہیں تو وہ بھی اُن کے ساتھ کلام کرتے ہیں۔ اور اس پر اپنے کلام میں حق تعالیٰ کو رقیب دیکھتے ہیں اور حجب لوگوں کا کلام سنتے ہیں تو ایسے ہی سنتے ہیں اور سوائے اپنے ہمسائے کے دوسرے لوگوں کے ساتھ مجلس نہیں کرتے یہاں تک کہ اُن کا شعور نہیں کیا جاسکتا۔ وہ چھوٹے بچوں اور بیگانہ کی ضرورتیں پوری کرتے ہیں اور اللہ تبارک و تعالیٰ کی رضا کے مطابق اپنی اولاد اور اپنے اہل خانہ سے ہنستے کھیلتے اور مزاح کرتے ہیں۔ اور حق کے سوا کچھ نہیں کہتے۔ اور اگر کسی مقام میں پہچانے جائیں تو دوسرے مقام کی طرف منتقل ہو جاتے ہیں۔ اگر منتقل کسی کے لئے ممکن نہ ہو تو اپنے جاننے والوں سے لوگوں تک حاجات پوری کرنے میں الحاج کے ساتھ سفارش کرتا ہے۔ جس کی وجہ سے لوگ اُس سے منہ پھیر لیتے ہیں اور اگر اُس کے پاس مصلحتوں میں تحویل کا مقام ہو تو تحویل کر لیتے ہیں۔ یعنی دوسری صورت میں آجاتے ہیں۔ جیسا کہ مد ظہیٰ نبی آدم کی صورت میں مشکل ہو جاتے ہیں۔ اور اُن کی پہچان نہیں ہوتی کہ یہ فرشتے ہیں۔ کذیب البان کا حال بھی تھا۔ اور یہ تمام اُس وقت تک ہوتا ہے جب اللہ تبارک و تعالیٰ اُس کے اظہار اور اُس کی شہرت کا ارادہ نہیں کرتا کہ وہ پہچانا جائے۔

وہ اللہ کے ساتھ ہوتے ہیں

پھر یہ طائفہ اُس مرتبہ کو پہنچ جاتا ہے جو اللہ تبارک و تعالیٰ کے ہاں ہے اس لئے کہ اُن کے قلوب غیر اللہ کی مدافعت سے محفوظ ہو جاتے ہیں۔ یا یہ کہ وہ سوائے اللہ تعالیٰ کے کائنات میں سے کسی کے ساتھ تعلق

پیدا نہیں کرتے۔

اُن کا اٹھنا بیٹھنا اور بات کرنا اللہ تعالیٰ کے ساتھ ہوتا ہے۔

وہ اللہ تبارک و تعالیٰ میں دیکھتے ہیں۔

وہ اللہ تعالیٰ کی طرف کوچ کرتے اور پھرتے ہیں۔

وہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے کلام کرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے سنتے ہیں۔

اُن کا توکل اللہ تعالیٰ پر ہے۔ اور اللہ تعالیٰ کے نزدیک رہتے ہیں۔

اُن کے لئے اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معروف مشہود نہیں۔

وہ اپنے نفوس سے اپنے نفوس کی حفاظت کرتے ہیں۔

اور اُن کے نفوس انہیں نہیں جانتے۔

بُس وہ غیابات الغیاب میں پردہ نشین ہیں۔ وہ اللہ تعالیٰ کے پسندیدہ اور

مخلصین لوگوں میں سے ہیں۔ وہ کھانا کھاتے ہیں۔ اور بازارِ دل میں چلتے ہیں

مگر اُن کا چہنماں کا پردہ ہے۔ اور کھانا اُن کا حجاب ہے۔ اس باب میں مذکور

اس طائفہ کی بھی حالت ہے۔

تتمہ شریف

اس باب سے ہم بیان کرتے ہیں کہ اس حُضرت سے رسولوں کی بعثت

ہوتی ہے اُن سب پر اللہ تعالیٰ کا سلام ہو۔ وہ شارع ہونے میں اور اُن

کے ساتھ ان لوگوں کو اتباع کرنے والا پایا جاتا ہے۔ اور اُن کے امر کے

ساتھ اور اُن کی عینِ واحدہ سے اُن کے امر کے ساتھ اُن کا قائم ہونا ہے۔

جس سے انبیاء و رسل علیہم السلام اپنی شریعتوں کو اخذ کرتے ہیں۔ اور اسی سے

اولیاء اللہ اخذ کرتے ہیں۔ جو اس میں ان کی اتباع کرتے ہیں تو وہ عالمین کی

بصیرت پر تابعین ہیں۔ جس امر کے ساتھ اُن کی اتباع کرتے ہیں اور جس امر میں اُن کی اتباع کرتے ہیں۔

یہ عارفین رسولوں کی منزلوں کو جاننے والے ہوتے ہیں اور اللہ تبارک و تعالیٰ کی طرف سے راستوں کے طریقوں اور اللہ تعالیٰ کے نزدیک اپنے مقدر کو جانتے ہیں۔

اور اللہ تعالیٰ سچ فرماتا ہے اور وہی سیدھے رُسنے پر چلا ہے۔

الحمد لله سواہوس جز اور نیسوس پا رے کا ترجمہ ختم ہوا۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

چوبیسواں باب

علوم کو نبیہ اور ان کے ضمن میں آئیوالے عجائبات کی معرفت اور عالم سے ان علوم کو حاصل کرنے والوں کا بیان اور ان کے اقطاب کے مراتب اور دونوں شریعتوں کے درمیان اسرار اشتراک اور عالم الفاس اور الفاس کے ساتھ عشق رکھنے والے قلوب اور ان کی اصل اور ان کے لئے منزلوں کی اہمیا کا بیان ۔

تجہبت من ملک یصود بملک	ومن ملک أضحی لملک کملک
فلک ملک ان کنت ناھما	من لاؤلوا المنشور من علمنا ملک
نقد من وجود الحق علما مقلما	لیأخذ ذاک العلم من شاء عنک
فلن کنت مثلی فی العلم فقد تری	بأن الذی فی کونہ نسخہ منک
ھمل فی العلی ثمی یقلوم امرکم	وقد فتکت أسیلا کم فی الوری فک
فلو کنت قدری یا جیبی وجودہ	ومن أنت کنت السید العلم الملک
وکن الاما خلق یاتیک منخما	أیت الیہ ان تحقیقہ ملک

مجھے اُس بادشاہ سے تعجب ہے جس کی ملکیت ہمارے ساتھ لوثی ہے ۔ اور
اُس بادشاہ سے تعجب ہے جو اپنی خلوک کے لئے بادشاہ ہے ۔

تو یہ ملک کا بادشاہ ہے اگر ہمارے علم سے کبھی ہونے مو تیوں کو پروا
چاہو تو پروا نہ لو ۔

وجود حق سے پاکیزہ علوم نے میں تاکہ خواہش منہ آپ سے علم کو اخذ کر
اگر آپ علوم میں مجھ جیسے ہیں تو اُس کے ساتھ دیکھیں جو آپ سے
اُس کی کون میں نسخہ ہے ۔

تو کیا بلندی میں کوئی چیز تمہارے امر کے مقابل ہوگیں تمہاری تلواریں وہی میں
جہزات کرتی ہیں۔

اے میرے حبیب اگر آپ اُس کے وجود کو جان لیتے اور یہ جان لیتے کہ
آپ کون ہیں تو پرچم کے سردار اور بادشاہ ہوتے۔
اگر آپ خلقت کے معبود کو تحقیق کے ساتھ بادشاہ مان لیتے تو وہ آپ کے
پاس اُس سے کچھ گنا زیادہ آتا جتنا آپ اُس کے پاس آتے۔

بادشاہ رب تعالیٰ ہے

اللہ تعالیٰ آپ کی مدد فرمائے جان لیں کہ اللہ تبارک و تعالیٰ نے فرمایا ہے
ادْعُونِيْ اَسْتَجِبْ لَكُمْ
تم مجھ سے دعا کرو میں تمہاری دعا
قبول کروں گا
المومن آیت ۶

جب آپ نے یہ جان لیا تو جان لیں کہ یقیناً اللہ تبارک و تعالیٰ ہر چیز کا رب
اور اُس کا مالک ہے۔ اور جو اللہ تعالیٰ کے سوا ہے اس رب کا مِلُّوْب اور اُس
حق سبحانہ تعالیٰ بادشاہ کی ملکیت ہے۔ اور اللہ تعالیٰ عالم کا بادشاہ ہونا انہی
حنوں میں ہے اور اُسی کا عالم میں تقرب ہے اور وہ اس پر بغیر ہر کاوٹ کے
جو چاہے کرے اور عالم اُسی بادشاہ، سردارِ جَلِّ و عِلَّ کا محلِ تاثیر ہے۔

جواب دو جواب

پس وہ حالات متصور ہیں جن پر عالم ہے اور وہ اس میں حق تعالیٰ کا نقشہ
ہے جو چاہے حکم کرے۔ پھر ہم دیکھتے ہیں کہ اللہ تبارک و تعالیٰ نے ارشاد فرمایا!
كُتِبَ عَلَيْكُمْ عَلَىٰ نَفْسِهِ الرَّحْمَةُ
تمہارے رب نے اپنی ذات پر رحمت لکھا
الانعام آیت ۵۲

پس حق تبارک و تعالیٰ نے رحمت کے دجروب میں اپنی ذات کے ساتھ اپنے بندے کو شریک کیا ہے اگرچہ وہی ذات ہے جس نے خود پر اُسے واجب کیا جو واجب یا، پس اُس کا کلام سچا اور اُس کا وعدہ حق ہے جیسا کہ انسان ابتداء میں اپنی ذات پر نذر واجب کر لیتا ہے۔ جو اُس پر حق تعالیٰ نے واجب نہیں کی تو جب اللہ تبارک و تعالیٰ اُس پر واجب کر دیتا ہے جو انسان نے خود پر واجب کر لیا تھا تو اُس نذر کو پورا کرنے کا حکم دیتا ہے۔

پھر ہم نے دیکھا کہ اللہ تبارک و تعالیٰ بندے کی دعا قبول نہیں کرتا مگر اُس کے دعا کرنے کے بعد جیسا کہ مشروع ہے۔

جیسا کہ عبد حق تعالیٰ کو اُس وقت جواب دیتا ہے جب اُسے حق تعالیٰ اُس امری طرف بلاتا ہے اللہ تبارک و تعالیٰ کا ارشاد ہے "أَفَلَيْسَتْ جِبُولِي" یعنی لوگ میری اطاعت کریں۔

پس عبد اور عالم جو کہ حق تعالیٰ کی ملکیت ہے اس میں فقرت الہی احمی کی جانب ہے جس کا ذاتی طلب میں حقیقت عالم اقتضاء کرتی ہے اور دوسری فقر وہ ہے جس کا اقتضاء مشرعیّت کا وضع ہونا کرتا ہے۔

جب یہ امر اُس بات پر ہے جس کا ہم نے ذکر کیا کہ حق تعالیٰ بندے کے امر کو اُس وقت قبول فرماتا ہے جب وہ دعا کرتا ہے۔ اور اُس سے سوال کرتا ہے جیسا کہ بندہ اللہ تبارک و تعالیٰ کے امر کو قبول کرتا ہے جب وہ اُسے حکم دیتا ہے اور وہ اللہ تبارک و تعالیٰ کا یہ ارشاد ہے !

وَأَوْفُوا بِعَهْدِيْ أَوْفٍ بِعَهْدِكُمْ
تم میرا عہد پورا کرو میں تمہارا عہد پورا کروں گا۔

توقیف میں شرکت ہے جب کہ حق تعالیٰ بذاتہ اس امر کا اقتضاد کرتا ہے کہ اُس کے لئے بُندے کا نذرال یعنی عجز و نیا نہ مندی ہے اور یہ برابر ہے کہ اُس نے اپنے بُندے کے لئے اعمال مشرُوع کئے ہوں یا نہ کئے ہوں۔

ایسے ہی اُس کے وجودِ عین کی بقا کے ساتھ بندہ کے لئے مخالفتِ حق ہے اور برابر ہے کہ حق تعالیٰ اُس کی شریعت کو مشرُوع کیا ہو یا نہ کیا ہو۔ بھیجِ بُندہ کے لئے اعمال مشرُوع فرمائے اور جب بُندے نے اُس پر عمل کیا تو اپنی دُعا کیسے قالوں بنایا کہ اُس فعل پر بندے کو جزا عطا فرمائے جس کے ساتھ اُسے مکلف فرمایا تھا۔

پس وہ جنابِ عالی اُس ملک یعنی عالم کی بادشاہ ہے جس کے ساتھ اس میں سوال کے وقت بندے کا اثر عطاء سے ظاہر ہوتا ہے۔ تو اُس پُر اس صفت کا اطلاق ہوگا جس سے مالک الملک ہر ناقص ہوتا ہے تو وہ سبحانہ اُس کا مالک اور بادشاہ ہے۔ جس کے ساتھ اپنے بندوں کو حکم فرمانا ہے اور وہ سبحانہ بادشاہ ہے کہ اُس کے حکم کے مطابق بُندہ کہتا ہے رَبِّ اغْفِرْ لِي یعنی اے میرے پروردگار مجھے بخش دے جیسا کہ حق تعالیٰ نے اُسے فرمایا ہے۔

اھد میری یاد کے لئے نماز قائم رکھیں

اقِمِ الصَّلَاةَ لِذِكْرِي

ملہ آیت ۱۴

خُدا کا حکم بندے کی دُعا

پس حق تعالیٰ کی جانب سے جو کچھ بُندے کے لئے ہوتا ہے اُس کا نام امر یعنی حکم ہے۔ اور جو کچھ بُندے کی طرف سے حق تعالیٰ کے لئے ہوتا ہے اُس

کا نام دے دے ادب الہی ہے اور یہ حقیقت امر ہے۔ کیونکہ یہ صفت ایک ساتھ دو آدموں پر مشتمل ہے اور میرے علم میں سب سے پہلے اس اسم کی یہ اصطلاح محمد بن علی حکیم نرندی سے آئی ہے۔ اور اس کے علاوہ یہ لفظ ہم نے کسی سے نہیں سنا۔ ہو سکتا ہے کہ اس سے پہلے بھی کسی نے یہ اصطلاح استعمال کی ہو اور ہمیں نہ پہنچی ہو مگر یہ امر درست ہے۔

اللہ تبارک و تعالیٰ پر عقل کسی امر کا واجب ہونا ممکن نہیں ہے اہل نظر کے درمیان اختلافی مسئلہ ہے چنانچہ بعض اس کے قائل ہیں اور بعض نہیں مگر واجبات شرعیہ؟ تو ان کا انکار وہی کر سکتا ہے جو خدا کے نازل کردہ پر ایمان نہیں لاتا

اسم نسبت قائم ہوتا ہے

جاننا چاہیے کہ دو اضافتوں والے کے لئے لازم ہے کہ دونوں اضافتوں سے ہر ایک کے لئے ایک اسم ہو جو اسے اضافت عطا کرنا ہے جب آپ "زید" کہیں گے تو وہ بلا شک انسان ہے اس سے اس کے علاوہ نہیں سوچا جائے گا۔ اگر آپ عمرو کہیں گے تو وہ انسان ہے اس کے علاوہ نہیں سمجھا جائے گا چنانچہ جب آپ کہیں گے کہ زید بن عمرو یا زید عبد عمرو تو بلا شک زید کے لئے بیٹا ہونے کی بات ہوئی اور حبيب کہا کہ ابن عمرو تو زید کے اسم باپ کی بات ہوئی تو زید کی بنوت عمرو کو ابوت اور زید کو بنوت عطا کرتی ہے تو دونوں اضافت والوں میں سے ہر ایک نے اپنے ساتھی کے لئے وہ معنی پیدا کیے جس سے وہ اضافت سے پہلے متصف نہ تھے۔

ایسے ہی زید عبد عمرو عبدیت عطا کرتا ہے کہ زید مملوک ہو اور عمرو مالک ہو تو بے شک مملوکیت زید نے عمرو کے لئے اسم مالک پیدا کیا اور عمرو

کی ملکیت نے زید کو اسم مملوک دیا تو اُس کے حق میں مملوک اور غمزدہ کے
کے حق میں مالک کہا گیا۔

پس ان دونوں میں سے کسی ایک کے لئے اس اصناف کے پائے
جانے سے پہلے یہ دونوں نام نہیں کہے جاتے تھے۔ پس حق حق ہے اور انسان
الانسان۔

اللہ تعالیٰ بادشاہ ہے

جب آپ کہیں گے کہ الانسان یا الولی اللہ تعالیٰ کے بندے ہیں تو اس
سے لازماً آپ نے یہ کہا کہ اللہ تبارک و تعالیٰ لوگوں کا بادشاہ ہے اگر آپ
اس کے بادشاہ ہونے کے ایک جملہ کو ذہن سے وجود عالم کو اٹھانے
پر قادر نہیں تو ارتفاعِ عالم کے لئے وجود حق تعالیٰ کو نہیں اٹھایا جاسکتا اور
بادشاہ کے معنی میں حق تعالیٰ سے ارتفاعِ وجود لازمی ہے۔

جو تک وجود حق تعالیٰ کے ساتھ وجودِ عالم فعل اور صلہ حیثاً مربوط ہے
لہذا اللہ تبارک و تعالیٰ کے لئے اسم ملک ازلی ہے اور اگرچہ عین عالم عین میں
معموم ہے لیکن جو موجودہ مغفولیت اسم مالک کے ساتھ مربوط ہے وہ
وجوداً اور نقدیراً اور قوتاً اور فعلاً اللہ تبارک و تعالیٰ کی مملوک ہے پس اس
پر غمزدہ فرمائیں اور سمجھ لیں کہ حق اور عالم کے درمیان امتیازِ حقائق کے
سوا ہرگز دوسری کا شعور نہیں ہوتا۔

معیتِ الہی کیسے ہے؟

اللہ تبارک و تعالیٰ پاک اور سبحان ہمیشہ سے ہے ایسے ہی ہمیشہ

ہے گا ایسے ہی اُس کے ساتھ کوئی چیز نہیں تو ہمارے ساتھ اُس کی معیت اُس طرح ہے جس طرح اُس کے جلال کا حق ہے اور جیسا کہ اُس کے جلال کو حق پہنچتا ہے۔ اگر وہ اپنی ذات کے لئے یہ نسبت نہ فرماتا کہ وہ ہمارے ساتھ ہے تو عقل اس کا اقتضا نہیں کرتی کہ اُس پر معیت کے معنوں کا اطلاق کیا جائے جیسا کہ عقل سلیم اس سے نہیں سمجھ سکتی۔

جب اللہ تبارک و تعالیٰ نے معیت کا اطلاق اپنی ذات پر کیا تو یہ دُنیا کی ایک دوسرے کے ساتھ معیت ہے کیونکہ ”لیس کشفہ شیء“ یعنی اُس مثل کوئی چیز نہیں اور اللہ تبارک و تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

وَهُوَ مَعَكُمْ أَيْنَ مَا كُنْتُمْ
اور تم جہاں کہیں بھی ہو وہ تمہارے ساتھ ہے۔

سورہ صمد آیت ۴
اور حضرت موسیٰ اور حضرت ہارون علیہما السلام کے لئے فرمایا!
میں تمہارے ساتھ ہوں سب کچھ
إِنِّیْ مَعْکُمْ أَتَمَّ وَأَزَلّی
سننا اور دیکھنا ہوں۔

پس ہم کہتے ہیں کہ حق تعالیٰ اُس صفت پر ہمارے ساتھ ہے جو اُس نے بیان فرمائی اور اُس معنی کا ساتھ ہے جو اُس کا ارادہ ہے اور ہم نہیں کہتے کہ ہم حق کے ساتھ ہیں کیونکہ یہ وارد نہیں ہوا اور نہ ہی عقل یہ امر عطا کرتی ہے کہ ہم خود کو حق کے ساتھ کہیں اور نہ ہمارے لئے عقلی اور شرعی وجہ ہے جس کے ساتھ یہ اطلاق ہو سکے کہ ہم حق کے ساتھ ہیں اور اہل اسلام سے جو اس انبیت کی نفی کرتا ہے تو وہ ناقص الایمان ہے کیونکہ عقل اس سے انبیت کے معنوں کی نفی کرتی ہے اور شرع سنت میں ثابت ہے نہ کہ کتاب میں، جو لفظ انبیت کے اطلاق کا اللہ تبارک و تعالیٰ پر اثبات کیا

جائے تو یہ نہ متعجبی ہے اور نہ اس پر قیاس کیا جاسکتا ہے اور اس کا اطلاق اُس مقام پر ہو گا جہاں شارع نے اطلاق فرمایا ہے۔

خدا کہاں ہے؟

عنور رسالتا علی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اُس سیاہ کنیز کو فرمایا ہے اُس کے آقا نے مارا تھا کہ اللہ کہاں ہے؟ اُس نے آسمان کی طرف اشارہ کر دیا، پس آپ نے اُس کے اشارے کو قبول فرمایا اور اُس کے آقا سے فرمایا: اے آزاد کر دے کیونکہ یہ مومنہ ہے۔

پس انیت کے لئے سوال کرنے والا تمام لوگوں سے زیادہ عالم ہے اور وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں۔ بعض علمائے رسوم نے اس کنیز کے آسمان کی طرف اشارہ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قبول فرمانے کی یہ تادیل کی ہے کہ زمین میں لوگ اللہ تبارک و تعالیٰ کے علاوہ معبودوں کو پوجتے ہیں یعنی انہوں نے زمین پر معبود بنا رکھے تھے جب کہ یہ تادیل امر واقعی کو نہ جاننے والے جاہل کی ہے کیونکہ ہم جانتے ہیں کہ عرب آسمان کے ستارے کی عبادت کرتے تھے جس کا نام شعری تھا اور جسے اُن کے لئے البوکشدہ نے مقرر کیا تھا اور اُن لوگوں کا اس میں یہ یہ اعتقاد تھا کہ وہ رب الارباب ہے جسے اُن کی مناجات پر ایسے ہی وقعت حاصل ہوئی ہے اور اللہ تبارک و تعالیٰ نے اس لئے فرمایا ہے۔

وَإِنَّهُ هُوَ رَبُّ الشُّعْرٰی

اور یہ کہ وہی ستارہ شعری کا رب

ہے۔

سورہ البقرہ آیت ۴۹

اگر آسمان میں ستارے کی پرستش نہ ہوتی تو اس تادیل کرنے والے

کے لئے اس تاویل کی گنجائش ہوتی اور یہ ابو کبشہ جس نے شعری کی عبادت رائج کی مٹی حضور رسالت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی والدہ مکرّمہ کے اجداد کے خاندان سے تھا اور اسی لئے عرب کے لوگ حضور رسالت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نسبت اُس کی طرف کرتے ہوئے کہتے ہیں ابی کبشہ نے کیسا دین نکالا ہے جس میں ایک معبود کی عبادت کے لئے کہا جاتا ہے جیسا کہ ابو کبشہ نے کی بیعت جاری کی تھی۔

اس مقام کے اقطاب

اس مقام کے اقطاب میں سے ہم سے پہلے محمد بن علی حکیم ترمذی اور ہمارے مشائخ سے ابو مدینی رحمۃ اللہ علیہ تھے، جب کہ عالم علوی میں ابی نجاد تھے جن کا نام اہل ردعائیت میں معروف ہے وہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے تھے قرآن مجید سے میری صورت ”بَارِكْ الَّذِي بَارِكْهُ اللَّهُ“ ہے۔ اسی بنا پر ہم اُن کے حق میں کہا کرتے ہیں کہ وہ دو اماموں میں سے ایک امام ہیں کیونکہ یہ امام کا مقام ہے۔

پھر ہم کہتے ہیں کہ اللہ تبارک و تعالیٰ عبد مفضل کی اُس دعا کو قبول فرماتا ہے جو اُس نے سوال کیا تھا تو وہ اس متصرف کی مانند ہے۔ اسی لئے ابو مدین نے اپنے قول میں اشارہ کرتے ہوئے کہا کہ وہ مالک الملک ہے۔ اور رہی اس اصناف کی صحت لہذا یہ اس لئے ہے کہ بندے کے ہر سانس میں یہ امر متحقق ہو جائے کہ وہ اللہ تبارک و تعالیٰ کی ملکیت ہے، بغیر اس کے کہ اس حال کے دعویٰ میں ناقص خلل انداز ہے۔

جب یہ مشاہد ہوگی تو اُس وقت اُس پر صادق آئے گا کہ وہ اُس کے

نزدیک ملکیت ہے۔ اگرچہ دعویٰ سے اُس کا کچھ حصہ پہنچا ہو اور یہ اس طرح کہ وہ اللہ تبارک و تعالیٰ کی ملکیت میں اُس کے حضور سے عاری ہو کہ اپنی ذات کے لئے ملکیت کا دعویٰ کرے تو یہ وہ امر ہے جس کا اُس نے اپنی ذات کے لئے ملک نام رکھا اور ملک اس مقام پر نہیں اور نہ اُس کے لئے درست ہے کیونکہ حق تعالیٰ کے لئے کہا جاتا ہے کہ وہ مالک الملک ہے اگرچہ نفس اللہ میں ایسے ہو مگر اُس نے اپنے جہل سے اس دعویٰ کے ساتھ خود کو اس سے نکال دیا کہ وہ اللہ تبارک و تعالیٰ کی ملکیت ہے خواہ وہ کسی امر میں غافل ہوا۔

پس اس مقام دالامیزانِ عظیم کا محتاج ہے جس سے وہ اپنے ہاتھوں سے اور اپنے نصب العین سے نہیں نکلتا۔

دو شریعتوں کا اشتراک

وصل : رہا! دونوں شریعتوں کے درمیان اشتراک کے اسرار کا بیان تو وہ اللہ تبارک و تعالیٰ کے اس ارشاد کی مثل ہے۔

وَأَقِمِ الصَّلَاةَ لِذِكْرِي میری یاد کے لئے نماز قائم رکھیں

سورہ طہ آیت ۱۳

یہ مقام ختم الاولیاء کا ہے اور ان دونوں اس کے رجالِ حضرتِ خضندہ اور حضرت ایسا علیہما السلام میں اور یہ ثانوی تقریر ہے جسے اقل نے اُس وجہ سے ثابت کیا ہے جو اُسے مغائرتِ زمان کے باوجود ثابت کرتی ہے تاکہ متقدم و متاخر درست ہوں۔

بیک وقت دو شریعتوں والے

جب مکان اور حال تبدیل نہ ہو تو دوسرے کے لئے عین سے تکلیف کے ساتھ وہ مضاب واقع ہوتا جو اقل کے لئے واقع ہوا تھا۔ اور جب یہ وجہ وہ ہو جو بغیر زمانے کے قید کے دونوں کو جمع کرتی ہے۔ اور اس سے افذ کرنا بھی زمانہ کی قید کے ساتھ نہیں تو دو شخصوں سے شریعت میں اشتراک جائز ہے۔ مگر عبارت اس کے زمانے اور اس کی زبان کو مختلف کرنے کی۔ بشرطیکہ دونوں ایک ہی وقت میں ایک زبان کے ساتھ گفتگو کریں جیسا کہ حضرت موسیٰ اور حضرت ہارون علیہما السلام ہیں۔ ان دونوں کے لئے اللہ تبارک و تعالیٰ نے ارشاد فرمایا!

اذْهَبَا إِلَىٰ فِرْعَوْنَ إِنَّهُ طَغَىٰ
 جادو طرف فرعون کے اس نے
 سر اٹھایا۔

سورہ طہ آیت ۴۳

جادو اس کے ان دونوں کو فرمایا!

فَقُولَا لَهُ قَوْلًا لَّيْنًا
 سو کہو اس سے بات نرم

سورہ طہ آیت ۴۴

اللہ تبارک و تعالیٰ نے اپنے ارشاد قولا کو نکرہ بیان فرمایا اور حضرت موسیٰ علیہ السلام بالخصوص فرمانے تھے کہ حضرت ہارون علیہ السلام مجھ سے زیادہ فصیح اللسان ہیں۔

پس ممکن ہے کہ دو شخص ایک مجلس میں عبارت میں مختلف ہو ہو جائیں۔ چنانچہ دونوں کو ایک شخص یعنی فرعون کی طرف ایک رسالت

کے ساتھ ایک مقام اور ایک وقت میں مبعوث فرمایا۔

ہماری اصحاب و شیوخ سے ایک جماعت نے اس مثال کے دُجڑ کو منع کیا ہے جیسا کہ ابوالعالم لکھی اور اُن کے علاوہ کُہ شخص جو یہ بات کہتا ہے اور اس طرف گیا ہے اور یہی ہمارے نزدیک دُست ہے کیونکہ اللہ نہ کہ دُعالیٰ ایک شخص پر حتمی کی تکرار نہیں فرماتا اور نہ اس میں دُست الہی کے لئے دُشخصوں کے درمیان اشتراک کرتا ہے۔ اور سوائے اس کے نہیں کہ دیکھنے اور سننے والے کا اُس مشابہت کے لئے دُہم ہے۔ جسے علیحدہ کرتا اُس کے لئے دُشوار ہے۔

مگر اہل کشف اور متکلمین سے اس کے قائلین کو دُشوار نہیں جن کا کہنا ہے کہ عرض دوزمانوں میں باقی نہیں رہ سکتا۔

اور دُست الہی سے ہے کہ اللہ تبارک و تعالیٰ نے ہر چیز کو اُس کی تخلیق عطا فرمائی اور عالم میں امر کے ساتھ ہر چیز میں امتیاز کیا۔ یہ وہ امر ہے۔ جس سے اُس کے بغیر سے تمیز ہوتی ہے۔ اور یہ ہر چیز کی انفرادیت ہے تو ایک مزاج میں دو چیزوں کا اجتماع نہیں ہوتا۔

وفی کل شیء لہ آیۃ قَدل علیٰ انہ واحد

اُس کے لئے ہر چیز میں نشانی ہے جو اُس کے واحد ہونے پر دلالت کرتی ہے

خدا اجتماعِ متبیین پر قادر ہے۔

چنانچہ سوائے ہر چیز کی احدیت کے علاوہ نہیں اور اس امر میں بدیہی ہرگز جمع نہیں ہوتیں جس میں امتیاز واقع ہو اور اگر اس میں اشتراک واقع ہوتا تو امتیاز نہ ہوتا جب کہ عقل اور کشف امتیاز ثابت ہے۔

اس باب میں اس منزل سے چھوٹے پر بڑے کے اور تنگ پر کھلے کے وارد ہونے کا علم ہوتا ہے بغیر اس کے کہ تنگ کو وسیع یا وسیع کو تنگ کیا جائے یعنی کسی چیز کو اُس کے حال سے تبدیل نہ کیا جائے نہ کہ اُس کی وجہ پر جس میں شکستیں سے حکماء اور اہل نظر گئے ہیں وہ حد حقیقت میں دونوں کے اجتماع کی طرف گئے ہیں نہ کہ جرمیہ میں کیونکہ کسی چیز کا بڑا چھوٹا ہونا دونوں کے لئے مصیقت جامع میں مؤثر نہیں ہوتا۔

اس باب میں یہ بھی ہے جو اللہ تعالیٰ فرما رہا ہے !
 مَا عَرَفَ اللَّهُ إِلَّا بِجَمْعِهِ بَيْنَ
 الْفَضَلَيْنِ
 مگر اُس کے دو صندوقوں کے درمیان
 جمع کرنے سے ۔

پھر انھوں نے یہ آیت نکالتی کی۔
 مَوَاقِلُ وَالْآخِرُ وَالْأَوَّلُ وَالْبَاطِنُ
 سورہ صمد آیت ۳
 اُن کی مراد ایک دگر سے ہے نہ کہ مختلف نسبتوں سے جیسا کہ علماء
 رسوم سے اہل نظر اسے دیکھتا ہے۔

حضرت علی علیہ السلام کی شریعت کیا ہوگی
 جانا چاہیے کہ حضرت علی علیہ السلام لازمًا نازل فرمائیں گے اور
 حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شریعت کے ساتھ ہم میں لازمًا
 حکم دیں گے جس کے ساتھ اللہ تبارک و تعالیٰ اُن کی طرف اُن کے نبی ہونے
 کی وجہ سے وحی فرمائے گا۔ کیونکہ نبی سوائے اپنے مرسَل کے شریعت

نہیں لیتا۔ چنانچہ فرشتہ اُن کے پاس اُس شریعت کی خبر لایا کہ گاہیں کے
ساتھ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تشریف لائے ہیں۔

پس اللہ تبارک و تعالیٰ انہیں الہام فرمائیں گے۔ تو آپ اشیاء کی حقیقت
و حرمت میں وہی حکم فرمائیں گے جو حکم حضور رسالتاں صلی اللہ علیہ وآلہ
وسلم نے فرمایا ہے۔ اور اگر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام موجود ہوتے تو یہی
حکم فرماتے۔ اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے نزدیک دل کے ساتھ مجتہد ہی کے
اجتہاد اٹھ جائیں گے۔ اوہم میں وہ اُس شریعت کے ساتھ حکم نہیں دیں
گے جس پر وہ اپنے رسالت و دولت کے زمانہ میں تھے اور جس میں آپ
اُس کے ساتھ بحیثیت وحی الہی کے عالم تھے اور وہ جس کے مامور رسول
اور نبی تھے اور وہ اُس شریعت پر ہونگے جس پر حضرت محمد مصطفیٰ صلی
اللہ علیہ وآلہ وسلم تھے کیونکہ وہ اس امر میں آپ کے تابع ہونگے اور کبھی
اُن کو بحیثیت کشف حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی روح مبارک
پر اطلاع ہوگی۔ اور وہ آپ سے اُس امر کو اخذ کریں گے جو اُن کے لئے
اللہ تعالیٰ کی شریعت ہوگی اور وہ اس کے ساتھ حضور رسالتاں
صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اُمت میں حکم دیں گے۔

حضرت عیسیٰ حضور کے صحابی ہونگے

پس حضرت عیسیٰ علیہ السلام اس وجہ سے آپ کے تابع اور صحابی
ہونگے اور اس وجہ سے قائم الالدیا ہونگے اور حضور رسالتاں صلی
اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ شرف حاصل ہے کہ نبی اور صاحب کرامت رسول
جو کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام ہیں آپ کی اُمت کے ختم الالدیا ہوں گے۔

اور وہ اس اُمتِ محمدیہ علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام میں افضل ہیں۔

دو عشر ہوں گے

حکیم ترمذی نے اپنی کتاب ختم الاولیاء میں یہ خبر دی ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور دوسرے لوگوں سے افضل ہیں۔ کیونکہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اگرچہ اس اُمتِ احمدیہ کے ولی ہیں مگر نفس الامر میں وہ نبی اور رسول ہیں۔

پس قیامت کے دن اُن کے دو عشر ہوں گے ایک عشر نبوت و رسالت کے پرچم کے ساتھ انبیاءِ مسلمین علیہم السلام کے ساتھ اپنے صحابیوں اور تابعیوں میں ہوگا اور ایک عشر حضور رسالتِ مصلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پرچم کے نیچے اس اُمت کے اولیاء کی جماعت میں ہمارے ساتھ ہوگا، وہ حضور رسالتِ مصلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے تابع ہونگے۔ اور حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر دنیا کے آخری ولی تک تمام اولیاء اللہ سے آگے ہوں گے یعنی اُن کے پیشوا ہوں گے۔ پس اللہ تبارک و تعالیٰ اُن کے لئے ظاہر طور پر ولایت اور نبوت کو جمع فرمائے گا۔ اور قیامت کے دن سوا حضرت محمد مصلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے کوئی الیہ رسول نہیں ہوگا جس کی اتباع رسول نے کی ہو۔

کیونکہ قیامت کے دن حضرت عیسیٰ اور حضرت الیاس علیہ السلام کا حضور حضور رسالتِ مصلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے متبعین میں ہوگا اگرچہ حضرت آدم علیہ السلام سے لیکر تمام نبی میدانِ عشر میں حضور رسالتِ مصلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے برابر چم کے نیچے ہوں گے اور آپ کا یہ پرچم عام ہوگا۔

مخصوص ختم کا مقام

حنور رسالتاب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی امت کے ساتھ بڑے حجم کے بار میں ہمارا کلام مخصوص ہے۔ اور دلائل مثبت فقہیہ مخصوصہ کے لئے اس شریعت کے ساتھ جو حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لئے نازل ہوئی ایک مخصوص ختم ہے۔ جس کا رتبہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے کم ہے۔ اس لئے کہ وہ رسول ہیں۔ اور ختم ہمارے زمانے میں پیدا ہوا اور میں نے اسے دیکھا بھی اور میں نے اس سے ملاقات کی۔ اور اس میں ختمیت کی نشانی دیکھی پس اس کے بعد ہر دلی اُسی کی طرف راجع ہوگا۔

جیسا کہ حنور رسالتاب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد کوئی نبی نہیں ہوگا مگر آپ کی طرح راجع ہوگا۔ جیسا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام ہیں پس قیامت تک ہر دلی کی نسبت اس ختم کے بعد دلائل میں اُس طرح ہو گی۔ جیسا کہ ہر نبی کی نسبت نبوت میں حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد ہے۔ جیسا کہ اس امت میں حضرت الیاس، حضرت عیسیٰ اور حضرت خضر علیہم السلام ہیں۔

میں نے آپ کے لئے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے نزول کا بیان کر دیا ہے اس کے بعد جو چاہیں کہہ لیں اگر چاہیں تو دونوں شریعتوں کو عین واحد کہہ لیں اور اگر چاہیں تو شریعت واحد کہہ لیں۔

انفاس کا تشق

وصل بر دلوں کا انفاس کے ساتھ معاشرہ ہے کیونکہ ادواج

رُوحانیہ کے خزانے نے مناسب کے لئے انفاسِ رحمانیہ کے ساتھ تھوڑا سا شوق کیا ہے۔

یَمْنُ سے سرسور ہو

حضرت رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا! مجھے یمن کی جانب سے رحمان کی ہوا آتی ہے۔ مگر یہ کہ رُوحِ حیوانی نفس ہے۔ اور ان افعال کی اصل عشاق کے دلوں میں ہے جس کے ساتھ وہ نفسِ رحمانی ہے جو یمن کی طرف سے ہے جس کو اُس کے وطن سے نکالا گیا اور اُس کو اُس کے مسکن اور اُس کی سکونت کے درمیان حائل کیا گیا تو اس میں غمزدگی اور دکھوں کو دور کرنے کا ذکر کیا گیا ہے۔

اور حضرت رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا!
 اِنَّ لِلّٰهِ نَفْعَاتٍ فَتَعَرَّضُوا لِلنَّفْعِ ۖ اِنَّهُ لَقَدْ اٰلٰی اَعْلٰی ۚ
 اپنے رب کی ہواؤں سے لپٹ جاؤ۔

انفاس کی تعداد

ان انفاس کی تعداد تین سو منازل کو منہی ہوتی ہے۔ اور ان منزلوں سے ہر منزل میں تیس نفس ہیں جو تین سو تیس کو تین سو تیس سے ضرب دینے سے نکلتی ہیں۔ پس حاصل ضرب اُن انفاس کی تعداد ہے جو عالمِ بشری میں حق تعالیٰ کی طرف سے اُس کے اسمِ رحمان سے پیدا ہوتے ہیں یعنی $33 \times 33 = 1089$

میں نے ان منازل کی جرحِ تحقیق کی ہے اُس کے مطابق خاص حضرت

انفہوانیہ میں منازلِ النفاس کی تعداد دوسو سے زیادہ ہے۔
 جب تین سو تیس کو پانچ سو تیس سے ضرب دی جائے گی تو اس ضرب
 کے بعد آپ کے لئے جو عدد نکلیں گے وہ عالمِ انسانی میں النفاسِ روحانیہ کی
 تعداد ہے یعنی $۱۷۹۰۰ = ۵۳۰ \times ۳۳۰$ ۔

صاحبِ منزل

وہ منازل جو غیر کے لئے نہیں اُن سے بہ نفسِ خاص تجلی الہی سے مستقل
 عالمِ الہی ہے۔ تو جو انِ النفاس سے خوشبو سونگھ لیتا ہے وہ ان کی مقدار کو مانا
 لیتا ہے میں نے ان اہلِ منازل میں سے کسی کو نہیں دیکھا جنہیں لوگ پہچانتے
 ہوں یہ حضرات اکثر طور پر بلوائندس میں رہتے ہیں ان میں سے میری ایک
 شخص سے بیت المقدس اور مکہ معظمہ میں ملاقات ہوئی تو میں نے ایک روز
 اُس سے ایک مسئلہ کے بارے میں سوال کیا اُس نے مجھے کہا! کیا تو نے کسی
 چیز کی خوشبو سونگھی ہے اس سے میں نے جان لیا کہ یہ اس مقام پر فائز ہے
 اُس نے کچھ عرصہ میری خدمت کی علاوہ ازیں میرے والدِ گرامی کے سگے بھائی
 یعنی میرے سگے چچا جین کا نام عبداللہ بن محمد عربی تھا وہ اس مقام پر حبساً
 اور معناً فائز تھے۔ میں نے اپنے دورِ ناداہیت اور اس طریق کی طرف
 رجوع کرنے سے پہلے اُن سے اس امر کا مشاہدہ کیا تھا اور اللہ تعالیٰ حق
 فرماتا اور راہِ ہدایت پر چلاتا ہے۔

الحمد للہ جو بیسویں باب کا ترجمہ ختم ہوا

محمد حنیف

پچیسواں باب

وہ مخصوص معمر کی معرفت اور علوم اور ستر منزل سے اربعہ اصناف کے ساتھ مختلف قطاب کے اسرار و منازل اور اُس کا بیان جو اس میں عالم سے داخل ہوا

ان الامور لها حد ومطلع	من بعد ظهر وبطن فيه تجتمع
في الواحد العن سئیس يعلمه	الامراتب أعداد بها تقع
هو الذي أبرز الاعداد اجعها	وهو الذي ماله في العلم متسع
بحاله ضيق وجب فصورته	كناظر في مرآء حسين ينطبع
فما كثر اذا عطف مراتبه	بكتوا فهو بالتزنيه يمتنع
كذلك الحق ان حقت موره	نفسه وبكم تعلق وتتنع

یقیناً امور کے لئے پشت کے پیچے اور پیٹ میں، خدا اور مطلع ہے جس میں اُن کا اجتماع ہوتا ہے۔

ایک عین میں ایک بھید ہے جسے اُن مراتب اعداد کے علاوہ کوئی نہیں جانتا جو اس کے ساتھ واقع ہوتے ہیں۔

وہی اللہ تعالیٰ ہے جس نے تمام اعداد کو ظاہر فرمایا اور وہی ہے جس کے لئے عدد میں وسعت اور گنجائش نہیں۔

اُس کا میدان تنگ و وسیع ہے پس اُس کی صورت اُس ناظر کی طرح ہے جو آئینے میں خود کو منعکس ہونے کے وقت دیکھتا ہے۔

پس کثرت نہیں جب مراتب عطا کئے جاتے ہیں تو کثرت ہوتی ہے اور وہ تنزیہ کے ساتھ منع کرتا ہے۔

ایسے ہی حق تعالیٰ ہے اگر اپنی ذات کے ساتھ اُس کی صورت کا

تحقق حاصل ہر س لو آپ کے ساتھ بلند می اور کسیتی ہے۔

حیاتِ خضر علیہ السلام

اے دوست! اللہ تعالیٰ آپ کی مدد فرمائے جانا چاہیے کہ یہ قدم حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ساتھی حضرت خضر علیہ السلام ہیں۔ اللہ تبارک و تعالیٰ نے اس وقت تک اُن کی عمر طویل کی ہوئی تھی اور ہم نے اُس شخص کو دیکھا ہے جس نے انہیں دیکھا ہے۔ اور ہمارے لئے اُن کی شان میں امر عجیب ہے۔

خضر علیہ السلام سے پہلی ملاقات

یہ اس طرح ہے کہ ہمارے شیخ ابو العباس عمر بنی رحمۃ اللہ علیہ اور میرے درمیان ایک ایسے شخص کے حق میں مسئلہ چل نکلا جس کے ظہور کی بشارت حضور رسالت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دی تھی۔ شیخ ابو العباس نے مجھے کہ وہ شخص فلاں بن فلاں ہے۔ میں اُس کو شخص کو نام سے جانتا تھا مگر دیکھا نہیں تھا مگر اُس کے چھو بھی زاد بھائی کو میں نے دیکھا تھا، میں نے اس میں توقف کیا اور اُن کی بات کو قبول نہ کیا کیونکہ میں اپنے امر میں بصیرت پر تھا مگر بلاشبہ شیخ ابوالعباس کا تیرا اس امر پر لوٹ آیا اور اُن کو باطنی طور پر تکلیف پہنچی اور میں اس بات کو نہ جان سکا کیونکہ میں اپنے امر کے ابتدائی دور میں تھا چنانچہ اُن کی خدمت سے اپنے کھر کو لوٹ آیا۔

میں راستے ہی میں تھا کہ میری ملاقات ایک شخص سے ہوئی ہے

ہیں جاتا تھا، اُس نے ایک محب و مشفق کے سلام کے انداز سے مجھ پر سلام کی ابتداء کی اور مجھے کہا! اے محمد ابن العربی شیخ ابوالعباس نے تیرے ساتھ فلاں شخص کے بارے میں جو ذکر کیا تھا وہ سچے ہیں اور مجھے اُس شخص کا نام بتایا جس کا ذکر ابوالعباس عربی نے کیا تھا۔

میں نے کہا! ٹھیک ہے اور اُس کے ارادے کو جان کر اُسی وقت شیخ کی طرف لوٹ آیا تاکہ انہیں یہ ماجرا بتاؤں، چنانچہ جب میں اُن کی خدمت میں حاضر ہوا تو انھوں نے مجھے فرمایا! اے اباعبداللہ! جب میں مجھے کوئی مسئلہ بتانا ہوں تو تو اُسے قبول کرنے پر توقف کرتا ہے۔ اور مجھے تیرے ساتھ حضرت خضر علیہ السلام کی ضرورت پڑ جاتی ہے کہ وہ تیری طرف اس مسئلہ کو لوٹائیں اور تجھے کہیں کہ فلاں شخص نے جو تیرے ساتھ بات کی ہے وہ سچی ہے اور تیرے لئے اس میں کہاں تک اتفاق ہوگا کہ تو مجھ سے جو مسئلہ سُنتا ہے اُس میں ہی توقف کرتا ہے؟

میں نے کہا! تو بہ کا دروازہ کھلا ہوا ہے۔
 انھوں نے فرمایا! تو بہ کی قبولیت واقع ہوگئی۔
 پس میں نے جان لیا کہ وہ شخص حضرت خضر علیہ السلام ہیں اور اس میں شک نہیں کہ میں نے شیخ سے استفہام کیا کہ کیا وہ وہی تھے؟
 انھوں نے فرمایا! ہاں وہ خضر علیہ السلام تھے۔

حضرت خضر علیہ السلام سے دوسری ملاقات
 پھر دوسری مرتبہ اُن سے ملاقات کا اتفاق ہوا میں تیونس کی بندرگاہ پر کشتی میں سوار ہوا تو میرے پیٹ میں درد شروع ہو گیا۔

اہل کشتی سوئے ہوئے تھے اور میں کشتی کی ایک جانب کھڑا تھا، اُس رات چاند کی چودھویں تھی میں نے چاند کے طلوع کے بعد چاندنی میں سمندر کی طرف ایک شخص کو دیکھا جو پانی پر چلتا ہوا میرے پاس آگیا اور کھڑا ہو گیا اُس نے ایک پاؤں اٹھایا اور دوسرے پاؤں کو اُس کا سہارا بنالیا تو میں نے اُس کی پشت پا کو دیکھا جیسے تری نہ پہنچی تھی پھر اُس نے دوسرا پاؤں اٹھا کر پہلے پاؤں کا سہارا بنایا تو وہ بھی ویسے ہی تھا یعنی اُس میں بھی پانی کی تری کا نشان نہ تھا۔

پھر اُس نے میرے ساتھ جو گفتگو کرنا تھی، کی اور سلام کہہ کر اُس مینار کی طلب میں لوٹ گئے جو ساحل سمندر پر ایک ٹیلے کے اوپر تھا۔ ہمارے اور اُس مینار کے درمیان دو میل سے زیادہ فاصلہ تھا اور اُنھوں نے یہ فاصلہ دو یا تین قدموں میں طے کر لیا، میں نے اُن کی آواز سنی جو مینار پر ظاہر ہوتی تھی کہ وہ اللہ تبارک و تعالیٰ کی تسبیح پڑھ رہے ہیں۔

تصدیق اس ملاقات کی

ایک مرتبہ میں اپنے شیخ جراح بن فہس کتانی کی خدمت میں حاضر ہوا اور وہ قوم کے سرداروں میں سے تھے اور عیدوں کی بندگاہ میں رہائش پذیر تھے میں اُسی شب اُن کی خدمت میں حاضر ہو گیا تھا جس رات میری اُس شخص سے ملاقات ہوئی تھی جو پانی پر چل کر آیا تھا۔

چنانچہ جب میں صبح کو شہر میں داخل ہوا تو میری ملاقات ایک صالح شخص سے ہوئی اُس نے مجھے کہا! حضرت خضر علیہ السلام کیسے آگے گذشتہ شب کیسی رہی؟ آپ نے اُن سے کیا کہا اور اُنھوں نے آپ سے کیا کہا؟

تیسری ملاقات ہوا میں

اس تاریخ کے بعد جب میں بحرِ حیط کے ساحل کی طرف سیر کو نکلا تو میرے ساتھ ایک ایسا شخص تھا جو ساحلین کے خرقِ عادات کا انکار کرتا تھا، میں اور میرا یہ ساتھی ایک دیران مسجد میں نماز پڑھنے کے لئے داخل ہوئے تو ہم پر ایسے سیانوں کی ایک جماعت داخل ہوئی جنہوں نے دنیا سے انقطاع کر رکھا تھا۔ وہ لوگ نماز پڑھنے کا ارادہ کر رہے تھے اور ان میں وہ شخص بھی تھا جس نے مجھ سے ہمہ روز گفتگو کی تھی اور جس کے متعلق بتایا گیا تھا کہ وہ حضرت خضر علیہ السلام ہیں۔

علاوہ ازیں ان میں ایک بڑی قدر و منزلت والا بہت بڑا آدمی بھی تھا اور اس کے ساتھ میری اس سے پہلے بھی دوستی کی ملاقات تھی۔ میں نے کھڑے ہو کر اُسے سلام کہا تو اُس نے مجھ پر سلام ٹوٹا یا اور میرے ساتھ ملا کر ابھار مقرر کیا اور آگے کھڑے ہو کر میں نماز پڑھانی۔

جب ہم لوگ فارغ ہوئے تو امام باہر نکلا اور میں بھی اُس کے پیچھے نکلا اور مسجد کے دروازہ پر آگئے یہ دروازہ بحرِ حیط کے سامنے مغربی جانب اُس جگہ تھا جسے بکے کہتے ہیں، میں مسجد کے دروازہ پر کھڑا اُن سے گفتگو کر رہا تھا کہ اسی اثناء میں وہ شخص بھی آگیا جس کے بارے میں میں نے بتایا تھا کہ وہ حضرت خضر علیہ السلام تھے۔

انھوں نے مسجد کی محراب سے ایک چھوٹا سا مصلیٰ اٹھا کر سوا میں کھول دیا۔ یہ مصلیٰ زمین سے سات گز کے قریب بلند می پر کھولا گیا تھا۔ اور وہ ہو میں اس مصلے پر کھڑے ہو گئے۔ اور نوافل ادا کرنے لگے۔ میں نے اپنے ساتھی کہا! تو نے اُس شخص کو دیکھا کہ وہ کیا کر رہا ہے؟

اُس نے کہا: اے ابراہیم! اس سے پوچھ لیں۔

میں نے اپنے سامعی کو دہیں پر کھڑے جھوٹا اور اُن کی طرف آگیا وہ نماز سے فارغ ہوئے تو میں نے انہیں سلام لیا۔ اور اپنی ذات کے لئے نغمہ، پڑھی۔

شغل المحب عن اهلوا بسره فی حب من خلق اهلوا وسره
العارفون عقولهم معقولة عن کل کون توفضیه مظهره
فهمولیه مکرّمون فی الوری احوالهم مجھولہ وسقہ

محب نے ہوا سے روکا ہوا ہے اور اُس کی محبت میں اُسے مسترد کرنا ہے
جس نے ہوا کو پیدا کیا اور مستحکم کیا

عارفوں کی عقلیں ہر کون سے معقول ہوتی ہیں وہ پسند میں کیونکہ وہ

پاک ہیں۔

اُن کے احوال درمی میں غیر معروف اور پوشیدہ ہیں اور وہ اللہ تبارک
و تعالیٰ کے ہاں صاحبِ تکریم ہیں۔

آنکھوں نے مجھے فرمایا! اے فلاں تو نے کیا کیا تو نے جو کچھ دیکھا ہے
اُس مُنکر کے حق میں ہے اور میرے ساتھی کی طرف اشارہ کیا جو غرقِ عادت
کا انکار کرتا تھا اور مسجد کے صحن میں بیٹھا اُس کی طرف دیکھ رہا تھا۔

”اور یہ اس لئے ہے“ تاکہ وہ جان لیں کہ اللہ تبارک و تعالیٰ جو چاہے جس

کے ساتھ کر سکتا ہے۔

پس میں نے اُس مُنکر کی طرف رخ کرتے ہوئے کہا! اب کیا کہتا ہے؟

اُس نے کہا! جو دیکھنے کے بعد کہا جاتا ہے وہی کہوں گا۔

پھر میں اپنے ساتھی کی طرف لوٹ آیا اور وہ مسجد کے دروازہ پر مبرا منتظر

تھا۔ میں نے اُس کے ساتھ ایک ساعت گفتگو کی اور اُسے کہا! یہ شخص کون ہے جس نے ہوا میں غار پڑھی!

اُس نے کہا! یہ حضرت خضر علیہ السلام ہیں حالانکہ میں نے اُس کے ساتھ ان سے اپنی پہلی ملاقات کا ذکر نہیں کیا تھا۔ پھر ہم خاموش ہو گئے اور وہ جماعت واپس لوٹ گئی تو ہم بھی موضع ردطہ کی طرف لوٹ آئے۔ جہاں دنیا سے انقطاع کر لینے والے صالحین رہا کرتے تھے۔ یہ جگہ بحرِ محبہ کے ساحل پر شکھار کے قریب ہے۔

بہر کیف! یہ وہ ماجرا ہے جو ہمیں اس دند کے ساتھ پیش آیا اللہ تبارک و تعالیٰ اُس کی رویت سے ہمیں قائدہ پہنچائے۔

اُس کو یعنی حضرت خضر علیہ السلام کو علم الدینی اور ہر شخص کے مرتبے کے لائق عالم کے ساتھ رحمت حاصل تھی اور بے شک اللہ تبارک و تعالیٰ نے اس پر اُن کی ثناء کی ہے۔

حضرت خضر کا خرقہ

ہمارے مشائخ میں سے ایک شخص علی بن عبد اللہ بن جامع سے میری ملاقات ہوئی، علی بن عبد اللہ علی متوکل اور ابی عبد اللہ قضیب البان کے ساتھی تھے۔ قضیب البان متقی ہیں۔ اور موصل کے باہر اُن کا باغ تھا اور حضرت خضر علیہ السلام نے علی بن عبد اللہ کو قضیب البان کی موجودگی میں خرقہ پہنایا تھا اور شیخ نے اُس مقام پر مجھے خرقہ پہنایا جہاں اُس باغ میں حضرت خضر علیہ السلام نے انہیں اُن کے باغ میں خرقہ پہنایا تھا۔ اور اُسی صورت میں پہنایا جو اُن کے پہننے میں ظاہر ہوئی تھی۔

حضرت خضر کا دوسرا خرقہ

علاوہ ازیں میں نے حضرت خضر علیہ السلام کا خرقہ دوسرے طریق سے اپنے ساتھ تھی تقی الدین عبد الرحمن بن علی بن میمون بن ابی الوردی کے ہاتھ سے پہنا تھا اور انھوں نے دیار مصر کے شیخ الشیوخ صدر الدین ابن حمویہ کے ہاتھ سے پہنا تھا۔ اُس وقت سے میں خرقہ پہننے کے لئے کہتا ہوں اور لوگوں کو پہنانا ہوں۔ جب میں نے دیکھا کہ حضرت خضر علیہ السلام اسے معتبر گردانتے ہیں جب کہ پیش ازیں میں اُس وقت تک معروفہ کا قائل نہیں تھا کیونکہ ہماری نزدیک خرقہ سے مراد یہ تھی کہ محبت و ادب اور خلق کو اختیار کیا جائے۔ اس لئے کہ خرقہ پہننا حضور رسالت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ متصل نہیں یعنی آپ خرقہ نہیں پہناتے تھے لیکن ادب اور محبت کا اتصال پایا جاتا ہے اور وہ لباس تقویٰ کے ساتھ عبارت ہے۔

خرقہ کیوں پہناتے ہیں؟

پس اصحاب احوال کی عادت جاریہ ہے کہ اپنے ساتھیوں میں سے جب کسی میں نقص یا کمی پاتے ہیں تو چاہتے ہیں کہ اس کا حال مکمل کر دیں تو اس کا شیخ اُس کے ساتھ متحد ہو جاتا ہے۔ چنانچہ اس اتحاد کے بعد شیخ کا لباس اُس کے حال میں حال وارڈ کر دیتا ہے چنانچہ شیخ اُس لباس کو اتار کر اُسے پہنا دیتا ہے جس کے حال کو مکمل کرنے کا ارادہ ہوتا ہے تو یہ حال اُس میں سرایت کر جاتا ہے۔

ہمارے نزدیک یہ لباس معروف ہے اور ہمارے مشائخ میں سے

تحقیق سے بھی منقول ہے۔

مردانِ خدا کے چار مرتبے

جاننا چاہیے کہ مردانِ خدا چار مراتب پر ہیں۔

- ۱۔ وہ رجالِ جن کے لئے ظاہر ہے
- ۲۔ وہ رجالِ جن کے لئے باطن ہے
- ۳۔ وہ رجالِ جن کے لئے حد ہے
- ۴۔ وہ رجالِ جن کے لئے مطلع ہے

کیونکہ اللہ تبارک نے جب دوسری مخلوق پر نبوت اور رسالت کا دروازہ بند کر دیا ہے تو ان کے لئے اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس امر میں فہم کا دروازہ کھلا رکھا۔ جس کے ساتھ اپنی کتاب عزیز میں اپنے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف وحی فرمائی تھی۔

حضرت علی ابن ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے تھے حضور رسالت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد وحی کا سلسلہ منقطع ہو گیا۔ ادھر کما ہا حق میں کچھ باقی نہیں مگر وہ جس کا اللہ تبارک و تعالیٰ اس قرآن مجید سے بندے کو فہم عطا فرمادے۔

ہمارے اصحاب اہل کشف کا اس حدیث کی صحت پر اتفاق و اجماع ہے کہ حضور رسالت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے قرآن مجید کے بارے میں فرمایا!

قرآن مجید کی ہر آیت کے لئے ایک ظاہر ہے ایک باطن ہے ایک حد ہے اور ایک مطلع ہے۔

ان مراتب سے ہر مرتبہ کے لئے رجال ہیں اور ان گروہوں سے ہر طائفہ کے لئے ایک قطب ہے اور اس قطب پر اس کشف کے فلک کا دورہ ہے۔

مردانِ خدا کی تقسیم

میں غراطہ میں اہل باغ سے اپنے شیخ ابی محمد عبداللہ شکار کی خدمت میں ۱۵۵۵ھ میں حاضر ہوا، اس طریق میں جن حضرات سے میری ملاقات ہوئی وہ ان میں بہت بڑے آدمی تھے میں نے اس طریق میں ان کی مثل ابتدا میں کسی کو نہیں دیکھا۔ انھوں نے مجھے فرمایا: رجال چار قسم کے ہوتے ہیں۔

۱۔ رَجَالٌ صَدَقُوا مَا عَاهَدُوا اللّٰهُ عَلَيْهِمْ
جنہوں نے اپنا وعدہ اللہ تعالیٰ سے کیا تھا سچ کر رکھا یا۔
سورہ احزاب آیت ۲۳

اور یہ رجال ظاہر ہیں۔

۲۔ رَجَالٌ لَا تُلَاقِيهِمْ تِجَارَةٌ وَلَا بَيْعٌ
ایسے لوگ جنہیں کوئی سود اور
عَنْ ذِكْرِ اللّٰهِ سورہ نور آیت ۳۶ خرید و فروخت نہ کر لیا ہے نہ روکے
۳۔ یہ رجال باطن میں حق تعالیٰ کے جلوہ میں اور ان کے مشورے سے۔

رجالِ اعراف اور یہ رجال حد ہیں اللہ تبارک و تعالیٰ کا ارشاد ہے!
وَعَلَى الْاَعْرَافِ رَجَالٌ
اور ایک پھر دے پھر آدمی

سورہ اعراف آیت ۴۶

یہ لوگ سو گنہے والے نمیز کرنے والے اور اوصاف سے الگ تھلک ہوتے ہیں اور ان کے لئے کوئی صفت نہیں ان میں سے حضرت بابزید بسطامی تھے۔

۳ یہ وہ رجال ہیں جنہیں حق تعالیٰ اپنی طرف بلاتا ہے تو جواب دینے کے لئے بغیر سوار یوں کے تیزی سے اُس کی طرف آتے ہیں۔

وَأَذِّنْ فِي النَّاسِ بِالْحَجِّ يَأْتُوكَ رِجَالًا

الحج آیت ۲۷ تیری طرف پیادہ چل کر آئیں

اور یہ رجال مطلع ہیں۔

رجال ظاہر کا تصرف

پس رجال ظاہر وہ لوگ ہیں جن کے لئے اہم ملک و شہادت میں تصرف ہے اور یہ وہ لوگ ہیں جن کی طرف شیخ محمد بن قائد آوانی نے اشارہ کیا ہے۔ اور یہ وہ مقام ہے جسے شیخ عاقل ابوسعود بن شبل بغدادی نے اللہ تبارک تعالیٰ کے ادب کی وجہ سے چھوڑ دیا تھا۔

بُحْبُوحُ الْوَالِدِ تَمَاشُكِي بَغْدَادِي رَحِمَهُ اللَّهُ عَلَيْهِ نے خبر دیتے ہوئے کہا! محمد بن قائد آوانی ابی سعود سے ملے تو انھوں نے کہا! ابی سعود اللہ تبارک تعالیٰ نے میرے اور آپ کے درمیان مملکت کو تقسیم کر دیا ہے آپ اس میں تصرف کیوں نہیں کرتے جیسا کہ میں کرتا ہوں!

ابی سعود نے کہا! اے ابن قائد میں نے اپنا حصہ تجھے دے دیا ہم نے اپنے لئے تصرف کرنا حق تعالیٰ پر چھوڑ دیا ہے اور وہ اللہ تبارک و تعالیٰ کا یدار شاد ہے۔

لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ فَاتَّخِذْهُ وَكِيلًا

ہیں کوئی معبود مگر وہ تو اُس کو کیل

پکڑو۔

المزمل آیت ۹۔

تو میں اللہ تبارک و تعالیٰ سے تمہاری اتباع کر اسوں۔

الْبَدْر نے مجھے کہا کہ مجھ سے اَلْبُسُود نے کہا! مجھے اُس کو چھوڑنے کے قول کی تاریخ سے پندرہ سال قبل سے عالم میں تَصَرَّف کرنا عطا کیا گیا ہے اور مجھ پر اس سے کوئی چیز ظاہر نہیں ہوئی۔

رجالِ باطن کا تَصَرَّف

ہے رجالِ باطن! تو یہ وہ لوگ ہیں جن کے لئے عالم غیب و ملکوت میں تَصَرَّف ہونا ہے یہ لوگ اپنی ہمتوں سے ارواحِ علویہ کو اتار لیتے ہیں اور جو چاہتے ہیں تَصَرَّف کرتے ہیں یعنی ارواح کو اکب کو ملائکہ کی ارواح کو نہیں اتارا جاسکتا اور یہ امر مانعِ الہی قوی کے لئے ہے جس کا اقتضاء فرشتوں کا قائم رہنا کرتا ہے اور جس کی خبر اللہ تعالیٰ نے حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حضور میں حضرت جبریلؑ کے قول میں دیتے ہوئے فرمایا!

وَمَا تَنْزِيلُ إِلَّا بِالْمُؤْذَنِّكَ
ہم نہیں اترتے مگر آپ کے رتب

مرکم آیت ۶۲

کے امر سے ۔

تو اپنے پھر در دگار کے علم سے اترتا ہے اُس میں خاصیتِ مؤثرہ نہیں ہوتی اور نہ اُسے اتارا جاسکتا ہے ۔ ہاں! ارواح کو اکب کو اسماء و جنات اور ان کی مثل سے اتارا جاسکتا ہے کیونکہ یہ تنزلِ معنوی ہے اور اُس کے لئے اس میں خیالی صورتوں کا مشاہدہ ہوتا ہے، کیونکہ کو اکب کی ذات کو آسمان سے اپنی جگہ سے نہیں ہٹایا جاسکتا اور بے شک اللہ تبارک و تعالیٰ نے ان کی شعاعوں کو عالم کون و فساد میں عارفوں کے نزدیک ان کے ساتھ عادت کی گئی تاثیرات کا ٹھکانہ بنایا ہے ۔ جیسا کہ پانی پینے کے وقت پیاس کھانے کے وقت مہوکی اور بارش اترنے کے ساتھ دھڑل فضل کے وقت دانے کی نباتات اور علیم حکیم

عزوجلؐ کا اُسے مہجھکمت و دلایت کرنا تو ان رجال کے لئے نازل شدہ کُتب، پاک صحیفوں اور تمام کلام باطن میں کھولا جاتا ہے، اور حروف و اسما کی تنظیم اُن کی معافی کی جہت سے جو ان لوگوں کے علاوہ کے لئے نہیں ہوتی اختصا میں الٰہی ہے۔

رجالِ حد کا تعارف

رہے رجالِ حدِ التوبہ وہ لوگ ہیں جن کے لئے عالمِ ارواحِ ناریہ عالمِ برزخ اور عالمِ جبروت میں تعارف اُکرا ہے۔ کیونکہ وہ جبر کے تحت ہے۔

کیا آپ اسے دُمداد ستاروں کے تسلسل کے تحت مفہور نہیں دیکھتے اور یہ طالعہ وہ ہے جن میں سے شہابِ ثاقب پڑا، چونکہ اُن کا قہر اپنی جنس کے ساتھ ہوتا ہے چنانچہ ان رجال کے نزدیک رُوحوں کا اتارنا اور انہیں حاضر کرنا ہے۔ اور یہ رجالِ اعراف ہیں۔ جب کہ اعراف ایک دیوار ہے جو جنت اور دوزخ کے درمیان برزخ ہے، اس دیوار کا باطن وہ ہے جس میں رحمت ہے اور اُس کا ظاہر وہ ہے جو اس کا عذاب قبول کرتا ہے پس سعیدوں کے گھر اور شقیوں کے گھر کے درمیان اور درِ روایت اور دارِ حجاب کے درمیان حد ہے۔

بر رجالِ اُس دیوار کی معرفت کے۔ اھمہ اسعد الناس ہیں اور اُن کے لئے ہر دو نقیضوں کے درمیان خلوطِ متوجہ کا شہود ہے اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کی روشنی میں۔

دولوں کے درمیان برزخ ہے دولوں

بَيْنَهُمَا بَرْزَخٌ لَا يَبْغِيَانِ

بغاوت نہیں کرتے۔

الرحمن آیت ۲۰

چنانچہ یہ حدود سے تجاوز میں کرتے اور یہ وہ رجالِ رحمت ہیں جو ہر چیز سے وسیع ہے پس اُن کے لئے ہر حضرت میں دخول و استشفاف ہے۔

اور یہ اُن صفات کی معرفت رکھتے ہیں جن کے ساتھ موجودات عظیمہ سب سے ہر موجود کا اس کے غیر سے امتیاز واقع ہوتا ہے۔

رجال مطلع کا تعارف

ہے رجال مطلع التوبہ وہ لوگ ہیں جن کے لئے اسماء الہیہ میں تصرف کرنا ہے۔ پس یہ اس کے ساتھ اُن اسماء کو اتارتے ہیں جنہیں اللہ تبارک و تعالیٰ چاہے اور یہ علم ان کے علاوہ دوسروں کے لئے نہیں اور یہ اس چیز کے لئے اس چیز کو اتار لیتے ہیں۔ جو رجال حد رجال اہل اور رجال باطنیوں کے زیر تصرف ہے۔ اور یہ رجال اعظم اور اہل علامت میں بہ ان کی محنت میں ہے اور ان پر کوئی چیز ظاہر نہیں ہوتی۔

ان میں سے ابو دود و عزیز ہیں پس ظہور و عجز اور سر و ادب میں وہ ایک لوگ بزرگ ہیں۔ اور ان رجال میں ابو عود کا امتیاز ہے بلکہ وہ ان میں بہت بڑے تھے۔ اور جو ہم نے بیان کیا ہے ابو البدر نے اُن سے بالمشافہ سنا ہے ابو عود نے کہا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے رجال سے وہ بھی ہیں جو خاطر یعنی دل پر کلام کرتے ہیں اور وہ خاطر کے ساتھ نہیں ہوتا یعنی اسے اپنے ساتھی کا علم نہیں ہوتا اور نہ اس کے ساتھ تعریف کا قصد ہوتا ہے۔

جب عمر بن زاذ اور ابو البرد وغیرہ ہمارے ہمیں اس شیخ کے اوصاف بتلے تو ہم نے اسے اس صنفِ عالی کے احوال سے جابر، دیکھا، ابوالبرد نے مجھے کہ وہ اکثر طور پر یہ شعر پڑھ کر کرتے تھے اور میں نے یہ شعر ان کے ساتھ ہی نہیں کیا۔

وَأَبْتَ فِي مُسْتَقْعِ الْمَوْتِ رَجُلَهُ

وَقَالَ لَهَا مِنْ دُونِ أَخْصَلِ الْخَشْيَةِ

اُس کا پاؤں موت کے چشے میں ثابت ہے اور اُس کے لئے کہتا ہے۔
تیری ایڑی تلے کھتر ہے۔

وہ کہتے ہیں بچکانہ نماز انتظارِ موت کے سوا کچھ نہیں اور اس کلام کیلئے بڑا علم ہے۔ اور کہا کرتے تھے مردِ خدا اللہ تعالیٰ کے ساتھ ددڑتے ہوئے پرندے کی طرح ہے۔ جس کا منہ مشغول اور پاؤں دوڑ رہا ہے۔ اور یہ تمام اللہ کے ساتھ رجال کے بہت بڑے حالات ہیں۔ کیونکہ رجال میں سے بڑا آدمی وہ ہے جو ہر مقام کے ساتھ وہی معاملہ کرتا ہے جس کا وہ مستحق ہو، اور ممکن نہیں کہ حق اس دنیا کے مقام سے وہ معاملہ کر کے جس کا ذکر اُس شیخ نے کیا ہے۔

جب اس دارِ لغیٰ دنیا میں کسی شخص سے اس معاملہ کے خلاف ظاہر ہوتا ہے تو علم ہر جاتا ہے کہ پھر وہ اور ذات ہوگی اور لازماً وہ مامور ہوگی جس کے ساتھ اُس سے ظاہر ہوا اور وہ رسول اور انبیاء علیہم السلام ہیں اور اُن کے بعض ورثاء کے لئے ایک وقت میں ایک امر ہوتا ہے اور وہ خفیہ نہ ہوتا ہے کیونکہ یہ اُس مقامِ عبودیت سے علیحدہ ہونا ہے جس کے لئے انسان کو پیدا کیا گیا۔

منزلوں کا راز

رہا منزل و منازل کا راز؟ تو یہ تھا لائق تعالیٰ کا اپنے ماسوا تمام صورتوں میں تجلی کے ساتھ ظہور ہے اگر ہر چیز کے لئے اُس کی تجلی نہ ہوتی تو اُس چیز کا چیز نہ ہونا ظاہر نہ ہوتا۔ اللہ تبارک و تعالیٰ کا ارشاد ہے !

إِنَّمَا قَوْلُنَا لِشَيْءٍ إِذَا أَرَدْنَاهُ أَنْ نَكُونَ لَهُ كُنْ
جو چیز کہم کر اچاہتے ہیں اُسے ہم کہتے ہیں ہو جا۔

اللہ تبارک و تعالیٰ کا ارشاد 'اردناہ' یعنی جیب ہم اُس کا ارادہ کرتے ہیں تو یہ اُس چیز کے پیدا کرنے کے لئے اللہ تبارک و تعالیٰ کی توجہ ہے۔ پھر فرمایا 'اَنْ نَقُولَ لَكَ كُنْ' یعنی اُس کے لئے کہتے ہیں ہو جا تو حق تعالیٰ کے خطاب کو اُس چیز کے نفس کا سُن لینا اُس چیز کا ہو جانا ہے۔ اور یہ متعدد منازل میں بمنزلہ ایک سریاں کے ہے چنانچہ ان منازل میں ایک وجود کے ساتھ ملنا ہی اعداد کا ظہور ہو جاتا ہے۔ اور اگر اُس میں اُس کی عین کا وجود نہ ہو تو اعداد کا ظہور نہ ہوتا اور نہ اُن کے لئے اسم ہوتا۔

اگر اُس منزلت میں واحد یعنی ایک اس اسم کے ساتھ ظاہر ہوتا اُس عدد کے عین ظاہر نہ ہوتی اور اُس کو عین اُس کا اسم کبھی ایک ساتھ جمع نہ ہوتے اور ملنا ہی تک ایک، دو، تین، چار، پانچ کہا جاتا اور جو معین عدد سے دلہ یعنی ایک کو ساقط کرتا ہے۔ اُس عدد کا اسم زائل ہو جاتا ہے۔ اور اُس کی حقیقت زائل ہو جاتی ہے۔

ایک ہی حفاظت کرتا ہے۔

واحد اعداد کے وجود کو تحفظ دیتا ہے۔ اور اپنے اسم لے ساتھ اُسے معدوم کرتا ہے۔ ایسے ہی جیب آپ قدیم کہیں گے تو حادث فنا ہو جائے گا اور جیب آپ اللہ کہیں گے تو عالم فنا ہو جائے گا۔ اور جیب آپ خیال کریں گے کہ عالم اللہ تعالیٰ کی حفاظت سے ہے۔ تو عالم کا وجود نہ ہوگا اور وہ فنا ہو جائے گا اور جیب اللہ تعالیٰ کی حفاظت عالم میں ساری ہوگی تو عالم باقی اور موجود رہے گا۔

پس اُس کے ظہور اور ختمی کے ساتھ عالم کی نفا ہے اور اسی پر ہمارے معنی -

کا طریقہ ہے اور یہی طریقہ نبوت ہے اور متکلمین اشاعرہ بھی اسی پر ہیں اور وہ اعراض کی ذات کے لئے الخدام کے قائل ہیں۔ اور اس کے ساتھ اللہ تبارک و تعالیٰ کی طرف عالم کی اپنی بقا کے لئے ہر سائنس میں مخدجی دُست ہے۔ اور اللہ تبارک و تعالیٰ علی الدوام ہمیشہ خالق ہے۔

ان کے علاوہ جو اہل نعر میں سے ہیں ان کے لئے یہ مقام دُست نہیں اور علمائے رسوم میں سے اہل فکر کی ایک جماعت نے مجھے خبر دی ہے کہ حکماء کے ایک طائفہ کو اس امر کی واقعیت حاصل ہے۔ اور اُس نے ابن سینا بطبری کی کتاب میں اُس کا یہ مذہب دیکھا ہے جو اُس نے اُس فن پر تالیف کی ہے۔

وَاللّٰهُ يَقُولُ الْحَقُّ وَهُوَ يَهْدِي السَّبِيلَ
اللّٰهُ تَعَالٰی پچیسویں باب کا ترجمہ تمام ہوا۔

ص ۱۲۲

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

چھبیسواں باب

اقطاب رموز کی معرفت اور طریق میں ان کے اسرار و علوم کی تلویحات کا بیان

اَلَا اِنَّ الرَّمْزَ دَلِيلُ صَدَقَ	عَلَى الْمُخْفَى الْمَغِیْبِ فِی الْفَوَادِ
وَ اِنَّ الْعَالَمِیْنَ لَهُ رَمُوزٌ	وَالْغَازِ لِیَدْعِیْ بِالْعِبَادِ
وَلَوْلَا الْغُرُكُنَ الْغُولُ كَفَرَا	وَ اَدَّی الْعَالَمِیْنَ اِلَى الْعِنَادِ
وَهُمْ بِالرَّمْزِ قَدْ حَسِبُوا فَعَالُوا	مَا هَرَقَ الدِّمَاءُ وَبِالْفَسَادِ
فَكَيْفَ بِنَا لَوْ اَنَّ الْاَمْرَ یَبْدُو	بِالْاَسْتِرْ بَكُونُ لَهُ اِسْتِنَادِی
لَقَامَ بِنَا الشَّقَاؤَ هُنَا یَقِیْنَا	وَعِنْدَ الْبَعْثِ فِی یَوْمِ التَّنَادِی
وَلَكِنْ الْغُفُورُ اَقَامَ سِتْرًا	لِیَسْعِدَ بِاَعْلٰی رَعْمِ الْاَعَادِی

خبردار دلوں میں مخفی معنوں پر رموز دیں صداقت ہیں۔

بے شک عالمین کے لئے رموز اور غازی ہیں تاکہ بندوں کی دعوت دی جائے
اگر غازی نہ ہو تا خوبات کفر ہوتی اور عالمین عناد کی طرف لوٹ جاتے۔
پس وہ رمز کے ساتھ گمان کرتے ہیں اور خون ریزی اور فساد کرنے کے
لئے کہتے ہیں۔

ہمارے ساتھ کسی بیتے کی کہ وہ امر ظاہر اور بے پردہ ہو گیا جس کے
لئے سند ہوگی۔

ہمارے ساتھ یقیناً یہاں اور قیامت کے دن حشر کے وقت شقاوت
اور بدبختی قائم ہو جاتی۔

ولیکن بخشے والے نے پردہ کھڑا کر دیا تاکہ دشمن کے ہاتھس ہمیں سعادت نصیب کرے۔

اللہ تعالیٰ کی مثالیں

اے غلط دوست اللہ تعالیٰ آپ کی صفحہ القدس سے مدد فرمائے جاننا چاہئے اور آپ کو فہم عطا فرمائے کہ رموز اور فاراس کی ذات کے لئے مراد نہیں اور مراد وہ ہے جس کے لئے رمز ہوتی ہے۔ اور جس میں معنی ہوتا ہے۔ اور یہ قرآن مجید کے مقامات اور معتبر آیات سے ہیں۔ اور اس پر اللہ تبارک و تعالیٰ نے اپنے اس ارشاد میں آگاہ فرمایا ہے!

وَلَيْسَ كَمِثْلِ شَيْءٍ شَيْءٌ يُضْرَبُ بِهَا لِلنَّاسِ
سُورَةُ خُشُرِ آیت ۲۱
ہم یہ مثالیں لوگوں کے لئے بیان فرماتے ہیں۔

پس امثال اپنی ذات کے لئے مطلوب نہیں اور یہ اس لئے آتی ہیں تاکہ اس سے اس امر کا علم ہو جائے جس کے لئے اس کی ضرب اور نقیب ہے۔

جیسا کہ اللہ تبارک و تعالیٰ نے ارشاد فرمایا!

أَنْزَلَ مِنَ السَّمَاءِ مَاءً فَسَلَكَ أَوْجِيَةً
يَخْدَرُهَا فَأَخْبَلَ السَّيْلُ زَبَدًا
وَأَيُّهَا وَمِمَّا يُوقِدُونَ عَلَيْهِ فِي النَّارِ
أَتْبَعَاءَ حَلِيقَةٍ أَوْ مَتَاعٍ زَبَدٌ مِثْلَهُ
كَذَلِكَ يَضْرِبُ اللَّهُ الْحَقَّ وَالْبَاطِلَ
فَإِنَّ الزَّبَدَ يَمْدُدُ بِذَنبِهِ حَقًّا

اُس نے آسمان سے پانی اتارا تو
نالے اپنی سمائی کے مطابق پانی بے
کڑبھ نکلے تو پانی کی شد امجڑے ہوئے
جھاگ اٹھالی اور چون چیزوں کو زبور
باد و سر سامان بنانے کے لئے آگ
میں دھکتے ہیں ان سے بھی ایسے
جھاگ اٹھتے اسی طرح اللہ حق اور

باطل کی مثال بیان فرماتا ہے۔ پس یہی
یکمل کا جھاگ مٹ جاتا ہے۔

سورۃ الرعد آیت ۱۷

تو اس جھاگ کو اللہ تبارک و تعالیٰ نے باطل کی طرح مقرر فرمایا جیسا کہ فرمایا!
”وَذُوقِ الْبَاطِلَ“ یعنی باطل مٹ جانے والا ہے پھر فرمایا!

وَأَمَّا مَا يَنْفَعُ النَّاسَ فَمَا كُنْ فِي
الْأَرْضِ ۝
جس میں انسان کا نفع ہے وہ زمیں
میں ٹھہری ہوئی ہے۔

الرعد آیت ۱۷

تو اس کی مثال حق کے لئے دی ایسے ہی اللہ تبارک و تعالیٰ مثالیں بیان فرماتے
ہیں اور فرمایا!

فَاعْتَبِرُوا يَا أُولِيَ الْبَصَارِ
الْحَشْر آیت ۲
لو لے بعیرت والو اس سے عبرت
حاصل کرو۔

اشاروں کی زبان

یعنی استعجاب و مسرت سے گزرتے ہوئے اس کی طرف عبور کر د جس کا اس
تعریف کے ساتھ ارادہ کیا ہے۔

إِنَّ فِي ذَلِكَ لَعِبْرَةً لِّأُولِي الْبَصَارِ
بے شک اس میں اہل البصار کے
لئے بعیرت ہے۔

ال عمران آیت ۳۳

وادی کو عبور کرنا اس وقت ہے جب گزر جاؤ ایسے ہی اشارۃ ایماء ہے
اللہ تبارک و تعالیٰ نے اپنے نبی حضرت ذکریا علیہ السلام کو فرمایا!
أَلَا تَكَلِّمُ النَّاسَ لَمَّا هُمَ لَا يَفْقَهُونَ ۚ لَوْ كُنْتَ مِنْهُمْ فَمِنْ يَفْقَهُ ۚ

الہی عمران ۴۱ روضہ

یعنی اشارے سے کام کریں اور ایسے ہی حضرت مریم علیہا السلام کے نقشہ میں آیا ہے "فَاشارت الیہ" یعنی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی طرف اشارہ کر دیجب انھوں نے رحمان کے لئے فاحوش رہنے کی منت مانگی تھی۔

یہ علم بڑے لوگوں کا ہے۔

اس علم کے لئے بڑے بڑے عالی رتبہ ہوتے ہیں ان کے اسرار سے ازل وابد کا راز، حال و خیال، رُیاد و بلرزخ اور ان کی مثل نسبت الہیہ کا علم ہے اور ان کے علوم سے حروف و اسما کے خواص کا جاننا اور عالم طبعی کی ہر چیز سے مرز و مغز کے خواص کا علم ہے۔ اور یہ طبیعتِ مہولہ ہے۔

ازل کیسا ہے؟

رہا رازِ ازل کا علم؟ تو جاننا چاہیے کہ ازل نفعی اولیت سے عبارت ہے۔ جس کے لئے دما اس کے ساتھ موصوف ہے۔ اور وہ وصف اللہ تبارک و تعالیٰ کے لئے اس کے الہ ہونے سے ہے۔ اور جب اللہ تبارک و تعالیٰ کے الہ ہونے کی بنا پر اس سے اولیت کی نفعی ہوگی لہذا وہ تسلیم ہونے کی وجہ سے اس پر اسم کے ساتھ ازل سے ہے جس کے ساتھ اس کی ذات موصوم ہے۔

پس وہ عالمِ حی، مرید، نادر، سمیع، بصیر، متکلم، خالق، باری، مضمون اور ملک ہے۔ اور ہمیشہ ان ناموں سے موصوم ہے۔ اور اس سے اولیت کی قسبہ کی نفعی ہوگئی۔ تو سننے والے کا سنا اور دیکھنے والے کا دیکھنا ہے وغیرہ وغیرہ۔

اعیان مسدود۔ ہم سے ہیں اور مبصرات معدوم غیر موجود نہیں اور وہ انہیں
ازل سے دیکھتا ہے۔ جیسا کہ انہیں ازل سے جانتا ہے۔ اور ان کی تمیز و تفصیل
ازل سے کرتا ہے۔ اور ان کے لئے وجود نفسی یعنی عین نہیں بلکہ یہ مرتبہ امکان
میں اعیان ثابتہ ہیں۔

پس امکانیت اُن کے لئے ازل سے قبل اُن کے لئے یہ حال ہے اور اب
اُن کی ذات کے لئے ہرگز واجب نہیں ہوگا۔

پھر ممکن کی طرف لوٹ آئے اور محال نہ تھے پھر ممکنہ کی طرف لوٹ آئے بلکہ
وجود ذاتی کا وجوب اللہ تبارک و تعالیٰ کے لئے ازلی ہے۔ ایسے ہی عالم کے لئے
وجوب امکان ازلی ہے۔

ممکن معدوم ہو یا موجود ممکن ہے

پس اللہ تبارک و تعالیٰ اپنے اسماء کے مرتبہ میں تعریف و تہنیت کیا گیا ہے۔
پس نسبتِ ازل اُس کے عین نسبتِ آخر اور ظاہر باطن ہے۔ اور نہ کہتے کہ
نسبتِ اول ایسے ہے۔ اور نہ نسبتِ آخر کے ساتھ کہا جائے گا۔ کیونکہ ممکن اپنے
وجود میں واجب الوجود کے ساتھ مربوط ہے اور وجود میں اُس کے عدم کا ارتباط
اُس کی محتاجی کی طرف ہے۔ کیونکہ اُسے وجود دیا گیا تو وہ ہمیشہ اپنے امکان میں تھا
اور اگر وہ معدوم تھا تو ہمیشہ اپنے امکان سے تھا۔

جیسا کہ ممکن پر اُس کے عین کی وجود میں معدوم ہونے کے بعد اُسے امکان
سے زائل کرنے کی صفت داخل نہیں جو اُس کی ذات کے لئے اُس کے وجود
کے وجوب کو زائل کر دے پس حق کا شعور نہیں ہوتا مگر اسی طرح اور نہ ممکن
کا شعور کیا جاسکتا ہے۔

مگر اسی طرح اگر آپ نے اسے سمجھ لیا ہے تو آپ حدیث کے معنی اور قدم کے معنی جان لیں گے بعد ازاں جو چاہیں کہیں۔

اولیت و آخر کا مفہوم

عالم کی اولیت اور اُس کی آخریت اصنافی امر ہے۔ اگرچہ اُس کے لئے آخر ہے۔ رہا وجود میں انوار باپ کشف کے نزدیک اُس کے لئے ہر زمانے میں آخر فرد اور انتہا ہے۔ اور حبانہ نے اس پر موافقت کی ہے۔ جیسا کہ اشارہ نے موافقت کی ہے۔ کہ عرض دوزنوں میں باقی نہیں رہ سکتا۔

اول عالم سے اس نسبت کے ساتھ ہے۔ جو اُس کے اُپر تلیق ہوا۔ اور آخر عالم سے اس نسبت کے ساتھ ہے۔ جو اس سے پہلے پیدا ہوا ایسے ہی اول و آخر اندازہ ہر دباطن کے ساتھ اللہ تبارک و تعالیٰ کے اسم کی معقولیت ہے۔

عالم متعدد ہیں اور حق تعالیٰ واحد ہے اور متعدد نہیں اور ہمارے لئے اُس کا اول و سواد و رت نہیں ہوگا۔ لیونکہ اُس کے مرتبے کی ہمارے مرتبے سے نسبت نہیں اور ہمارا مرتبہ اُس کی اولیت کو قبول نہیں کرتا۔ اور اگر ہمارا مرتبہ اُس کی اولیت کو قبول کرے تو ہم پر اسم اول محال کے لئے ہوگا۔ بلکہ ہم پر اُس کی اولیت کے لئے اسم ثانی کا اطلاق ہوگا۔ اور ہم اُس اللہ تبارک و تعالیٰ کے ثانی نہیں ہیں تو وہ ہمارے لئے اول نہیں۔

یہی وجہ ہے کہ اُس کی اولیت میں اُس کی آخرت عین ہے اور اُس کا احوال زبردست مشکل ہے۔ جس شخص کو اُن علوم الہیہ کے ساتھ اُنس نہیں جو نظر اور تخلی صیح کے ساتھ عطا ہوتے ہیں۔ اُس کا تصور ان بات کو جاننے کے

معنفہ اور قاصر ہے۔

ابوسعید خدریؓ نے اسی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا ہے میں نے اللہ تبارک و تعالیٰ کو اجتماعِ مذہب کرنے سے پہچانا ہے چھوڑھا!

هُوَ الْأَوَّلُ وَالْآخِرُ وَالظَّاهِرُ وَالْبَاطِنُ

ہم نے آپ کو رازِ ازل کے بارے میں بتا دیا ہے کدہ سلی تعریف ہے رہا رازِ ابد؟ تو وہ آخرت کی نعمی ہے۔ کیونکہ جنت اور اس میں قیام نہایت کیلتے ہے۔ ایسے ہی اولیتِ موجوداتِ زمانہ کی ترتیب کی نسبت کے ساتھ معقولہ موجود ہے۔

چنانچہ عالمِ اس اعتبارِ الہی کے ساتھ ہے اس میں اول و آخر نہیں کہاجاگا اور دوسرے اعتبار کے ساتھ وہ دو مختلف نسبتوں کے ساتھ اول و آخر ہے۔ اور حق تبارک و تعالیٰ پہ اس اطلاق کے بارے میں علماءِ باللہ کے نزدیک اختلاف پایا جاتا ہے۔

حالِ کاراز

رہا حالِ کاراز؟ تو وہ دائمیت ہے۔ اور اس کے لئے اول و آخر نہیں اور وہ ہر موجود کا وجودِ دین ہے، جس ہم نے آپ کو ان بعض اسرارِ درجہ سے آگاہ کر دیا ہے۔ جنہیں رجال جانتے ہیں۔ اور بہت سے اسرارِ درجہ سے خاموشی اختیار کر لی ہے۔ کیونکہ اس کا دروازہ وسیع ہے۔ اور علمِ ربنا برزخ اور نسبتِ الہیہ اسی قبیل سے ہے اور اس میں گفتگو کرنا باعثِ طوالت ہے۔

حروف و اسماء کی تاثیر

یہ حروف و اسماء میں کن رجال کے علوم؟ تو جاننا چاہیے کہ حروف کے لئے خواص ہیں۔ اور یہ بھی اقسام پر ہیں ان میں سے حروف رقیہ، لفظیہ اور مستغفرہ ہیں۔ مستغفرہ کے معنی وہ حروف ہیں جنہیں انسان اپنے دہم اور عقل و تقویٰ میں موجود کرتا ہے۔

اگر حروف رقیہ یا حروف لفظیہ کو ماضی کرتا ہے تو وہاں حروف کے لئے دوسرا مرتبہ ہے۔ چنانچہ موجود کئے گئے الفاظ کے ساتھ وہ وہی کرے گا جو کتا بہت تلفظ کیئے گئے حروف کے ساتھ کرتا ہے۔

یہ حروف تلفظ یعنی فعلی حروف؟ تو یہ اسماء کے علاوہ کچھ نہیں ہوتے اور یہ اسماء کے خواص ہیں۔

رہے حروف مرقومہ یعنی تحریر کئے گئے حروف؟ تو ان کے لئے اسماء نہیں ہوتے۔

اس عالم کے اصحاب میں حروف و اسماء کا اختلاف ہے۔ کہ آیا وہ کام کرنا ہے یا نہیں؟ تو میں نے ان میں سے ان لوگوں کو دیکھا جو اس سے منع کرتے ہیں اور اس میں شک نہیں۔

جب میں نے ان کے ساتھ اس مثل میں غور کیا تو انہیں اس میں ان کی اس غلطی پر آگاہ کیا جس کی طرف وہ گئے تھے۔ اور جو اس سے درست تھا۔ اور جو نقص تھا انہیں بتایا اور غلط اور درست مقام کی نشاندہی کی تو انہوں نے اعتراف کیا جیسا کہ دوسروں نے اعتراف کیا تھا۔

ورنہ حرفوں کی تاثیر بتاتا

میں نے اُن دونوں گروہوں کے لئے وہی کہا جس پر تمہیں مطلع کیا اور جو ہم نے تمہارے لئے بیان کیا اس میں تم تجربہ کرو اُن لوگوں نے اس میں تجربہ کیا تو وہی امر یا جس کا ہم نے ذکر کیا تھا۔ تو وہ اس کے ساتھ خوش ہوئے۔

اگر میں نے اپنے آپ کے ساتھ مضبوط عہد نہ کیا ہوتا کہ میں حرف کی تاثیر ظاہر نہ کروں گا تو وہ اس سے عجائبات کو دیکھتے۔

حرف کی تاثیر کب ظاہر ہوتی ہے؟

جاننا چاہیے کہ حرف واحد یعنی ایک حرف خواہ مرقوم ہو یا مضمونہ برابر ہے۔ جب قاصد اس کے ساتھ عمل کے لئے رقم یا لفظ کی صورت میں اُسے اپنے خیال میں حاضر نہیں کرتا تو وہ صرف عمل نہیں کرتا اور جب اُس کے ساتھ موجود ہوتا ہے تو عمل کرتا ہے۔ کیونکہ موجود ہونے والے حرف کا مرکب بولنے یا لکھنے سے ہوتا ہے۔ اور اکیلے حرف کے ساتھ موجود کرنے کی صورت دونوں گروہوں سے غائب ہے۔

چنانچہ اکیلے حرف کے ساتھ درائے عمل موجودگی کا اتفاق ہوا اور وہ موجودگی سے غافل رہا تو اُس نے عمل کی نسبت اکیلے حرف کے لئے کردی اور جسے اکیلے حرف کے ساتھ تلفظ یا رقم کا حرف کی موجودگی کے بغیر اتفاق ہوا اور اُس حرف نے کسی چیز کا علی اثر ظاہر نہ کیا تو اُس شخص نے اس سے روک دیا یعنی یہ حرف بے تاثیر ہے۔ اور ان میں سے کسی نے

بھی استحضار یعنی موجود ہونے کے معنی پر غور نہ کیا۔

یہ حروفِ مرکبہ مثال ہیں۔ جیسا کہ دو واؤ وغیرہ مثالیں جب ہم نے انہیں اس مثل پر خبردار کیا تو انہوں نے اس کا تجزیہ کیا اور اسے درست پایا اور یہ عقل اور شرعاً علمِ مقبوت ہے۔

یہ علمِ اولیاء اللہ کا ہے

حروفِ نفیہ کے لئے عل میں کئی مرتبے ہیں اور بعض حروفِ بعض سے عل عام ہیں۔ پس واؤ علِ حروفِ عام سے ہے کیونکہ اس میں تمام حروف کی قوت ہے اور ہاءِ حروف سے عل بہت چھوٹی ہے اور جو حروف سے ان دونوں کے درمیان ہے وہ ان مراتب کے اعتبار سے عل کرتا ہے۔ جو ہم نے کتاب الباری والایات میں مقرر کئے ہیں۔ جس میں آیات کے عجائبات سے حروفِ معجم اسے شامل ہیں۔

اس علم کا نام علمِ اولیاء ہے اور اس کے ساتھ کائنات کے اعیان کا ظہور ہوتا ہے۔ کہ آپ نے دیکھا کہ اللہ تبارک و تعالیٰ نے اپنے ارشاد رکُنْ نیکون میں آگاہ کیا ہے۔

ظہورِ کائناتِ حروفوں سے ہے۔

کائنات کا ظہور حروف سے ہے۔ اور اسی سے یہاں نیرنگی نے اسے علمِ اولیاء قرار دیا ہے۔ اسی سے ایسے حرف کے ساتھ عل کرنے سے منع کیا گیا ہے۔ کیونکہ اس نے دیکھا کہ اللہ تبارک و تعالیٰ اقتدارِ الہی کے بلوغِ استعمال کئے ایک حرفِ غیبی اور دو ظاہر۔

جب کائن یعنی پیدا ہونے والا ایک ہو تو کاف اور نون کہا جائے اور اگر ایک پر زیادہ کرنا ہو تو تین حرف ظاہر ہوتے ہیں۔ تو یہ ابی رجل کے علوم ہیں جن کا ذکر اس باب میں کیا گیا اس علم کے بہت سے جہلنے والوں نے جدول بنائے ہیں۔ اور ان میں غلطی کی ہے جو درست نہیں۔

میں نہیں جانتا کہ انھوں نے یہ عمل قصداً کیا ہے۔ یہاں تک کہ لوگوں کو اندھیرے میں چھوڑ دیا یا انھیں واقعیت نہ سمجھتی کہ مثلاً خراس میں مقدم کے طریقے پر چلتا رہا اور اسی کے ساتھ سیدنا امام جعفر صادق علیہ السلام کے شاگرد اور دوسروں نے کہا ہے اویہ ذہ جدول ہے جو حروف کے مبالغ کے بارے میں ہے۔

گرم	سرد	خشک	تر
ا	ب	ج	د
ھ	و	ز	ح
ط	ی	ک	ل
م	ن	س	ع
ف	ص	ق	ر
ش	ت	ث	خ
د	ض	ظ	غ

گرم سرد اور خشک و تر حروف

ان میں سے ہر وہ حرف جو مابین گرم کے جدول میں واقع ہے۔ وہ گرم ہے

اور جو بار یعنی سرود کے جہد دل میں واقع ہے وہ سرود ہے اور ایسے ہی خشکی اور تری کا معاملہ ہے اور میں نے ہر شکل میں اس ترتیب کو درست نہیں کیا بلکہ اتفاق کے ساتھ عمل کرتے ہیں۔ جیسا کہ اعداد و فنی ہیں۔

جاننا چاہیے کہ ان میں سے ایک خاصیت ان کے حروف ہونے سے نہیں بلکہ ان کے لئے خاصیت ان کی اشکال ہونے سے ہے پس جب اشکال کی نظر ہوں گی شکل کی خاصیت ہوگی۔ اس لئے قلموں کے اختلاف سے ان کا تسلسل مختلف ہو جاتا ہے۔

حروف تحریر زائل ہو سکتے ہیں

سے حروفِ رقیہ؟ تو ان کی شکل آنکھ کے ساتھ محسوس کی جاتی ہے جب ان کی ذوات اور ان کی ادراج کی محبت اور ان کی حیات ذاتیہ پائی جائے چنانچہ حرف کی خاصیت اس کی شکل اور اس کی روح کے ساتھ اس کی ترکیب کے ساتھ ہوگی ایسے ہی شکل دو یا تین یا زیادہ حروفوں سے مرکب ہوتی ہے شکل کے لئے دوسری روح ہوتی ہے اور وہ روح نہیں ہوتی۔ جو حرف کے لئے اس کی انفرادیت پر ہوتی ہے۔

کیونکہ روح ملی جاتی ہے اور اس کے ساتھ حرف کی زندگی باقی رہتی ہے اس لئے وہ ایک شکل کو سوائے ایک روح کے نہ بنیں کرتا اور حرف واحد کی یہ روح دوسروں کے ساتھ بزرخ کی طرف منتقل ہو جاتی ہے۔ کیونکہ شکل کی موت اس کے زائل ہونے اور مٹ جانے سے ہوتی ہے اور یہ وہ دوسری شکل ہے جو دو یا تین حروفوں سے مرکب ہو یا وہ حرفِ اقل کی عین نہ ہو اور وہ جو مرکب نہ ہو کیونکہ مرکب زائد عین نہیں مگرچہ اس کی مثل ہے۔

حُرُوفِ لَفْظِی زائل نہیں ہوتے

رہے حُرُوفِ لَفْظِیہ؟ تو یہ ہوا میں شکل ہو جاتے ہیں اس لئے وہ اُس صورت پر سماعت کے ساتھ منتقل ہوتے ہیں جس صورت کے ساتھ منکلم کا نطق ہوتا ہے چنانچہ جب یہ ہوا میں شکل ہوتے ہیں تو ان کے ساتھ رُو میں قائم ہو جاتی ہیں۔ اور ان حُرُوف کو ہوا زائل نہیں کرتی۔ اور ان پر ان کی شکلیں ٹھہرائے رکھتی ہے۔ اگرچہ ان کا عمل ختم ہو جائے کیونکہ ان کا عمل اُس وقت ہوتا ہے جب پہلے ہوا میں شکل سوں بعد ازاں یہ تمام اُمّتوں کے ساتھ ملحق ہو جاتے ہیں تو ان کا، شغل اپنے رب کی تسبیح ہوتا ہے اور مکندی کی طرف چڑھتے ہیں۔ طیب کلمات اور پڑھتے ہیں اور کلمہ کی شکل میں عین وہی ہوتی ہے جو اللہ تبارک و تعالیٰ تسبیح پڑھنے والے کی ہوتی ہے۔ اور اگر کفر یہ کلمہ ہو تو اُس کا وبال اُس منکلم پر لوٹ آتا ہے جس نے یہ کلمہ کہا نہ کہ ان حُرُوف پر اس لئے شارع علیہ السلام نے فرمایا ہے !

ان الرجل لیتکلم بالکلمۃ بے شک انسان ایسا کلمہ کہہ دیتا ہے
من سخط اللہ ما لا یظن ان جس سے اللہ تبارک و تعالیٰ ناراض ہوئے
تبلغ ما بلعثۃ یہودی بہا ہیں اور اُسے گمان بھی نہیں ہوتا کہ اُس
فی النار سبعین خریفا کی بات وہاں تک پہنچے گی جہاں پہنچ
گئی جس کے ساتھ وہ ستر سال جہنم میں
جلا جاتا ہے ۔

سزا منکلم کو ہے کلمات کو نہیں

مقبولت اور سزا لفظ کہنے والے کے لئے اس سبب کے ساتھ قرآن مجید میں

ہے۔ اور یہ انہیں یعنی لفظوں کو پیش نہیں آتی۔

اللہ سبحانہ تعالیٰ کا وہ کلام جو مضمون میں رقم ہوتا ہے اُس کی تفہیم اور تجزیہ و تفسیر کی جاتی ہے اور اُسے اللہ تعالیٰ کی قربت کی جہت سے پڑھا جاتا ہے اور اس میں وہ تمام جو ہر دلیوں اور عیسائیوں نے اللہ تبارک و تعالیٰ کے حق میں کفر اور سب و شتم کیا ہے ان کفریہ کلمات کا وبال اُس کے قائل پر لوٹتا ہے اِس کے دروازہ پر کلمات باقی رہتے ہیں جو قیامت کے دن کہنے والوں کا عذاب یا ان کی نعمتوں کے متواتر ہوں گے۔

حُرُوفِ لَفْظِیہ زُندہ رہتے ہیں

ان حُرُوفِ ہوائیہ لفظیہ کو حُرُوفِ رقیہ کے بالکس ان کے وجود کے بعد موت کا سامنا نہیں ہوتا کیونکہ حُرُوفِ رقیہ اور کلیہ رقیہ یعنی تحریر کردہ حُرُوفِ و کلمات تغیر و زوال کو قبول کر لیتے ہیں اِس لئے یہ قبول کرنے کے محل میں ہیں اور اشکال لفظیہ ایسے محل میں ہیں جو اسے قبول نہیں کرتے اسی وجہ سے ان کے لئے بقا ہے۔

پس تمام جو کلام عالم سے مخلوق ہے اور اہل کشف اسے قائم صورتوں میں دیکھتے ہیں اور حُرُوفِ مستغیرہ یعنی متغیرہ حُرُوف بھی ایسے ہی باقی ہیں کیونکہ ان کی اشکال کا وجود ہرگز میں ہے جس میں نہیں اور ان کا فعل تمام حُرُوف سے زیادہ قوی ہے۔

حُرُوف کی خاصیت کا ظہور

لیکن جب ان کے استحضار یعنی موجودگی کا تسلط مستحکم ہو جاتا ہے اور

اُس کے لئے مستحق یعنی ذہن میں موجود لفظ کے لئے اتحاد ہو جائے اور اس میں اس کے علاوہ کئے لئے گنجائش نہ ہے۔ اور اُس کی جو خاصیت ہے اسے وہ جانتا ہو۔ یہاں تک کہ اُسے خیال میں موجود کہلے تو اس کے اثر کو دیکھے گا پس فعل کی یہ نسبت ہمت کے ساتھ ہوتی ہے اگرچہ اُسے نہ جانتا ہو یہاں تک کہ وہ خیال جو اُسے ملتا گیا ہے کیونکہ وہ اس کے وجود میں واقع ہو جاتا ہے۔ اور اسے اس کا علم نہیں ہوتا۔

ایسے ہی ہر مرتبہ میں تمام حروف کی شکلیں ہیں اور یہ خیال میں موجود کئے گئے حروف کے ساتھ جس کا اُسے علم نہیں ہوتا ہمت اور صدق سے تعبیر ہوتی ہیں اور ایسے ہوتا نہیں ہے

اگرچہ خیال میں حاضر کئے گئے حروف کے لئے ہمت رُوح ہوتی ہے مگر متصور حروف کی عین شکل نہیں ہوتی اس حضرت میں تمام لفظی اور تحریری حروف عام ہیں۔ جب آپ خواص اشکال کو جان لیں گے تو اس کے ساتھ علمی طور پر کہتا بتایا مطلقاً فعل واقع ہوگا اور اگر افعال کی ماہیت ہے ساتھ ارتباط کا یقین نہیں ہوگا تو اس کا علم نہیں ہوگا۔

قرآن مجید کی آیت کے اثرات

ہم نے ایک شخص کو قرآن مجید کی آیت پڑھتے دیکھا اور اُسے خبر نہ تھی تو اس نے دورانِ تلاوت میں عجیب و غریب اثر دیکھا وہ ایک ذہین آدمی تھا اُس نے جلد ہی تلاوت کی طرف رجوع کیا تاکہ اُس آیت کو دیکھے جس آیت کے ساتھ یہ اثر مختص تھا پس اُس نے پڑھنا شروع کیا اور نظر رکھی جب وہ اس آیت پر پہنچا جس کا یہ اثر تھا تو اس کے فعل کو دیکھ کر آگے گزر گیا تو اس

اثر کو نہ پایا پھر واپس لوٹ کر اُس آیت کو بار بار پڑھا یہاں تک کہ اُسے متحقق ہو گیا اور اُس نے اُس کے افعال و تاثیر کو اخذ کر لیا اور حُبِ کبھی اُس افعال کو دیکھنے کا ارادہ کرتا ہے اس آیت کی تبادلت کرنا تو اُس کے لئے اُس کا اثر ظاہر ہوتا۔ اور یہ علم فی نفسہ عجیب ہے مگر اس سے سلامت رہنا عزیز ہے چنانچہ اس کی طلب کو ترک کرنا اولیٰ ہے کیونکہ یہ وہ علم ہے جس کے ساتھ مجملہ اولیاء اللہ کا اختصاص ہے۔

اگرچہ اس علم میں سے بہت کم دوسرے لوگوں کے پاس بھی ہے لیکن وہ مہین کے علاوہ طریق سے حاصل کرتے ہیں اُس لئے عوام الناس میں جس کے پاس یہ علم ہوتا ہے وہ شقی اور بد بخت ہوتا ہے اور سعادت مند نہیں ہوتا اللہ تبارک و تعالیٰ ہمیں علماء باللہ کے زمرہ سے کرے اور اللہ ہی حق فرماتا ہے اور سیدھے راستے پر چلاتا ہے۔

الحمد للہ چھتیسویں باب کا ترجمہ ختم ہوا۔

صمیم حسن

سِتَائِسْوَاتِ بَابِ

”مَلِّ فُقْدَ نَوَيْتُ وَمَا لَكَ“ کے اقطاب کی معرفت کا
بیان یہ منزل عالم نوزانی سے ہے

ولولا النور ما اتصلت عيون	بعين المبصرات ولا رأيتها
ولولا الحق ما اتصلت عقول	بأعيان الامور قادر كذا
اذا سلطت عقول عن ذوات	تعد مغارات أنكرتها
وقالت ما علمنا غير ذات	تعد ذوات خلق أظهرتها
هي المعنى ونحن لم نحرف	فهما عينت أمراعتها

اور اگر روشنی نہ ہوتی تو آنکھیں دیکھنے والوں کی عین سے متقل نہ ہوتیں اور
نہ اُسے دیکھ پاتیں۔

اور اگر حق نہ ہوتا تو امور کے اعیان کے ساتھ عقلیں متقل نہ ہوتیں کہ اُن
کا ادراک کر سکیں۔

جب عقول سے ذوات کے بارے میں پوچھا گیا تو انھوں نے ذوات
کو مغائرات میں شمار کر کے انکار کر دیا۔

اور کہا ہمیں اُس ذات کے علاوہ کا علم نہیں جو مخلوق کی ذوات کی مددگار
اور انہیں ظاہر کرنے والی ہے۔

یہ معنی ہیں اور ہم اُس کے حروف ہیں پس متعین امران کی تکلیف کا باعث
ہے۔

لہ: غار پرہ بے شک میں نے محبت کی تیرے دصال کی یا یہ کہ دصال طلب کر میں نے تیرے دصال
کی تبت کی ہے

عشق اول در دل معشوق کی مثال

اے محبوب دوست اللہ تبارک و تعالیٰ اپنی عنایت کے ساتھ آپ کی ہمد
فرمائے جاننا چاہیے کہ اللہ تبارک و تعالیٰ نے اپنی کتاب عزیز میں ارشاد فرمایا
ہے۔

فَسَوْفَ يَأْتِي آدَمُ بِقَوْمٍ يُحِبُّهُمْ
مُنْقَرِبِ اللہ تعالیٰ ایسے لوگوں کو لائے
گا جن سے اللہ محبت کرتا ہے اور وہ
اُس سے محبت کرتے ہیں۔
الحمد آیت ۵۴

پس اللہ تبارک و تعالیٰ نے اُن کی محبت پر اپنی محبت کو مقدم رکھا اور
فرمایا!

أُحِبُّ دَعْوَةَ الدَّاعِ إِذَا دَعَانِ
میں دعا کرنے والے کی دعا کو قبول
کرتا ہوں جب وہ مجھے پکارتے تو
فَلَيْسَ تَحِيْبُوَالِي
وہ میری اطاعت کریں
البقرہ آیت ۱۸۶

اللہ تبارک و تعالیٰ نے ہمارا دعا کے قبول ہونے کو مقدم رکھا ہماری دعا
کی قبولیت پر جب ہم دعا کریں اور جب وہ ہمیں بلائے اور قبولیت بندوں
سے معزز کی اس لئے کہ وہ اجابت سے زیادہ پہنچتی ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ سبحانہ
کو قبول کرنے سے کوئی مانع نہیں جب وہ اللہ تبارک و تعالیٰ سے اُس کی طرف
دعا کرے اور یہ امور خواہش، نفس، شیطان اور دنیا ہیں اس لئے قبول کرنے
کا حکم دیا، کیونکہ اسفععال کا معنی مبالغہ میں افعال کے معنی سے زیادہ سخت
ہے اور استخراج سے اخراج کہاں ہے۔

خدا مدد کرتا ہے مدد مانگتا نہیں

مہی و جہ سے کائنات اپنے افعال میں اللہ تبارک و تعالیٰ سے مدد طلب کرتی ہے اللہ تبارک و تعالیٰ پر محال ہے کہ وہ مخلوق سے مدد طلب کرے چنانچہ اللہ تبارک و تعالیٰ نے ہماری تعلیم کے لئے اس باب سے ہمیں فرمایا کہ ہم: ”وَرَبَّائِكَ نَسْتَعِينُ“ کہیں یعنی ہم تجھی سے مدد مانگتے ہیں۔

چنانچہ اس باب میں کہا: ”صَلِّ فَقَدْ لَوِيتُ وَمَا لَكَ“، یعنی نماز پڑھ میں نے تیرے وصال کی نیت کی تو اس کے لئے اللہ تعالیٰ کی طرف سے ارادت کو مقدم کیا گیا تو فرمایا صَلِّ، جب تو وصل میں تعمیل کرے گا تو یہ تیرے ساتھ ہیں اس کا وصل ہے۔ اس لئے اُسے عمل کی بجائے نیت قرار دیا اور فرمایا: فَقَدْ لَوِيتُ

خدا بندے سے بڑھ کر قریب ہوتا ہے

حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے!

يَقُولُ اللَّهُ تَعَالَى مَنْ تَقَرَّبَ إِلَيَّ شَرِبْتُ مِنْهُ فَرَدًا ط
اللہ تبارک نے فرمایا! جو شخص میری طرف ایک بالبرشت آتا ہے میں اس سے ایک ہاتھ قریب ہوتا ہوں۔
الحديث۔

اس مخصوص قُرب کا مرجع اللہ تبارک و تعالیٰ کی طرف اعمال و احوال سے ہے تقرب حاصل کرنا ہے۔ کیونکہ عام قُرب میں اللہ تبارک و تعالیٰ کا ارشاد ہے!

وَمَنْ أَقْرَبُ إِلَيْهِ مِنْ حَبْلِ الْوَرِيدِ
اور ہم اُس کی شہ رگ سے بھی زیادہ قریب ہیں۔
ق آیت ۱۶

وَنَحْنُ أَقْرَبُ إِلَيْهِ مِنْكُمْ وَلَكِنْ لَا تُبْصِرُونَ
اور ہم تو تمہاری جان سے بھی زیادہ قریب
ہیں مگر تم جانتے نہیں۔

الواقعة آیت ۸۵

پس قُرب کو ہاتھ سے تشبیہ دے کر دُگنا کر دیا کیونکہ اُنھما بشت سے دُگنا
ہوتا ہے۔ یعنی اُس کا فرمان ہے مَلّ اور یہ قُرب ہے پھر اُس کی طرف بالشت کی قُرب
ہے تو نتیجہ پر ظاہر ہو گا کہ تو نے اُس کی طرف قُرب حاصل نہیں کی مگر اُس کے ساتھ
کیونکہ اگر وہ تجھے نہ بلاتا اور تیرے لئے قُربت کا راستہ بیان نہ کرتا اور اس میں تیری
پیشانی کو اخذ نہ کرتا تو تیرے لئے ممکن نہ تھا کہ تو اُس راستے کو جان لیتا جس سے اُس
کی قُربت حاصل ہوئی ہے اور اگر جان بھی لیتا تو تیرے لئے طاقت اور قوت نہ
تھی مگر اس کے ساتھ

چونکہ تقریب سُنوک اور اُس کی طرف سفر کے ساتھ حاصل ہوتا ہے اس لئے
نور کی صفت میں سے ہے کہ اُس کے ساتھ راستہ دیکھا جاسکے جیسا کہ اللہ تبارک
و تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے !

وَهُوَ الَّذِي جَعَلَ لَكُمُ النُّجُومَ
لِتَهْتَكُوا بِهَا فِي ظُلُمَاتِ اللَّيْلِ
وَالْبُحْرِ ۚ إِنَّ لَنَا لَلْآفَافَ ۚ

وہی ہے جس نے تمہارے لئے ستارے
بنائے تاکہ تم اُن سے خشکی اور تری کی
اندھیریوں میں راستہ پاؤ
تر یعنی خشکی کا سُنوک ظاہری ہے جو اعمالِ بدنیہ کے ساتھ تعلق رکھتا اور
بحر یعنی تری کا سُنوک باطنی معنوی ہے جس کا تعلق اعمالِ نفسیہ سے ہے۔

یہ معارفِ اکتسابی ہیں

اس باب کے اصحاب کے معارف وہی نہیں اکتسابی ہیں اور اُن کا کھانا

اُن کے قدموں کے نیچے ہے یعنی اُن کے لئے اُن کے کسب سے حاصل ہوتا ہے اور اس کے اصول میں ان کا اجتہاد ہے اور اگر اُن کے لئے حق تعالیٰ کا ارادہ نہ ہوتا تو انہیں توفیق نہ ہوتی اور نہ وہ عمل کر سکتے جب انہیں معنی کے ساتھ دُور ہٹایا اور انہیں امر کے ساتھ بلایا تو انہیں اُس اسباب کے استعمال سے جسے انہوں نے حضرت قُرب سے وصول کا طریق مقرر کیا اُس کے وصول سے محروم کر دیا۔ اور اس کے لئے انہیں بشارت دیتے ہوئے فرمایا! ”مَلَّيْكُمْ نَفَقَةُ نَوْبَتُ وَمَالِكُ“

نماز میں مترنمیں نہیں

اُن کے لئے عنایتِ سبقت لے گئی تو وہ چلنے لگے اور یہ وہ لوگ ہیں جنہیں اللہ تبارک و تعالیٰ نے نماز میں جو تے پہنے کا حکم دیا ہے کیونکہ بیٹھے والا جو تائیں پہنتا اور بے شک یہ چلنے والے کے لئے بنایا گیا ہے۔ اس میں دلیل یہ ہے کہ غار پڑھنے والا اپنی نماز میں اور اُن آیات میں اپنے پروردگار کی مناجات میں جس میں دُہ منزل منزل مناجات کرتا ہے ہر آیت منزل اور حال ہے اور اُن کے لئے فرمایا!

يَا أَيُّهَا آدَمُ خُذْ زِينَتَكَ مَعَكَ إِلَى الْجَنَّةِ
لَا تَخْشَوْنَ اللَّهَ فَمَنْ خَشِيَ اللَّهَ جَعَلْ لَهُ مَخْرَجًا مِمَّا يَخْرُجُ مِنْهَا
وَلَا تَجْنَبُوا زِينَتَكُمْ إِنَّكُمْ عِنْدَ اللَّهِ حَسْبًا
يَا أَيُّهَا آدَمُ خُذْ أَنْفُكَ وَأَزْوَاجَكَ الَّتِي بَارَكْنَا فِيكَ فِيهَا وَادْخُلُوا الْجَنَّةَ مَعَ الْبَرِّ

اے اولادِ آدم ہر نماز کے وقت خود کو آراستہ کرو۔

ایک صحابی فرماتے ہیں کہ جب یہ آیت نازل ہوئی تو ہمیں جو توں سمیت نماز پڑھنے کا حکم ہوا تو یہ نماز پڑھنے والے کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے خبردار کیا گیا ہے کہ وہ اپنی نماز میں قرآن مجید کی سورتوں سے جو تلاوت کرتا ہے سورتوں کی طرف چلتا ہے کیونکہ لغت میں ان سورتوں کا نام منازل ہے نابغہ نے کہا ہے!

أَلَمْ تَرَ أَنَّ اللَّهَ أَنْعَمَ عَلَيْكَ
فَرَى كُلَّ مَلَكٍ وَنَهَائِهِ مُنْجِبٌ

حضرت موسیٰ کا نعلین اُتارنا

سُورَت سے مُراد منزلت ہے۔ اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کو فرمایا: اَخْلَعْ نَعْلَيْكَ، یعنی اپنی نعلین اتار دیں آپ اپنی منزل کو پہنچ گئے ہیں اللہ تبارک و تعالیٰ نے اُن سے بغیر واسطہ کے اور بغیر ترجمان کے کلام فرمایا اس لئے ہمارے لئے اس تعریف میں معذرت کے ساتھ تاکید فرمائی پس اللہ تبارک و تعالیٰ نے فرمایا: وَكَلَّمَ اللَّهُ مُوسَىٰ تَكْلِيمًا اور اللہ نے موسیٰ سے غور کلام کیا۔

النسا آیت ۱۶۴

اور جو منزل تک پہنچ جاتا ہے وہ نعلین اُتار دیتا ہے۔ تو ظاہر ہو جاتا ہے کہ جو تے سمیت غازی کا کیا مرتبہ ہے اور یہ بھی ظاہر ہو جاتا ہے کہ غازی میں مناجات کے کیا معنی ہیں۔ اور یہ اُس کلام کے معنی نہیں جو حضرت موسیٰ علیہ السلام کو حاصل ہوئے کیونکہ غازی کے حق میں فرمایا کہ وہ مناجات کرتا ہے اور مناجات مذاہن کا فعل ہے تو نعلین پہنا ضروری ہو کہ غازی دو حقیقتوں کے درمیان منقطع ہوتا ہے، در تردد و دعووں کے درمیان چلنے والے کو دونوں کے درمیان نعلین پہننے کے لغو کے ساتھ معنی کے ساتھ دلالت کرتا ہے۔

غازی کی تقسیم

اس پر اللہ تبارک و تعالیٰ کا ارشاد دلالت کرتا ہے۔ جس کی ترجمانی حضور رسالت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کر ہوئے فرمایا!

قَسَمْتُ الصَّلَاةَ بَيْنِي وَبَيْنَ عَبْدِي
بَيْنَ نَفْسِي وَنَفْسِ عَبْدِي
میں نے نماز کو اپنے اور اپنے بندے کے درمیان تقسیم کیا ہے پس نصف میرے لئے اور نصف میرے بندے کے لئے۔

الحمد للہ

پھر فرمایا! بندہ کہتا ہے الحمد للہ رب العالمین تو الحمد للہ رب العالمین کے قول میں اُس کا وصف اُس کی ذات کے ساتھ ہے جسے اُس کا خالق اور مناجات کرنے والا دونوں سُننے ہیں۔

پھر بندہ اپنے قول کی منزل سے اپنی سماعت کی منزل کی طرف چلتا ہے تاکہ اس قول پر اللہ تعالیٰ کے جواب کو سُنے اور وہی وہ سفر ہے۔ پس اس لئے وہ غلین پہنتا ہے تاکہ دونوں منزلوں کے ساتھ اُس را سے پہلے جو ان دونوں منزلوں کے درمیان ہے۔

نماز میں منزلیں طے کرنا

چنانچہ جب وہ اپنی سمیع کی منزل کی طرف آغازِ سفر کرتا ہے تو حق تعالیٰ اُس کی بات سُن کر اُس کے لئے فرماتا ہے۔ میرے بندے نے میری تعریف کی ہے کس وہ سمیع کی منزل سے اپنے قول کی طرف روانہ ہوتا ہے تو کہتا ہے الرحمن الرحیم، جب فارغ ہوتا ہے تو وہ سمیع کی منزل کی طرف روانہ ہوتا ہے جب وہ اس منزل پر اترتا ہے تو اللہ تبارک و تعالیٰ اُس کی بات سُن کر اُس کے لئے فرماتا ہے میرے بندے نے مجھ پر میری ثناء کی، تو ہمیشہ وہ اپنی مناجات میں قول سے تردد کرتا رہتا ہے۔

پھر اُس کے لئے نماز میں حالتِ قیام سے دوسری روانگی اُس کے رکوع کی حالت کی طرف ہے۔ تو صفتِ قیومیہ سے صفتِ غفلت کی طرف روانگی ہوتی ہے تو کہتا ہے۔

سُبْحَانَ رَبِّيَ الْعَظِيمِ وَبِحَمْدِهِ
پاک ہے میرا پروردگار عظمت والا اور
اُس کی حمد ہے۔

پھر اٹھتا ہے تو یہ مقام تعظیم سے مقام نیابت کی طرف سواگت ہے تو کہتا ہے
 ”سَمِعَ اللَّهُ لِمَنْ أَمَرَهُ“ یعنی اللہ تعالیٰ سنا ہے جو اس کی حمد کرتا ہے۔

حضرت رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے اگر اللہ تبارک و تعالیٰ
 اپنے بندے کی زبان پر فرماتا ہے ”سَمِعَ اللَّهُ لِمَنْ أَمَرَهُ“ تو کہو رَبَّنَا كُنْتُ أَتَمُّهُ یعنی
 اے ہمارے رب تیرے لئے حمد ہے، چنانچہ اسی لئے ہم نے رکوع سے سر اٹھا
 کوحن کی طرف سے نیابت اوقیومت کی طرف رجوع کرنا مقرر کیا ہے۔

جب سجدہ کرتا ہے تو رفعت الہیہ میں عظمت مندرج ہو جاتی ہے۔ تو سجدہ
 کرنے والا کہتا ہے سبحانہ رَبِّیُّ الْأَعْلٰی وَبِحَمْدِهِ۔ کیونکہ سجود بلند می کی تقیض
 ہے جب سجدہ کرنے والا اللہ تعالیٰ کے لئے بلند می کو خالص کر لیتا ہے تو پھر
 سجدے میں سر اٹھا لیتا ہے اور سیدھا ہو کر بیٹھ جاتا ہے۔ اور وہ اللہ تبارک
 و تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

الرَّحْمٰنُ عَلَى الْعَرْشِ اَسْنٰوٰی
 رَحْمٰن نے عرش پر غلبہ فرمایا۔

طہ آیت ۵

پس بندہ کہتا ہے۔

رَبِّ الْفَقْرِیِّ وَالرَّحْمٰنِ وَالْعَبْدِیِّ
 اے رب مجھے بخش دے اور مجھ پر رحم
 فرما اور مجھے راستہ دکھا اور مجھے
 مذاق عطا فرما اور مجھے اجر عطا فرما
 اور مجھے عافیت عطا فرما اور مجھ سے

دور کر دے۔

نماز میں نعلین کیوں نہیں پہنتے ؟

تو نماز میں یہ تمام فعل مندرج ہیں اور چہشتے ہیں وہ یعنی نمازی ایک حال سے دوسرے

حال کی طرف سفر کرتا ہے تو جس کا حال دائمی سفر ہے۔ اُسے کیسے نہ کہا جائے کہ وہ نعلین پہن لے یعنی اپنی سیر میں کتاب و سنت سے استعانت چاہو اور یہ ہر نماز کی زینت ہے۔

کیونکہ نماز کے احوال اور جو اس میں اللہ تبارک و تعالیٰ کے حکم سے طاسی ہوتا ہے۔ اور جو اس میں غوامض و دقیق آیات میں شبہ سے تلافی کیا جاتا اور جو اس میں تعویذ ہوتا ہے یہ اُس سے ہے۔

نعلین کیا ہے؟

انسان نماز میں ہو تو اللہ تبارک و تعالیٰ کو بنا قبلہ مقرر کرتا ہے تو اسے پادشاہی نوبہ سب کچھ بمنزلہ راستے کے کمانوں اور خس و خاشاک کے ہے اور بالخصوص راستہ تکلیف دہ ہے۔ اس لئے نعلین پہننے کا حکم ہوتا تاکہ دونوں پاؤں کے ساتھ اُس اذیت سے محفوظ رہے جس کا ہم نے ذکر کیا سالک کے دونوں پاؤں اُسے ظاہر و باطن سے عبارت ہیں لہذا ہم نے دونوں کو قرآن سنت قرار دیا ہے۔

حضرت موسیٰ نے نعلین کیوں اتارے؟

رہے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی نعلین تو وہ دونوں یہ نہیں کیونکہ اُن کے لئے اُن کے رب نے فرمایا!

اخْلَعْ نَعْلَيْكَ اِنَّ بِالْوَادِي الْمُقَدَّسِ
آپ جوتے اتار لیں بے شک آپ پاک
وادی میں ہیں۔

ہم سے روایت بیان کی گئی ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے نعلین مردار گدھے کے جمرے سے بنے ہوئے تھے تو ان میں تین اسماء جمع تھیں۔

ایک یہ کہ وہ پترہ تھا اور وہ ظاہر مر تھا یعنی آپ ہر حال میں ظاہر کے ساتھ نہ کہیں۔
دوسری یہ کہ بے کی طرف بدلت و ثنات منسوب ہے۔

قیسری یہ کہ وہ مر ہوا اور نایاک تھا اور موت جہل ہے۔ جب تو مر ہوا ہو گا تو
اُس کا شعور نہ کر سکے گا جو تو کہے گا اور جو کچھ سے کہا جائے گا۔

اور مناجات کرنے والا لازماً اُس صفت کے ساتھ ہوتا ہے کہ جو وہ کہے اور
اُس سے کہا جائے اُس کا شعور رکھتا ہو کلام کے مواقع کے ساتھ زندہ دل ہو میں
اور اُن معانی میں غوطہ لگانے والا ہو اور جس کے ساتھ مناجات کر رہا ہے، اُس کے ساتھ
قصیدہ کو جانتا ہو پس جب نماز سے فارغ ہو تو حاضرین کو سلام کہے وہ سلام جو اپنے رب
کے یاس سے اپنی قوم کے یاس تحفے کر آیا تھا۔

ہم نے آپ کو نماز میں ظاہر میں غلین پہننے کی مراد بتادی ہے اور اُس مراد
سے بھی آگاہ کر دیا ہے جو راہِ خدا پر چلنے والے عارفوں کے نزدیک ہے

نماز نور ہے

حضور رسلاتہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے کہ صلوٰۃ نور ہے تو یہ لوگ
غمی موسوی ہیں انہیں نور کی زبان کے ساتھ بید کے درخت سے منسوب کیا جاتا
ہے جو مصباح یعنی چراغ کے مشابہ ہوتا ہے وہ نور ظاہر ہے جسے تاثیر جہات سے
متفرق خطا اعتدال میں نہ توں کے مبارک درخت کے تیل میں نور باطن امداد دیتا ہے۔

تیل چراغ کا مددگار ہے

جیسا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے لئے درخت سے کام ہوا تھا تو وہ نور
صلیٰ ذر ہے یعنی نور میں نور نور بن کا لفظ علی سے بدل گیا ہے قرینہ و حال کے

ساتھ سمجھا جاسکتا ہے اور کبھی علی اُس کے دروازے پر ہوتا ہے کیونکہ چراغ کی روشنی ظاہر میں جیسی طور پر تیل کی روشنی پر بلند ہوتی ہے۔ اور باطنی طور پر تیل چراغ کی امداد کرتا ہے۔

اگر تیل کی رطوبت چراغ کی مددگار نہ ہو تو چراغ کو یہ دوام حاصل نہ ہو ایسے ہی علم کو تقویٰ کی امداد حاصل ہوتی ہے جس سے اللہ تبارک و تعالیٰ نے ان ارشادات میں ہے۔

وَاتَّقُوا اللَّهَ وَيُعَلِّمُكُمُ اللَّهُ
اور اللہ سے ڈرو اور اللہ انہیں سکھاتا ہے

البقرہ آیت ۲۸۲

اگر تم اللہ سے ڈرتے رہتے تو تمہارے لئے فرقان مقرر کر دے گا
اِنَّ تَتَّقُوا اللَّهَ يَجْعَلْ لَّكُمْ فُرْقَانًا
الانفال آیت ۲۹

اس کے قطبوں کے راز

یہ علم الہی قطع نہیں ہوتا پس تیل کی روشنی تیل میں یونٹیدہ ہے جو اس میں محمول ہے اور اس سے چراغ کے نور کی بقا کے لئے رقائق غائب سے رقیقہ میں لطیف معنی کا سریان ہے۔

اس مقام کے قطبوں کے لئے بہت سے راز و اسرار ہیں جن میں سے ستر اماد ستر کاج، ستر اعصار، ستر غیرت، اور ستر غنیمت ہے اور غنیمت وہ ہے جو کاج کے ساتھ قائم نہ ہو سکے اور ستر دائرہ زمہریرہ، اور ستر اب میں ستر دُجور حق، ستر جابا الہیہ پرندوں اور حیوانات کے نطق کا راز، ستر بلوغت اور ستر صدیقین۔

”وَاللّٰهُ يَقُولُ الْحَقُّ وَصَدُّ بِهٖ السَّبِيلُ“

الحمد للہ ستائیسویں باب کا ترجمہ تمام ہوا۔

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

اٹھائیسواں باب

اَلْم تَرْكِيْفُ كے اقْطاب کی معرفت کا بیان

العلم بالكيف مجهول ومعلوم	لكنه بوجود الحق مرسوم
فظاهر الكون تكيف وباطنه	علم يشار اليه فهو مكتوم
من اعجب الامر أن الجاهل من صفتي	بما لنا فهو التحقيق معلوم
وكيف أدرك من بالجهز أدركه	وكيف أجهله والجاهل معذور
قد حوت فيموني أُمري ولست أنا	سواه فالخلق ظلام ومظالم
ان قلت اني يقول الان من أنا	أو قلت انك قل الان مفهوم
فالله لا أبى به دلا	واقبالرزق بالتقدير مقسوم

علم کيف کے ساتھ مجہول و معلوم ہے لیکن وہ وجود حق کے ساتھ مرسوم ہے
کائنات کا ظاہر کيف اور اس کا باطن علم ہے۔ اس کی طرف وہ اشار کیا جاتا ہے
جو چھپا ہوا ہے۔

تعب نیز امر ہے کہ جہل میری وہ صفت ہے جسے ہم نہیں جانتے اور وہ تحقق میں
معلوم ہے۔

میں اُس کا ادراک کیسے کروں جس کا ادراک عجز سے ہوتا ہے اور اُس کا علم
کیسے نہ حاصل کروں جب کہ جہل معدوم ہے۔

یقیناً میں اس میں اور اپنے امر میں تخیر ہوں اور میں اس کے سوا نہیں ہوں
بیس مخلوق تاریکیاں اور ظلمات ہیں۔

اگر میں کہتا ہوں اُنی یعنی میں ہوں تو وہ کہتا ہے کہ میں اس وقت اُس سے ہوں

یا میں کہوں اکتک یعنی تو ہے تو فرمایا اس وقت مفہوم ہے۔
 لیکن الحمد للہ میں نے اس کے بدلہ کے ساتھ تجاوز نہیں کیا اور بے شک مذاق
 تقدیر کے ساتھ مقسوم ہے۔

اللہ تعالیٰ سے کیسے سوال کریں ؟

جاننا چاہیے کہ اُتہاتِ مطالب چاہیں اور ان میں سے حل وجود سے سوال ہے
 اور ما اُس حقیقت سے سوال ہے جس سے ماہیت کو تعبیر کیا جاتا ہے اور کیفیت
 حال سے سوال ہے اور لم علت اور سبب سے سوال ہے۔ اور اس میں لوگوں کا
 کا اختلاف ہے کہ ان میں سے کون سا امر درست ہے جس کے ساتھ حق تعالیٰ
 سے سوال کیا جائے تو کلمہ ہا پر انھوں نے اتفاق کیا ہے کیونکہ اس کے ساتھ
 حق تعالیٰ سے سوال کا تقویر کیا جاسکتا ہے۔

ان میں سے جو باقی اُتہاتِ مطالب ہیں ان میں اختلاف کرتے ہیں چنانچہ
 ان میں سے بعض لوگ منع کرتے ہیں اور بعض لوگ جائز کہتے ہیں اور ان میں سے جو
 منع کرتا ہے وہ فلسفی ہے۔ اور ایک گروہ سے ایک جماعت نے اسے عقل منع
 کیا ہے۔ اور ایک جماعت نے اسے شرعاً منع کیا ہے۔

خدا مرکب نہیں

رہی ان کی عقل منع کرنے کی صورت ؟ تو یہ ما کے مطلب میں کہتے ہیں کہ وہ
 ماہیت سے سوال کرتا ہے۔ تو وہ سوال حد سے ہے۔ اور حق سبحانہ تعالیٰ لا محذور
 ہے۔ کیونکہ حد جنس اور فصل سے مرکب ہے۔

اور یہ امر حق تعالیٰ کے حق میں منع ہے کیونکہ اُس کی ذات اُس امر سے غیر مرکب

ہے۔ جس میں اشتراک واقع ہو جب کہ اُس کے ساتھ شریکت جنس میں ہوگی اور اس امر میں امتیاز واقع ہے اور وہاں اللہ تبارک و تعالیٰ اور مخلوق ہے جب کہ اللہ تبارک و تعالیٰ اور عالم کے درمیان اور صالح اور مصنوع کے درمیان نہ مناسبت ہے نہ مشارکت ہے نہ جنس ہے اور نہ فصل ہے۔

جو شخص عقل جائز اور شرعاً منع کرتا ہے اُس کا کہنا ہے کہ میں یہ نہیں کہتا کہ ہر جنس اور فصل سے مرکب ہے۔ بلکہ میں کہتا ہوں کہ اُس امر کے ساتھ سوال کرنا ہے جس سے اُس کی اُس حقیقت کے ساتھ سوال کیا جائے جس کا علم طلب کیا جاتا ہے۔ اور لازماً ہر معلوم یا مذکور کے لئے حقیقت ہے جو فی نفسہ کے لئے اُس پر برابر ہے۔ خواہ اُس کے لئے اُس حقیقت پر اس میں اشتراک واقع ہو یا حقیقت پر اُس کے لئے اُس میں اشتراک واقع نہ ہو۔

پس سوال اُس سے ہے جس کے ساتھ متصور ہو، لیکن شریعت اس کے ساتھ وار نہیں پس ہم نے اس کے ساتھ اللہ تبارک و تعالیٰ سے سوال کرنا منع کیا ہے اللہ تبارک و تعالیٰ کا ارشاد ہے لَیْسَ کَیْفِیۃً شَیْءٌ یعنی اُس کی مثل کوئی چیز نہیں۔

کیفیت کے ساتھ سوال

رہا اُن کیفیت کے متعلق سوال کرنے سے منع کرنا؟ تو یہ سوال کیف کے ساتھ ہے۔ اور اس میں بھی وہ لوگ دو قسموں میں تقسیم ہو گئے ہیں۔

چنانچہ ان میں سے ایک گروہ ہے جو کہتا ہے کہ اللہ تعالیٰ سبحانہ کیلئے کیفیت نہیں کیونکہ حال امر معقول اُس کی ذات ہونے پر زائد ہے اور جب امر وجودی اُس کی ذات کے ساتھ قائم ہوگا تو درازی ذالوں کے لئے واجب الوجود کے

دُجود کا مطالبہ کرے گا جب نہ اس مجال پر دلیل قائم ہو چکی ہے۔ کیونکہ اس کے علاوہ اپنی ذات کے لئے کوئی واجب نہیں۔
تو کیفیت عقل محال ہے۔

اور جو کہتا ہے کہ اُس کے لئے کیفیت ہے۔ لیکن میں اسے نہیں جانتا تو یہ شرعاً ممنوع ہے نہ کہ عقل کیونکہ ہمارے نزدیک کیفیات معقولہ سے خارج ہے پس اُسے نہیں جانتے اور بے شک فرمایا: **لَيْسَ كَيْفِيَّةً شَيْءٌ** یعنی ہر اُس امر میں جو اُس کی طرف منسوب ہے اور جسے اُس نے اپنی ذات کی طرف منسوب کیا ہے کہا کہ وہ اُس امر پر ہے جسے حق تعالیٰ کی طرف منسوب کیا جاتا ہے۔
اگر لفظ میں اشتراک واقع ہو تو معنی مختلف ہیں۔

لفظ لِم کے ساتھ سوال کرنا۔

رہا لِم کے ساتھ سوال؟ تو یہ بھی ممنوع ہے۔ کیونکہ اللہ تبارک و تعالیٰ کے افعال کے لئے علتیں نہیں اس لئے کہ علت فعل کا موجب ہوتی ہے۔ تو حق تبارک و تعالیٰ موجب کے تحت داخل ہوگا۔ اور اس کی ذات پر یہ فعل زائد واجب ہوگا اور اس کے علاوہ دوسروں نے البطل کیا ہے۔ کہ لِم یعنی کیوں کا اطلاق شرعاً اُس کے فعل پر نہیں ہوتا۔

اس کے ساتھ کہا کہ اُس کی طرف وہ امر منسوب نہ کر دو جو اُس نے اپنی ذات کی طرف خود منسوب نہیں کیا۔

تو میرا یہ قول کہ یہ علل ضرعاً نہیں اور جہہ ہم نے اس کے شرعاً منع ہونے پر سب ذکر کیا ہے۔ اس کی نہی اللہ تبارک و تعالیٰ کی طرف سے وارد ہو چکی ہے اور یہ تمام کلام مداخل ہے اس سے صحت و فساد کے ساتھ تخلص یعنی خلاصی واقع نہیں ہوتی

مگر عظیم طوالت کے بعد اور یہ وہ طریقہ ہے جس کا ذکر ہم نے منع سے کیا ہے۔

جس علماء نے جائز کہا

رہا! علماء کا ان مطالب کے ساتھ اس سے حق تعالیٰ کے متعلق سوال کو جائز کہنا تو یہ علماء اہل شریعت ہیں اور ان میں سے ان کی اجازت کا سبب اس لئے ہے کہ یہ کہتے ہیں شریعت نے عین جس چیز سے روکا ہے ہم اُس سے روکتے ہیں اور ہم پر اس میں غور و فحوص واجب نہیں اور جس امر میں منع نہیں کیا گیا اور نہ ہی وہ واجب ہے تو وہ معاف ہے۔ اگر ہم چاہیں تو اُس میں حکم کریں اور اگر نہ چاہیں اُس سے خفا رہیں۔ اور اُس سبحانہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی زبان پر فرعون کو اُس کے سوال سے منع نہیں کیا جو اُس نے کیا تھا کہ ”وَمَا رَبُّ الْعَالَمِينَ“، یعنی رب العالمین کیا ہے؟ بلکہ جناب الہی سے اُس کے لائق جواب دیا۔

اگر سوال کے مطابق جواب واقع نہیں ہو تو یہ اصطلاح قائم کرنے والے کی اصطلاح کو بیع ہے۔ کہ وہ اس کے ساتھ ماہیت مرکبہ کے علاوہ سوال نہیں کر سکتا۔

اور اصطلاح اس جواب پر ہے کہ اُس شخص کے لئے اثر کے ساتھ جواب نہیں ہو گا جو ما کے ساتھ سوال کرتا ہے۔ اور یہ اصطلاح مخالفت کرنے والے کو لازم نہیں تو اس صیغہ کے ساتھ اس سوال کا اطلاق اُس پر منع نہیں کیونکہ الفاظ اپنی ذات کے لئے مطلوب نہیں اور یہ اس لئے مطلوب ہوتے ہیں کہ ان معانی پر دلالت کریں جو ان کے لئے وضع ہوئے ہیں۔ کیونکہ وہ وضع کے حکم کے ساتھ ہیں اور جو الفاظ ہر طائفہ نے ما کے مقابلہ میں وضع کئے ہیں دوسرے طائفہ نے وہ وضع نہیں کئے پس یہ اختلاف عبارت میں ہو گا۔ نہ کہ حقیقت میں اور خلاف کا اعتبار نہیں مگر معافی میں

کیفیت میں اجازت دینے والے

رہا یہ امر کہ انھوں نے ”اللہ تبارک و تعالیٰ“ کی کیفیت میں اجازت دی ہے تو ان کی یہ اجازت ما کے ساتھ سوال کرنے کی مثل ہے۔ اور وہ اس میں اللہ تبارک و تعالیٰ کے اس ارشاد سے نجات پکڑتے ہیں۔

سَنَعْمُوْكُمْ اِيَّاهُ التَّحْقِيْنَ
الرَّحْمٰنُ آيٰتِ ۱۳

اے جنوں اور انسانوں ہم عنقریب تمہیں
فارغ کر دیں گے۔

حضرت رسالت مصلیٰ اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فرمان ہے اللہ تعالیٰ کی آنکھ ہے اور آنکھیں ہیں۔ اور ہاتھ ہے اور اس کے ہاتھ میں میزان ہے جسے نیچے اُپر کرتا ہے اور یہ تمام کیفیات ہیں اگرچہ اس میں عدم شُبہ کے لئے غیر معروف ہیں۔

انہم کے ساتھ اجازت سوال دینے والے

رہا ان کا انہم کے ساتھ سوال کی اجازت دینا؟ تو یہ سوال طلعت سے ہے اللہ تبارک و تعالیٰ کا ارشاد ہے

وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْإِنْسَ إِلَّا لِيَعْبُدُونِ

تو یہ عبادت کا لام طلعت اور سبب ہے۔ کیونکہ اس میں اُس کے سوال کا جواب ہے جو کہ ”لَمْ يَخْلُقَ اللّٰهُ الْجِنَّ وَالْإِنْسَ“ یعنی اللہ تبارک و تعالیٰ نے جنوں اور انسانوں کو کیوں پیدا کیا؟ تو اللہ تبارک و تعالیٰ نے اس سائل کے لئے فرمایا ”لِيَعْبُدُونِ“ یعنی میری عبادت کریں۔

پس جو مَدَنی ان عبارات کے اطلاق میں منع کرتا ہے۔ تو اُس پر رد میں کے ساتھ

بات کرنا واجب ہے۔ چنانچہ تمام مشرّع جائز کہنے والوں اور منع کرنے والوں کو کہا جائے گا۔ آپ نے جو سب کچھ کہا ہے وہ محبت کو نہیں پہنچتا اور آپ نے منع اور جواز میں جو چیز بیان کی ہے اس میں تمہارا اپنا دخل ہے باوجود اس کے کہ آپ مشرّع ہیں آپ کو منع یا جواز میں توقف نہ ہوتا تھا۔

غیر شرع لوگوں کا باعث کرنا

یہ ہے حکماء سے غیر شرع لوگ تو ان کے ساتھ اس میں غور و خوض کرنا جائز نہیں۔ ہاں! اگر شریعت میں یہ مباح ہو یا اسے واجب کہا گیا ہو تو غور کر سکتے ہیں اور اگر شارع علیہ السلام اس میں غور و خوض کے متعلق وارد نہیں ہوا تو اس میں ان کے ساتھ بحث و تمیص میں کوئی راستہ نہیں۔ پس اس کے متعلق حکم میں توقف کیا جائے اور اس میں غور و بحث کرنے والے کے من میں نہ صحیح کا حکم دیا جائے گا نہ غلطی پہنچے۔ ایسے ہی اُس کے حق میں ہے جس نے بحث چھوڑ دی ہے۔ کیونکہ شریعت کے علاوہ حکم نہیں اس کے جواز میں لفظ کہا جائے یا نہ کہا جائے، یہ اعانت ہوگی یا نافرمانی

خدا تعالیٰ سے مشابہت نہیں ہو سکتی

اے دوست ہم نے آپ کے لئے ان مطالب میں لوگوں کے مآخذ تفصیل سے بیان کر دیئے ہیں۔

رہا اس میں نفع بخش علم؟ تو اس میں میں یہ کہوں گا کہ جیسے اللہ تعالیٰ سبحانہ کی کسی چیز سے مشابہت نہیں ایسے ہی اشیاء میں مشابہت نہیں اور معنی کے طریق سے تشبیہ کی نفی اور تفریق تشابہات پر عقلی اور شرعی دلیل قائم ہو چکی ہے اور کوئی امر باقی نہیں مگر اللہ تبارک و تعالیٰ پر اس لفظ کے اطلاق میں جس کا اس پر اطلاق

ہمارے لئے قرآن مجید یا اے کے رسول ﷺ کی زبان پر مباح قرار دیا جا چکا ہے۔

رہا اُس پر اس کا اطلاق؛ تو یہ اُس امر سے خالی نہیں کہ اس اطلاق کے ساتھ وہ عبد مامور ہوگا تو اس کا یہ اطلاق کون اطاعت اور فرض ہے اور یہ لفظ کینہ والا مابود و میطیع ہوگا۔

اس کی مثل تکبیر تحریمہ میں اللہ اکبر کہنا اور یہ لفظ اُس کا ذرن سے جو مفاہلت کا اقتضا کرتا ہے۔ اوردہ سبحانہ تعالیٰ مفاہلت میں ”یعنی تفہیل میں اُس کے مقابلہ میں اور کوئی موجود نہ ہو“ کیونکہ اکبر الصغر کے مقابلہ میں ہوتا ہے۔

را اختیار دیا جا تو یہ لفظ کہنے والے کے حسب قصد اور اس میں اللہ تبارک و تعالیٰ کے حسب حکم ہوگا۔ اور جب ہم اس کا اطلاق کریں گے تو انسان اس امر سے خالی نہ ہوگا کہ اس کا اطلاق کرے اور اس اطلاق میں اُس کی ذات اس کے اُس معنی و مفہوم کے ساتھ ہو جو اُس سے وضع میں اس زبان کے ساتھ ہے۔

شرعی حکم سے اطلاق کیسے ہوگا؟

یا اس کا اطلاق نہیں کرے گا مگر شرعی حکم سے اس میں جو اللہ تبارک و تعالیٰ کی مراد ہے اُس تصور معنی کے بغیر ہے جو اس زبان میں اُس کے لئے وضع کیا گیا ہے۔ جیسا کہ اہل فارسی جو عربی زبان کو نہیں جانتا اور وہ ہم دلت قرآن پاک کرتا ہے۔ اور اُس کے معنی کو نہیں جانتا تو اُس کے لئے تلاوت کا اجر ہے۔

ایسے ہی سرب کا رہنے والا قرآن و سنت سے اُس لفظ کے مشابہہ کنندت کرتا ہے ”جس کا معنی دوسرا ہے“ یا اُن کے انمول اپنے رب کا ذکر اللہ تعالیٰ کی اُس مراد پر کرتا ہے جس میں وہ اپنی کسی مخصوص کردہ ذات کی طرف میلان نہیں

کرنا ۔

کیونکہ تفرہ اور نفی تشبیہ اُس سے طلب کرتی ہیں کہ ان آیات کی تفسیر کے وقت اُس کے وہم کے ساتھ توقف ہو۔

خُد کی طرف لُودو

بندے کے حق میں بہتری اور سلامتی یہ ہے کہ وہ ان الفاظ کا اطلاق اللہ تبارک و تعالیٰ کی اُس کی اپنی مراد کی طرف لُودو دے مگر یہ کہ اللہ تبارک و تعالیٰ اُسے اس پر مطلع فرما دے۔

ان الفاظ کی مراد کیا ہے ؟ اس سے بنی، دلی، محدث یا صہب جانتا ہے، جو اس میں اُس کے رب کی طرف سے اس پر ظاہر ہوا یا الہام ہوا یا کلام لیب گیا لُودو اُس کے لئے مباح بلکہ اُس پر واجب ہے۔ کہ اُس مضموم کا اعتقاد رکھے۔ جو اُسے الہام کیا گیا یا گفتگو میں بتایا گیا۔

آیات مشابہات آزمائش میں

جاننا چاہیے کہ اللہ تبارک و تعالیٰ کی طرف سے آیات مشابہات کا نزول بندوں کی آزمائش کے لئے ہوا ہے۔ پھر اللہ تعالیٰ سبحانہ نے اپنے بندوں کی نیکی کے متعلق خبر پہنچائی ہے۔ اور انہیں مشابہات کے حکم کے ساتھ امتحان کرنے سے منع فرمایا یعنی وہ اُس پر کسی چیز کے ساتھ حکم نہ دیں کیونکہ اللہ تبارک و تعالیٰ کے سوا ان کی تائید کو کوئی نہیں جانتا ہاں اگر ملے اسخین کو ان کا علم ہے تو وہ اللہ تبارک کے اعلان سے ہے نہ کہ ان کے فکر و اجتہاد سے، اس لئے کہ یہ بہت بڑا امر ہے جس کا مستقبل ادراک بغیر اخبار الہی کے مقول نہیں

کر سکتے۔ پس تسلیم کر لینا بہتر ہے۔ اور تمام تقریریں اللہ رب العالمین کے لئے ہیں۔

الم ترکیف میں کیفیت

ربا ارشاد خداوندی الم ترکیف ؟ تو نظر کا اطلاق کیفیات پر ہے اس لئے کہ اس کے ساتھ یہی مراد کیفیات ہے۔ تکلیف نہیں کیونکہ تکلیف اس حالت معقولہ کی طرف راجع ہے جس کی نسبت تکلیف کی طرف ہے اور وہ یعنی تکلیف اللہ تبارک و تعالیٰ کی ذات اقدس سے۔ اور اشیاء کی ایجاد کے وقت ان کے ساتھ قدرت الہیہ کے تعلق کا کوئی شاہد نہیں اللہ تبارک و تعالیٰ کا ارشاد ہے !

مَا أَشْهَدُ لَهُمْ خَلْقَ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ میں نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا۔
 آیت ۵۱ کہتے وقت دھت اٹھیں گے وہ نہیں بتایا۔
 پس کیفیات مذکورہ وہ ہیں جن کی طرف ہم نظر کرنے کے ساتھ امر ہوا ہے نہ کہ ان کیفیات میں گفتگو کرنے کا اور یہ اس لئے ہے کہ تاکہ ہم اس سے عبرت پڑیں اور ان کے لئے دلالت ان کی کیف سے ہے یعنی ان میں کیفیات موجود موجود ہے۔ اور یہ وہ ہیں جن پر مخلوقات کیفیات ہے۔ اللہ تبارک و تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

أَفَلَا يَنْظُرُونَ إِلَى الْإِبِلِ كَيْفَ خُلِقَتْ
 لُغَاتُ آیت ۱۶
 وَإِلَى الْجِبَالِ كَيْفَ نُصِبَتْ
 الْغَاشِيَةُ آیت ۱۹
 اور وہ پہاڑوں کی طرف نہیں دیکھتے کہ کیسے نصب کئے گئے ہیں
 اور اس کے علاوہ بھی فرمایا ہے اور ان کی موجودگی کے بغیر ان کا دیکھنا درست نہیں پس اس کی طرف دیکھیں کہ ان کی ہینوں کا اختلاف کیسے ہے :

۱۔ اگر کیف کے ساتھ حالتِ ایجا و مُراد ہے تو یہ نہیں فرمایا کہ اس کی طرف دیکھیں کیونکہ وہ موجود نہیں۔

معلوم یہ ہوا

پس ہم نے جان لیا کہ کیفِ مطلوبِ ردیّتِ اشیاء کے منافی ہے اور یہ وہ نہیں جس کا اس کے ساتھ وہم ہوتا ہے جس کا اُسے علم نہیں۔
کیا آپ نے دیکھا کہ اللہ سبحانہ تعالیٰ کی مراد جب نظر سے فکر ہوتی ہے تو اُس کے قریب حرفِ فی کو کر دیتا ہے اور کیف کو اس لفظ کا ساتھی نہیں بنایا پس اللہ تبارک و تعالیٰ نے فرمایا۔

کِیَا اَمْخُولِنَا سَمٰوٰتٍ وَّ اَرْضٍ
اَوَلَمْ يَنْظُرُوْا فِیْ مَلٰٓئِکَۃِ السَّمٰوٰتِ وَّ الْاَرْضِ
کیا بادشاہی کو نہیں دیکھا

اعراف آیت ۱۸۵

اس میں یَنْظُرُوْا کے معنی یُکَرِّوْا ہیں تو جان لیں کہ یہ اپنی ذات کے ساتھ قائم نہیں بلکہ اُسے دوسرے نے قائم کیا۔ اور یہ نظر ہے۔
اور اس سے اُس فکر کی مثل انیان کا وجود لازم نہیں آتا جو پہلے بیان ہوئی۔

آنکھ سے نہیں فکر سے دیکھیں وہ مشابہہ نہیں

انسان اپنی فکر کے ساتھ فکر کرنے کا مکلف ہے نہ کہ اپنی آنکھ کے ساتھ ملکوت سے وہ جو غیب ہے اور وہ جو حاضر ہے تو ہمیں صرف فی کے ساتھ ہرگز امر نہیں کیا گیا مگر مخلوقات میں نہ کہ اللہ تعالیٰ کے حق میں تاکہ اس پر اس کے نسخہ اسدلال کریں کہ وہ مخلوق کے مشابہہ ہیں۔ کیونکہ اگر وہ اس کے مشابہہ ہوتا تو اس پر مشابہت کے لحاظ سے وہ امر جائز ہوتا جو مخلوق پر جائز ہے اور یہ

اُمرد و فسادوں میں سے ایک کی طرف لے جائے گا۔

اَوَّل یہ کہ وہ جمیع دُجُوہ سے مخلوق کے ساتھ مشابہت رکھتا ہو اور یہ محال ہے اس کا ذکر ہم کر چکے ہیں۔ یا بعض دُجُوہ سے مُشابہ ہوتا ہے اور بعض سے مشابہ نہ ہوتا ہو اس طرح اس کی ذات و دُامروں سے مرکب ہوتی ہے اور حق تعالیٰ کی ذات میں ترکیب محال ہے پس تشبیہ محال ہے۔ اور جو کلام اس باب کے لائق ہے اس کو مجموعی طور پر ایک باب میں وارد کرنے میں معذرت ہے۔ اس لئے کہ کمزور افہام کے لئے اس میں دُقائق کا سمجھنا دشوار ہے لیکن ہم نے اس کتاب کے ابواب میں اس مسئلہ کو یکھیر دیا ہے پس آپ اس کتاب کے ابواب میں اس باب کے پورے مجموعہ کو پڑھیں گے تو جان لیں گے بالذکر جہاں آپ کے لئے اللہ تبارک و تعالیٰ کی تجلی کا مسئلہ واقع ہو تو وہاں توقف کریں اور اس بات کو دیکھیں جو ہم نے آپ کے لئے اس باب کے لائق ذکر کی ہے تو اُسے پالیں گے۔

قرآن مجید کیفیات سے بھرپور ہے کیونکہ کیفیات احوال ہیں اور ان میں سے کیف کے لئے احوال ذاتی بھی ہیں اور غیر ذاتی بھی۔ ان کا حکم کیف کے حکم کے برابر ہے کیف اپنی کیفیت میں کیف سے استدعا کرے یا اپنی تکلیف کے لئے کیف سے استدعا نہ کرے بلکہ اُس کی یعنی اللہ تبارک و تعالیٰ کی کیفیت میں اُس کی ذات ہے اور اُس کی ذات غیر کو طلب نہیں کرتی کیونکہ وہ اُس کی ذات کے لئے ہے ایسے ہی یہ اُس کی کیفیت ہے کیونکہ وہ اُس کی میں ہے اور اُس کی غیر نہیں اور نہ اُس پر زائد ہے پس اس پر غور کریں اور اللہ تبارک و تعالیٰ حق کہتا ہے اور سیدھے راستے پر چلتا ہے۔

الحمد للہ اللہ سبحوین باب کا ترجمہ تمام ہوا

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

انتیسواں باب

حضرت سیدان فارسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے راز اور اہل بیت سے
اُن کے احاطہ کی معرفت میں اور اُن کے وارث ہونے والے اقطاب
اور اُن کے اسرار کا بیان

العبد مرتبط بالرب ليس له	عنه انفصال يرى فعلا وتقديرا
والابن انزل منه في العلى درجا	قد حوّر الشرع فيه العلم تحريرا
فالابن ينظر في أموال والده	اذا كان وارثه شحا وتقديرا
والابن يطمع في تحصيل رتبته	وان يراه مع الاموات مقبورا
والعبد قيمته من مال سيده	اليه يرجع مختارا ومحجورا
والعبد مقداره في جاه سيده	فلا يزال بستر العزم مستورا
الذل يصحبه في نفسه أبدا	فلا يزال مع الانفاس مقهورا
والابن في نفسه من أجل والده	عز فيطلب توقيرا وتعزيرا

عبد رب کے ساتھ مربوط ہے اُس کے لئے انفصال اور غیبت نہیں وہ نعل
اور تقدیر میں دیکھتا ہے۔

بیٹا بلند حی درجات میں باپ سے نیچے بنا ہے۔ شریعت نے اس علم
میں تحریر رقم کی ہے۔

بیٹا اپنے باپ کے اموال میں دیکھتا ہے جب اُس کا وارث نجوسی اور نجس
سے کام لے۔

بیٹا باپ کے حصول کا لالچ کرتا ہے۔ اگرچہ اُسے تبریس مردوں کے ساتھ
دیکھتا ہے۔

عقبہ کی قیمت اُس کے آقا کے مال سے ہوتی ہے وہ مختاری و مجبوری میں اُسی کی طرف رجوع کرتا ہے۔

عقبہ کی قدر و قیمت اُس کے آقا کے جاہ و مرتبہ میں ہوتی ہے تو وہ ہمیشہ عزت کے ستر میں مستور رہتا ہے۔

اُس کے نفس میں اُس کی محبت کا طہر ہمیشہ رہتا ہے اور وہ انفاس کے ساتھ ہمیشہ مغلوب رہتا ہے۔

بدیہی نفس اپنے باپ کی عزت سے ہوتا ہے پس وہ عزت و توقیر طلب کرتا ہے۔

خلوق سے کنارہ کشی

اللہ تعالیٰ آپ کی مدد فرمائے جاننا چاہئے کہ ہم سے حضرت امام جعفر صادق کی حدیث روایت کی گئی جو انھوں نے اپنے باپ حضرت امام محمد باقر بن علی سے انھوں نے اپنے باپ علی بن حسین سے انھوں نے اپنے باپ حسین بن علی سے انھوں نے اپنے والدِ گرامی علی ابن ابی طالب علیہم السلام سے اور انھوں نے حضور رسالت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایت کی ہے آپ نے فرمایا!

رومولی القوم منهم
یعنی قوم کا مولیٰ قوم سے ہوتا ہے۔

المحدث

اور ترمذی نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے حدیث کی تشریح کی کہ

آپ نے فرمایا!

اہل القرآن ہم اہل اللہ و خاصہ، اہل قرآن اہل اللہ اور اُس کے خاص

لوگ ہیں۔

المحدث

اللہ تبارک و تعالیٰ نے اپنے مخصوص بندوں کے حق میں ہمیشہ سے فرمایا !
اِنَّ عِبَادِيْ لَيْسَ لَكَ عَلَيْهِمْ سُلْطٰنٌ ^{المعراج آیت ۴۲}
 میرے بندوں پر تیرا تسلط نہیں ہوگا
 ہر وہ اللہ کا بندہ جس پر مخلوق کا حق ہوگا اُس حق کے مطابق اُس کی اللہ تبارک و تعالیٰ کے لئے عبودیت ناقص ہوگی کیونکہ یہ مخلوق اُس سے اپنا حق طلب کرے گی اور اُس کا اِس عبد پر تسلط ہوگا تو یہ شخص محض اللہ تعالیٰ کے لئے غلط بندہ نہیں ہو اور یہ وہاں رہے جس کی طرف مخلوق سے انقطاع کرنے والے منقطعین رجوع کرتے ہیں اور خود پر سیر و سیاحت اور جنگلوں اور دیوانوں کے کناروں پر رہنا لازم کر لیتے ہیں اور لوگوں سے فرار حاصل کر کے حیوانیت کے ملک سے نکل جاتے ہیں اِس لئے کہ وہ عام اکوان سے حریت اور آزادی چاہتے ہیں۔

جب میں نے دنیا سے انقطاع کیا

میرے ایام سیاحت میں مجھ سے ایک بڑی جماعت کی ملاقات ہوئی اُس زمانہ سے مجھے اس میں یہ مقام حاصل ہوا کہ میری ملکیت میں ہرگز کوئی حیوان نہیں تھا بلکہ میرے پاس کپڑا بھی نہیں تھا جسے میں پہن لیتا، کیونکہ میں کپڑا نہیں پہنتا تھا مگر اُس معتق شخص نے لے کر پہنتا تھا جو مجھے عاریتاً دے کر اُس میں نصرت کی اعانت دے دیتا۔
 اور وہ زمانہ جس میں کوئی چیز میری ہوتی ہے اُس وقت میں اُس حال سے نکل رہا ہوں۔

مگر یہ کہ اُس چیز کو تہہ کردوں یا آزاد کردوں اگرچہ میں اُسے آزاد کر دیتا ہوں یہ مقام مجھے اُس وقت حاصل ہوا جب میں نے اللہ تبارک و تعالیٰ کے لئے مخصوص عبودیت کے متحقق کا ارادہ کیا مجھے کہا گیا کہ یہ مقام تیرے لئے درست نہیں

یہاں تک کہ تجھ پر کسی کی محبت قائم نہ ہو۔
میں نے کہا اگر اللہ تبارک و تعالیٰ چاہے تو اللہ تعالیٰ کے لئے بھی محبت قائم نہ ہو۔
مجھے کہا گیا یہ تیرے لئے کیسے درست ہے کہ تجھ پر اللہ تعالیٰ کے لئے محبت قائم نہ ہو۔

میں نے کہا جنتیں انکار کرنے والوں پر قائم ہوتی ہیں نہ کہ اعتراض کرنے والوں پر، اور جنتیں دعویٰ کرنے والوں اور حقدار لینے والوں پر قائم ہوتی ہیں نہ کہ اس پر جو کہتا ہے میرا کوئی حق اور حقدار نہیں۔

اہل بیت کو پاک کر دیا گیا ہے۔

حضرت رسالتا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر محض حقہ اللہ تبارک و تعالیٰ نے آپ کو پاک فرمایا اور آپ کے اہلبیت کرام کی تطہیر فرمائی اور ان سے ہر جس کو دور فرما دیا اور جس وہ بے جواہیں معیوب کرتا ہے۔ کیونکہ عربوں کے نزدیک جس قدر کو کہتے ہیں۔ ایسے ہی فرمائے کہا ہے! اللہ تبارک و تعالیٰ کا ارشاد ہے! اِنَّمَا يُرِيدُ اللَّهُ لِيُذْهِبَ عَنْكُمُ الرِّجْسَ أَهْلَ الْبَيْتِ وَيُطَهِّرَكُمْ تَطْهِيرًا

خزائن آیت ۳۳

بیس اہلبیت کی طرف پاک انسان کی صاف ہوگی۔ اور لازم ہے کہ یہ مضاف ان کی طرف ان سے مشابہت رکھنے والے کے لئے ہو اور وہ اپنی ذات کے لئے نسبت اور اضافت قبول نہیں کرتے مگر جس کے لئے طہارت اور تقدیس کا حکم ہو۔

حضرت سلمان فارسی کا اعتراف

نویہ شہادت حضور رسالت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف سے حضرت سلمان فارسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے لئے طہارت، وعظمت اور حفاظت خداوندی کا ہونا ہے حضور رسالت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس میں فرمایا! سلمان ہمارے اہلبیت سے ہیں اور اللہ تبارک و تعالیٰ نے اہلبیت کی طہارت اور ان سے رحمت کو دور کرنے کی گواہی دی ہے۔ اب جب کہ اہلبیت کرام کی طرف سوائے پاک اور مہر کے نسبت و اضافت نہیں ہو سکتی تو اُسے اکیلی اِصناف کے ساتھ عنایت الہی حاصل ہو گئی۔

گناہ بخش دیے گئے

اہلبیت کے لئے اس میں نیر کیا گمان ہے؟ وہ پاک ہیں بلکہ وہ عین طہارت میں۔ اور یہ آیت اس پر دلالت کرتی ہے کہ اللہ تبارک و تعالیٰ نے اہلبیت کرام کو اپنے ارشاد میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ شریک کیا ہے۔

لِيَغْفِرَ لَكَ اللَّهُ مَا تَدْرَأُ مِنْ ذُنُوبٍ
وَمَا تَخْأُ
سے بری کر دے

افتح آیت ۳

گناہوں سے زیادہ اور کون سا میل کچیل اور غلطی ہے۔ پس اللہ تعالیٰ سبحانہ نے اپنے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو مغفرت کے ساتھ پاک فرمایا دیا۔

ذنب کا معنی گناہ بھی ہے اور الزام بھی جہاں الزام ہی مناسب تھا مگر شیخ ابن عربی نے گناہ کے معنوں میں لیا ہے واللہ اعلم

وہ امر جو ہماری طرف ذنب کی نسبت سے ہے اگر حضور رسالتناہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے واقع ہو تو وہ صورتاً ذنب ہو گا نہ کہ معنی میں کیونکہ اس پر اللہ تبارک و تعالیٰ کی طرف سے اور شرعاً ہماری طرف سے حضور رسالتناہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ ذمہ کا اطلاق نہیں ہوتا۔

یہی اگر اس کا حکم ذنب کا حکم ہو تا تو آپ کے لئے ذنب مدمت کے معنوں میں ہوتا اور اللہ تبارک و تعالیٰ کے اس ارشاد کی تفسیق نہ ہوتی۔

لَا يَذُوبُ عَنْكُمْ الْيَوْمَ خَسَفَ الْقَلَمُ
الْبَيْتِ وَيُطَهِّرَكُمْ تَطْهِيراً

اے اہل بیت تم سے جس کو دودھ کر کے
خوب خوب پاکیزہ فرمادے۔

الاحزاب آیت ۳۳

اہل بیت نچتے ہوئے اٹھائے جائیں گے

اس میں حضرت سیدہ فاطمہ الزہراء سلام اللہ علیہا کی اولاد پاک سے قیامت تک تمام شرفاء و سادات اس آیت کے حکم سے عفران میں داخل ہیں اور وہ جو حضرت سلمان فارسی کی مثل ہیں۔ پس اہل بیت کرام اللہ تبارک و تعالیٰ کے اختصاص و عنایت سے حضور رسالتناہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے شرف کے لئے پاک اور مطہر ہیں اور اہل بیت کے لئے اس شرف کا حکم دائرہ آخرت میں ظاہر ہو گا، اس لئے کہ وہ نچتے ہوئے اٹھائے جائیں گے۔

اگر اہل بیت پر خد قائم ہو۔

رباؤ دنیا میں ان میں سے جس پر خد قائم کی جائے؟ جیسا کہ نائب حب عالم کو اس کا امر پہنچے کہ اس سے زنا و سرکہ یا شراب پینا سرزد ہوا ہے تو اس پر مغفرت

کے متحقق ہونے کے باوجود حد قائم کی جائے گی جیسا کہ عزت اور اس کی امثال اور اس کی مذمت جائز نہیں اور ہر مسلمان کا حق ہے کہ اللہ تبارک و تعالیٰ کے ساتھ ایمان لائے اور اللہ تبارک و تعالیٰ کے نازل فرمودہ اس حکم کی تصدیق کرے۔

إِنَّمَا يُؤَيِّدُ اللَّهُ لِيُذْهِبَ عَنْكُمْ
الرِّجْسَ أَهْلَ الْبَيْتِ وَيُطَهِّرَ
كُمُ تَطْهِيرًا ۝ الاحزاب آیت ۳۳

اے اہل بیت اللہ تو یہی چاہتا ہے کہ تم
سے رجس کو دور کر کے تمہیں خوب
پاکیزہ کر فرمادے۔

مومن کیا کہے؟

مومن کو چاہیے کہ اہل بیت کرام سے صادر ہونے والے تمام امور میں یہ
عضیدہ رکھے کہ اللہ تبارک و تعالیٰ نے انہیں معاف فرما دیا ہے اور کسی مسلمان کو
یہ حق نہیں پہنچتا کہ اُن کے ساتھ مذمت اور بُرائی کو ملائے اور اُسے عیب لگا کر اُس
سے سُخ پھیر لے جس کی طہارت اور اُس کے گناہوں کو دور کرنے کی گواہی اللہ
تبارک و تعالیٰ نے دی سو اور یہ اعزاز اس محل کے ساتھ نہیں جو انہوں نے کیا اور
نہ کسی کی خیر اور بھلائی کی بنا پر ہے جو انہوں نے کی بلکہ اُن کے ساتھ اللہ تبارک و تعالیٰ
کی عنایت نے سبقت کی ہے۔

ذَابَتْ قُلُوبُ الَّذِينَ يَدْعُونَ مِن دُونِ اللَّهِ
وَاللَّهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيمِ ۝

یہ اللہ تعالیٰ کا فضل ہے جسے چاہتا ہے عطا
فرماتا ہے اور اللہ صاحبِ فضلِ عظیم
ہے۔

حضرت سلمان فارسی بھی پاک ہیں

حَبِيبُ حَضْرَتِ سَلْمَانَ فَارِسِي رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ كَيْفَ حَقِّ فِيهِ وَارِدَ هُوَ دَالِي خَبَرِ

درست ہوگی تو اُن کیلئے یہی درجہ ہے۔ کیونکہ اگر حضرت سلمانؓ ظاہرِ شرع میں کسی محبوبِ امرِ کبر ہوں اور ان کے عامل کے ساتھ مذمت اور برائی لاحق ہو تو اس کا معاف اُس باہلیت کی طرف ہوگا جس سے جس کو دُرد نہیں کیا اور اہلِ بیت کے لئے اُس سے اُسی قدر ہوگا جو ان کی طرف معاف ہو اور وہ نفس کے ساتھ پاک ہیں۔
تو بلا شک سلمان ان سے نہیں۔

مجھے امید ہے کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم اور حضرت سلمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اولاد کو یہ عنایت لاحق ہوگی جیسا کہ حضرت امام حسن اور حضرت امام حسین علیہما السلام کی اولاد و عقب اور اہلبیت کرام کے مولیٰ کو لاحق ہوگی کیونکہ اے دستِ اللہ تبارک و تعالیٰ کی رحمت وسیع ہے۔ اور جب اللہ تبارک و تعالیٰ کے نزدیک مخلوق کی منزلت اس مشابہت کے ساتھ ہوگی تو اُن سے منسوب ہونے والا اُن کے شرف کے ساتھ مشترک ہو جائے گا۔ اور اُن کا شرف ان کی ذات کے لئے نہیں بلکہ اللہ تبارک و تعالیٰ نے انھیں برگزیدہ فرما کر شرف کا عہد پہنایا ہے۔

جو خدا سے منسوب ہو جائے

اے دوست وہ شخص کیسا ہوگا جو اُس ذات کی طرف منسوب ہو جس کی ذات کے لئے حمد و تعریف اور شرف و مجد ذاتی ہے پس وہ سبحانہ تعالیٰ بزرگی والا ہے۔ اُس کے بندوں سے جو لوگ اُس کی طرف منسوب ہیں وہ اُس کے بندے ہیں۔ اور یہ وہ لوگ ہیں جن پر آخرت میں مخلوق میں سے کسی کا تسلط اور غلبہ نہیں ہوگا، اللہ تبارک و تعالیٰ نے ابلیس کو فرمایا!
”مَنْ عِبَادِي، یعنی جو میرے بندے ہیں، پس انھیں اپنی طرف منسوب کر کے فرمایا ابلیس لَكَ عَلَيْهِمْ سُلْطَانٌ، یعنی اُن پر تیرا غلبہ اور تسلط نہیں ہوگا۔“

اللہ تبارک و تعالیٰ کی پاک ذات کی طرف منسوب ہونے سے قرآن مجید میں نہیں پائے جاتے مگر جو بطور خاص سعید اور خوش قسمت ہیں جب کہ دوسروں کے حق میں عباد کا لفظ آیا ہے۔ پس تیرا معصومین و معظمین کے ساتھ کیا گمان ہے جو اپنے آفاقی حدود کے ساتھ اس کے مراسم کے پاس قائم اور ٹھہرے ہوئے ہیں۔ پس ان کا شرف اعلیٰ دائم ہے۔ اور یہ وہ لوگ ہیں جو اس مقام کے قُطب ہیں اور اقطاب میں سے حضرت سلمان فارسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں جنہوں نے مقام البیت کے شرف کی وراثت پائی۔

اللہ تعالیٰ کے اُس کے بندوں پر حقوق اور بندوں پر جو ان کے اپنے اور دوسری مخلوق کے حقوق ہیں کو حضرت سلمان فارسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ لوگوں سے زیادہ جانتے تھے اور ان حقوق کی ادائیگی میں لوگوں سے زیادہ مانتور تھے۔ حضور رسالت مصلیٰ اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس سلسلہ میں فرمایا ہے !
 ”لَوْ كَانَ الْإِيْمَانُ بِالشَّرِّ أَوْ الْبِرِّ لَكَانَ الْإِيْمَانُ شَرًّا بِرِجَالٍ مِنْ فَارَسٍ“
 یعنی ایمان شر یا بر پہنچ جائے تو فارس کے مردانہ لیں گے۔

المحدث

اور اس میں حضرت سلمان فارسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس طرف اشارہ ہے اور اس حدیث میں آپ کا دوسرے کو اکب کے بال عکس ثریا کے ذکر کی تخصیص فرمانا سبعہ صفات کا اثبات کرنے والوں کے لئے بر لغت ہے کیونکہ وہ سات ستارے ہیں۔

تو اس پر غور کریں۔

حضور رسالت مصلیٰ اللہ علیہ وآلہ وسلم کا حضرت سلمان فارسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اپنے اہل بیت میں شامل کرنا اور ان کے معاہدے کی ادائیگی کرنا حضرت

مسلمان فارسی کے لئے باعثِ مسرت تھا اس میں عجیب فتنے اور وہ یہ ہے کہ حضرت سلمان فارسی حضور رسالتِ مہدی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے آزاد کردہ ہیں اور اُن کا کردہ غلام انہیں لوگوں سے ہوتا ہے جن کا غلام ہوتا ہے اور عام لوگ حق تعالیٰ کے مولیٰ اور غلام ہیں اور اُس کی رحمت ہر چیز پر وسیع ہے اور ہر چیز اُس کی عبد اور غلام ہے۔

اہلِ بیت کی بُرائی کسی حال میں نہ کر دے

آپ کے لئے اللہ تعالیٰ کے نزدیک اہلِ بیت کی قدر و منزلت بیان ہو چکی ہے۔ اس کے بعد مسلمان کو حق نہیں پہنچتا کہ اُن سے واقع ہونے والے امور پر ان کی مذمت کرے کیونکہ اللہ تبارک و تعالیٰ نے اُنہیں پاکیزہ فرمایا دیئے ہیں اُن کی مذمت کرنے والے کو جان لینا چاہیے کہ یہ مذمت کرنا اُنہی کی طرف لوٹ آئے گا۔

اہلِ بیت کا ظلم ظلم نہیں تقدیر الہی ہے

اگر اہلِ بیت کرام اُس پر ظلم کریں تو یہ ظلم اُس کے اپنے گمان میں ہو گا نہ کہ نفس الامر میں اگرچہ ظاہرِ شریعت میں یہ ظلم کے حکم میں ہو بلکہ درحقیقت اہلِ بیت کا ظلم ہم پر تقدیرِ دہ کے جاری ہونے کے مشابہ ہے کہ تقدیرِ الہی نے ہمارے جان و مال کو ڈبو دیا یا جلادیا اور اس کے علاوہ جو مہلک امور واقع ہوتے ہیں پس کسی کے دوستوں سے کسی کا جل جانا یا فوت ہو جانا یہ اُس کی اپنی ذات پر مصیبت نازل ہونا اور یہ سب کچھ اُس کی مرض کے موافق پس تاہم اُس کے لئے جائز نہیں کہ اللہ تعالیٰ کی تقدیر اور اُس کے فیصلے کی مذمت کرے بلکہ اُس کا حق ہے کہ ان کو برتسیم فرماتے ہوئے خوشی سے قبول کرے۔

اسی میں خیر

اگر اس مرتبہ سے رُک جائے تو صبر کے ساتھ اور اگر اس مرتبہ سے بلند ہو جائے تو شکر کے ساتھ کام لے کیونکہ اس مرتبہ کو طے کرنے میں اللہ تبارک و تعالیٰ کی طرف سے اس مصیبت اٹھانے والے کو نعمتیں عطا کی جاتی ہیں۔ اور جس کا ہم نے ذکر کیا ہے اس کے علاوہ خیر نہیں۔ کیونکہ اس کے علاوہ بے قراری ناراضگی عدم رضا اور اللہ تبارک و تعالیٰ کے حضور میں سُوئے ادبی پائی جاتی ہے۔

ایسے ہی مسلمان کا حق ہے کہ اُس پر اہل بیت کرام کی طرف سے جو تمام امور اُس کے جان و مال اور اہل و اقرباء کے سلسلہ میں طاری ہوں اُن تمام کو تسلیم و رضا اور صبر کے ساتھ قبول کرے، اور اُن کے ساتھ ہرگز نہ بگڑے نہ مذمت اور بُرائی کو ملح نہ کرے۔

اگرچہ اُن پر شریعت کے مقرر کردہ احکام عائد ہوتے ہیں اور اس امر میں کوئی قدرج نہیں بلکہ یہ مقدرات کے بدلے ہونے کی طرح جاری ہیں اور ہم نے جو اُن کی مذمت کے سعلق منع کیا ہے تو وہ اس لئے ہے کہ اللہ تبارک و تعالیٰ نے اُن امور کے ساتھ انہیں ہم سے الگ کر دیا ہے۔ جن میں ہمارے لئے اُن کے ساتھ قدم نہیں۔

خدا نے اہل بیت کی بُرائی نہیں کی

ربا شرعی حقوق کی ادائیگی کرنا تو یہ ایسے ہیں۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یہودیوں سے قرض لینے تھے اور جب وہ اپنے حقوق طلب کرتے تھے تو آپ نکلن حد تک احسن طریقہ سے ادا کرتے اور اگر یہودی اس پر اپنی بات

لمبی کرنا تو آپ فرماتے صاحبِ حق کو بات کرنے کا حق ہے۔ اور حضور رسالتِ مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اگر فاطمہ بنت محمد جویری کہیں تو میں اُس کا بھی ہاتھ کاٹ دیتا تو یہ اللہ تبارک و تعالیٰ کے لئے احکام کو ذبح کرنا ہے جیسا چاہے ذبح فرمائے اور جوڑنے کے حال میں چاہے کرے تو یہ حقوقِ اللہ ہیں اور باوجود اس کے اللہ تبارک و تعالیٰ نے اہل بیت کرام کی مذمت نہیں کی اور ہمارا کلام ہمارے اپنے حقوق کے بارے میں ہے اور اُس چیز کے بارے میں ہے جو جاری ہے کہ اُس کے ساتھ لوگوں سے مطالبہ کریں، پس ہمیں اختیار ہے کہ یا ہمیں تو ہمیں اور چاہیں تو حضور دیکھ جب کہ حضور دینا بالعموم افضل ہے۔

یہ عام لوگوں کی بات ہے۔ تو اہل بیت کرام سے کیسا سلوک کرنا چاہیے اور جب ہمیں کسی کی بھی مذمت کا حق نہیں پہنچتا تو اہل بیت کی مذمت کیسے جائز ہوگی؟ جب ہم اپنے حقوق کے طلب کرنے پر اتر آتے ہیں اور اُن سے اس میں درگزر کر لیتے ہیں یعنی اس میں جو ہمیں جو تکلیف پہنچی تھی تو اس کے ساتھ اللہ تبارک و تعالیٰ کے نزدیک ہمارے لئے عظیم ہاتھ اور فریبت کی جگہ ہے۔ کیونکہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہم سے اللہ تبارک و تعالیٰ کے امر سے کچھ مطالبہ نہیں فرمایا مگر اپنے افریاد کی محبت و مودت طلب کی ہے اور اس میں صلہ رحمی کا راز ہے۔

اور جو شخص اپنے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا وہ سطل قبول نہیں کرتا جس سطل کو پورا کرنے پر قادر ہے۔ تو وہ کل قیامت کے دن کس منہ سے آپ سے ملاقات کرے گا۔ یا آپ کی شفاعت کی امید رکھے گا اور جس نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طلب کردہ اپنے قرابت داروں کی مودت کا حق ادا نہیں کیا تو وہ آپ کے اہل بیت کرام کی مودت کا حق کیسے ادا کرے گا۔

مودت کا تقاضا یہ ہے

اہل بیت کرام آپ کے فاضل و اقرباء ہیں پھر آپ نے لفظ مودت ارشاد فرمایا ہے۔ اور یہ محبت پر ثابت قدم رہنا ہے کیونکہ جب کسی کلمہ میں مودت ثابت ہوگی تو وہ ہر حال میں اُس کے ساتھ ہوگی اور جب ہر حال میں مودت اُس کے ساتھ ہوگی تو وہ اہل بیت سے اپنے اُس حق کا مواخذہ نہیں کر سکتا جو اُس کے حق میں اُن کی طرف سے ظلم ہوگا اور وہ اپنے مطالبے کو محبت اور فانی ایثار کی راہ سے چھوڑ دے گا۔

ایک سچے محب کا قول ہے کہ محبوب ہو کبھی کرتا ہے وہ محبوب ہوتا ہے۔ اور اُس نے محب کا اسم استعمال کیا ہے۔ جب محب کا یہ عالم ہے تو مودت کا حال کیسا ہوگا۔ اور بشارت سے یہ امر ہے کہ اللہ تبارک و تعالیٰ کے لئے اسم و دود و ارد ہوئے۔ اور اس کے ثبوت کے کوئی معنی نہیں مگر ہر طائفہ کے لئے اس کا اثر و آخرت ادراک میں بالفعل ہوگا جس کا اقتضائے اُن میں اللہ تبارک و تعالیٰ کی حکمت کرے گا۔

دوسرے نے اس معنی میں کہا: أَحِبُّهُمْ السُّودَانَ حَتَّى

أُحِبُّهُمْ السُّودَانَ سِوَا

میں اُس کی محبت کی وجہ سے کالے رنگ والوں سے محبت کرتا ہوں اور اُس کی محبت کی وجہ سے کالے رنگ کے کتوں سے محبت کرتا ہوں۔ اور ہم نے اس میں یہ شعر کہا ہے۔

أَحِبُّ لِحُبِّكَ الْخُبَّانَ طَوًّا وَأَعْتَقُ لِسَمِّكَ الْبَدْرَ النَّبِيَّ

میں آپ کی محبت کی وجہ سے جشیوں سے محبت کرتا ہوں اور میں آپ کے بدرمیر
اسم کا عاشق ہوئی۔

بعض نے کہا اسے سیاہ رنگ کے کتوں نے کاٹ لیا تھا اور وہ ان سے محبت
کرتا تھا تو محبت میں محب کا یہ فعل ہے جو اسے اللہ تعالیٰ کے ہاں سعادت نہیں بخشتا
اور نہ ہی اللہ تبارک و تعالیٰ کی طرف سے اسے قربت پہنچ سکتی ہے۔ لہذا یہ کیا ہے؟ سوچئے
اس کے کہ محبت کی بچائی اور نفس میں دوستی کا ثبوت ہے۔

اہل بیت کی محبت پر خدا کا شکر ادا کریں۔

اگر آپ کی اللہ تبارک و تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ محبت دست
ہے۔ تو آپ حضور رسالت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اہل بیت کرام سے محبت کریں
گے۔ اور ان سے اپنے حق میں صادر ہونے والے ہر اس امر کو جو آپ کی طبیعت اور غرض
کے موافق نہیں خود بصورت دیکھیں گے اور ان سے جو کچھ آپ کے حق میں واقع ہو
گا اسے نعمت خیال کریں گے۔

پس اس وقت آپ جان لیں گے کہ اللہ تعالیٰ کہہ یاں آپ کے لئے لطف و
عنایت ہے۔ کہ آپ اہل بیت کرام سے محبت کرتے تھے نیز یہ کہ آپ جس سے قربت
کرتے ہیں وہ آپ کو یاد کرتا ہے اور اس کے دل میں آپ کا خیال ہوتا ہے تو یہ
حضور رسالت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اہلیت کرام ہیں۔ جو آپ کو آپ کی محبت
کی وجہ سے یاد رکھتے ہیں۔

پس اس نعمت پر اللہ تبارک و تعالیٰ کا شکر ادا کریں کہ وہ اپنی اہل پاک و نابالوں

کے ساتھ آپ کو یاد کرتے ہیں جن کی تعہید اللہ تبارک و تعالیٰ نے فرمائی ہے اور آپ کا علم اس طہارت اور پاکیزگی تک نہیں پہنچ سکتا۔

اگر اہل بیت کی محبت نہیں تو

جب ہم آپ کو اس حالت کے مخالف دیکھتے ہیں، باوجود اس کے کہ آپ اہل بیت کرام کے محتاج ہیں کہ اللہ تبارک و تعالیٰ نے حضور رسالت اب علیہ السلام کے حقوق کی ہدایت کی ہے کہ ہم تمہاری محبت کی کیسے توفیق کر دیں کہ جو تمہارے گمان میں میرے ساتھ شدید محبت اور میرے حقوق یا میری جانب کی رعایت کرنا ہے جب کہ تم اپنے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اہل بیت کے حق میں اس صورت میں ہو جو تم میں واقع ہوتی ہے۔

تھک کی قسم یہ تمہارے ایمان کی کمی ہے۔ اور تم اللہ تبارک و تعالیٰ کی خفیہ تدبیر اور اسنادِ حج کی گرفت میں ہو اور تمہیں اس کا علم نہیں۔

کیا تم پر اہل بیت کا کوئی حق نہیں

مگر کی صورت یہ ہے کہ تم عقیدہ رکھتے ہو کہ تم اس فعل سے اللہ تبارک و تعالیٰ کے دین اور شریعت کی حمایت کرتے ہو اور اپنا حق طلب کرنے میں کہتے ہو کہ تم دہی طلب کرتے ہو جو اللہ تبارک و تعالیٰ نے تمہارے لئے جائز اور مباح کیا ہے۔ اور اس شرعی طلب میں بُرائی بے غرض، رنجیدگی اور تمہارے نفس کا اہل بیت پر ایثار مندوج ہوتا ہے اور تم نہیں جاننے کہ اس کے ساتھ اس پیچیدہ بیماری سے دوا شافی ہے۔

کیا تم اپنی ذات کے لئے ان کے ساتھ کوئی حق نہیں دیکھتے اور اپنے حق سے اتر آتے ہو کہ سید اس کی طلب میں مُندوج ہو جس کا میں نے تمہارے لئے ذکر کیا ہے۔

اور تم مسلمانوں کے حاکموں سے نہیں ہو کہ تم پر حد قائم کرنا اور مظلوم کا انصاف کرنا اور
 حقدار کو اس کا حق دلانا متعین ہوتا ہے اور اگر تم حاکم بھی ہو اور تمہیں فیصلہ کرنا ضروری
 ہے تو کوشش کرو کہ حق دار اپنے حق پہ اتر آئے یعنی اپنا حق معاف کر دے جب کہ اہل
 بیت پر حکم کیا جا رہا ہو اور اگر حق لینے والا اس بات سے انکار کر دے تو پھر تم اہل
 پر متعین ہو کہ اس میں شریعت کا حکم جاری کرو۔

اگر تم جان لیتے

اے دوست اگر اللہ تبارک و تعالیٰ تم پر اہل بیت کی اُن منازل کو کھول دیتا جو
 اُن کے لئے آخرت میں اللہ تعالیٰ کے ہاں ہو گئی تو تم اُن کے غلاموں میں ہونا پسند
 کرتے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں رشد و ہدایت الہام فرمائے۔

ان تمام اقطاب میں حضرت سلمان فارسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی منزلت کا شرف
 دیکھیں ہم نئے آپ کے لئے اس مقام کے اقطاب کا حال بیان کر دیا ہے کہ وہ اللہ
 تبارک و تعالیٰ کے بسندیدہ بہترین بندے ہیں۔

جان لیں کہ اللہ تبارک و تعالیٰ نے ہمیں اُن کے جن اسرار پر مطلع کیا ہے عامتہ
 الناس اُن سے واقف نہیں اور اکثر خواص بھی جو اس مقام میں نہیں پاس کو نہیں جانتے
 اور حضرت خضر علیہ السلام ان میں سے ہیں اور وہ اُن میں سے بہت بڑے ہیں اور
 بے شک اللہ تبارک و تعالیٰ نے اُن کے لئے گواہی دی ہے کہ انہیں اللہ تعالیٰ نے
 اپنے پاس سے رحمت اور علم لدنی عطا فرمایا ہے۔ جس میں حضرت موسیٰ کلیم اللہ علیہ
 السلام کو اُن کی اتباع کا حکم فرمایا گیا اور یہ وہی ہیں جن کے حق میں حضور رسالت
 صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اگر حضرت موسیٰ علیہ السلام زندہ ہوتے تو انہیں
 میری اتباع کے سوا چارہ نہ تھا۔

اہلبیت سے محبت نہ کرنے والے غرض کے بندے ہیں

پس ان کے اسرار میں سے جس کا ذکر ہم نے کیا وہ عالم ہے جو بمنزلہ اہل بیت کرام کے ہے اور اللہ تبارک و تعالیٰ نے اس میں اُن کے علوی مرتبہ کی خبر دی ہے۔ اور ان کے اسرار سے خفیہ تدبیروں کا علم ہے وہ خفیہ تدبیریں جو اللہ تبارک و تعالیٰ اپنے بندوں کے ساتھ کرتا ہے۔ اور یہ اس طرح کے یہ لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ محبت کرنے کے دعوئی کے باوجود آپ کی اہل بیت سے بعض رکھتے ہیں جب کہ حضور رسالت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مودت فی القربا کا سوال کیا ہے۔ اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خود اہل بیت میں سے ہیں۔

اکثر لوگوں نے وہ کام نہیں کیا جس کا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اُن سے سوال کیا تھا پس اُنہوں نے اللہ تعالیٰ ادا اس کے رسول کی نافرمانی کی اور حضور رسالت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قریبیوں سے آپ کی قرابت کی وجہ سے محبت نہیں کی بلکہ صرف اُن سے محبت کی ہے جن کے ساتھ اُن کی اغراض والہستہ تھیں اور جن کے احسان مند تھے ان لوگوں کی محبت اپنے اغراض کے ساتھ ہے اور عشق اپنی جانوں کے ساتھ ہے۔

قطبوں کا علم علماء سے فزوں تر ہے

اور ان افطاب کے رازوں سے ایک راز یہ ہے کہ اللہ تبارک و تعالیٰ نے اس شریعت محمدیہ صلی علیہا الصلوٰۃ والسلام میں اُن کے لئے جو مشروع فرمایا ہے اُس کی صحت پر اطلاع دی ہے۔ جس حیثیت سے علماء نہیں جانتے کیونکہ فقہاء محدثین وہ لوگ ہیں جن کا علم مردے نے مردے سے افذ کیا ہوتا

ہے اور جو ان سے پیچھے آتا ہے وہ اس میں فتن کے غلبہ پر ہوتا ہے کیونکہ نقل شدہ اور لواثر عزیز ہوتا ہے، پھر جب وہ طریق لواثر کے ساتھ مفید علم کے امور پر واقفیت حاصل کرتے ہیں جب کہ لواثر کے ساتھ نقل ہونے سے یہ لفظ نقل نہیں ہوگا جس کا وہ محکم کرتے ہیں کیونکہ لغو کس عزیز ہوتی ہے۔

جب کہ وہ اس لفظ سے بقدر اپنے فہم کی قوت کے اذکر تے ہیں اس لئے اس میں ان کا اختلاف ہو جاتا ہے۔

جب کہ وہ اس لفظ سے بقدر اپنے فہم کی قوت کے اذکر تے ہیں اس لئے اس میں ان کا اختلاف ہو جاتا ہے۔

ممکن ہے دوسری نص ہو۔

نیز ممکن ہے کہ اس لفظ کے لئے اس امر میں دوسری نص ہو جو اس کی معارف ہو اور انہیں یہ نہ پہنچی ہو۔ اور جو انہیں نہیں پہنچے گی اس کی اتباع نہیں کرتے اور نہ ہی وہ جانتے ہیں کہ اس احتمال کو کونسی وجہ ہے جو اس لفظ کی قوت میں ہے۔

حضور رسالت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم شارع ہیں انھوں نے اس کا کیا حکم دیا ہے۔ پس اہل اللہ حکم میں امر علی اور صریح نقل پر کشف میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اذکر تے ہیں یا اللہ تبارک وتعالیٰ سے ان پر ان کے پروردگار کی ظاہر دلیل اور بصیرت ہوتی ہے جس کے ساتھ اس پر وہ مخلوق کو اللہ تعالیٰ کی طرف بلاتے ہیں جیسا کہ اللہ تبارک وتعالیٰ کا ارشاد ہے !

اور اللہ تبارک وتعالیٰ کا ارشاد ہے :-

پس وہ بعیرت کے ساتھ نفسہ منفرد نہیں اور ان کے لئے حکم میں اتباع کے ساتھ
گواہی دی۔ پس وہ آپ کی اتباع بعیرت سے کرتے ہیں۔ اور وہ اللہ کے بندے اس
مقام کے اہل نہیں

یہ بھی اُن کا راز ہے

اُن کے اسرار سے یہ بھی ہے کہ وہ جناب الہی میں جو اعتقاد رکھتے ہیں وہ عقیدہ
میں مدست ہیں اور جو ان کے لئے نفعی ہوتی ہے یہاں تک کہ وہ یہ عقیدہ رکھتے ہیں
اور اُس سبب موجب پر اتفاق کے باوجود نفوذ کہاں خلاف ہوگا۔ جس کی طرف
وہ سند لیتے ہیں کیونکہ اس میں دو شخص بھی اختلاف نہیں کرتے جس میں خلاف
واقع ہوتا ہے وہ بھی سبب ہے اور وہ یہ سبب ہے جس کے ساتھ موسوم ہے
نوجو کہتا ہے وہ زمانہ ہے اور جو کہتا ہے اُس کے علاوہ ہے۔

پس اس کے اثبات اور اس کے وجود کے وجوب میں ہر ایک کا اتفاق
ہے اور کیا یہ اختلاف اس اسناد کے باوجود انہیں نقصان دیتا ہے یا نہیں؟ یہ
تمام امور اس مقام کے اہل علوم کے لئے ہیں انتہی
الحمد للہ سترھویں جز اور انیسویں باب کا ترجمہ تمام ہوا۔

صالح چشتی

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

تیسواں باب

’اقطابِ رکبان سے ہلے اور دوسرے طبقے کی معرفت کے بیان میں‘

ان لله عبادا ركبوا	نحب الاعمال في الليل اليوم
ونوقت عمم الذل بهم	لغريز جل من فرد عليم
فاجتباهم وتجلى لهمو	وتلقاهم بكاسات النديم
من يكن ذارفعة في ذلة	انه يعرف مقدار العظيم
رقبة الحادثان حقتها	انما يظهر فيها القديم
ان مة علوما جنة	في رسول ونبى وقسيم
لطف ذانا فابدر كها	علم الانفاس انفاس النسيم

بے شک اللہ تعالیٰ کے ایسے بندے ہیں جو تاریک رات میں اپنے اعلیٰ اعمال پر سوار ہوتے ہیں۔

اس کے ساتھ فردِ علیم سے عزیز بزرگ کے لئے اُن کی ہمتوں نے اُن کو پہنچنے والی ذلت کو چیر دیا ہے۔
’انھیں چُن لیا گیا اور اُن کے لئے تجلی فرمائی اور انھیں ہم جیسی کے پیالے پلائے۔‘

جو ذلت میں بندی والا ہوتا ہے وہ عظیم مقدار کو بیچا ہوتا ہے۔
اگر آپ تحقیق کریں تو حادثات کا مرتبہ اُن میں قدیم کے ساتھ ظاہر ہوگا
اللہ تعالیٰ کے بے پناہ علوم، رسول و نبی اور نسیم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں جمع ہیں۔

وہ معلوم ذات کی بناء پر لطیف ہیں پس عالمِ انفاس انفاسِ نسیم کا ادراک
 نہیں کر سکتا ۔
 اللہ تعالیٰ آپ کی مدد فرمائے اصحابِ نجیب رکبان یعنی سواروں کے نام سے
 مشہور ہیں ۔ شائع کر رہا ہے !

قلیت لی بہمو قوما اذار کبوا
 شدوا الاغارة فرسانا ور کبانا
 کاش میں اُن لوگوں کو ملت جو گھوڑوں پر سوار ہوئے اور انھوں نے شدید
 غارتگری کی ۔

رکبان کون ہیں ؟

فرسان گھوڑوں پر سوار ہونے والے اور رکبان اونٹوں پر سوار ہونے والے
 ہیں پس گھوڑوں کے سوا جمیع عرب و عجم کے طائفوں سے معروف ہیں جب کہ
 اونٹوں کو صرف عرب استعمال کرتے ہیں اور عرب اربابِ فصاحت اور حمایتِ کرم
 ہیں ۔

چونکہ یہ صفات اس طائفہ پر غالب ہیں اس لئے ہم نے ان کا نام رکبان یعنی اونٹوں
 کے سوار رکھا ۔ ان میں سے نجیب ہمتوں کے سوار ہیں اور ان میں سے نجیب اعمال
 کے سوار ہیں ۔ اس لئے ہم نے انھیں پہلے اور دوسرے دو طبقوں میں مقرر کیا
 ہے ۔

یہ اصحابِ رکبان اس طریقہ میں افراد ہیں کیونکہ یہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم طبقات پر
 ہیں ۔ پس ان میں سے اقطاب ہیں اور ان میں سے امام ہیں اور ان میں سے اوتاد ہیں
 اور ان میں سے ابدال ہیں اور ان میں سے نقباء ہیں اور ان میں سے نجباء ہیں اور ان میں

سے جی نہیں اور ان میں سے افراد ہیں اور میں نے ان میں سے کوئی طائفہ نہیں دیکھا مگر وہ
بلا و مغرب اور حجاز و مشرق کے شہروں میں ملے ہیں۔

افراد کون ہیں؟

یہ باب افراد کے ساتھ مختص ہے اور یہ طائفہ قطب کے حکم سے خارج ہے اور ان
میں قطب کا تعارف نہیں ہوتا اور ان کی تعداد تین سے اوپر ہوتی ہے اور افراد سے ایسے لوگ
بھی ہیں کہ اس میں نہ اُن کے لئے قدم ہے اور نہ دوسرے کے لئے سوائے فردِ اَدَل کے
جو کہ تین ہوتے ہیں۔

پس اُحدیت یعنی ایک واحد ذاتِ حق کے لئے ہیں۔ اور دو مرتبہ کے لئے ہے۔
وہ تو حیدرِ الوہیت ہے اور تین اللہ تعالیٰ کی طرف سے کائنات کا پہلا وجود ہے۔
فرشتوں میں سے ہے جو افراد ہیں لہٰذا وہ اللہ تبارک و تعالیٰ کے جلال و جمال میں گم ہونے
والے فرشتے ہیں۔ اور یہ فرشتے اُن فرشتوں سے خارج ہیں جو مسخرہ اور مدبرہ ہیں۔
اور یہ دونوں عالمِ تدوین و تدبیر میں ہیں اور وہ حکم اور عقل سے نیچے ہیں۔

النسائوں کے افراد

جو النسائوں سے افراد ہیں وہ اُن فرشتوں کی مثل ہیں جو اللہ تعالیٰ کی ذات میں متعرق
ہیں۔ پس پہلے افراد تین ہیں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے۔ تین سوار
ہیں یعنی تین سوار ایک قافلہ ہوتے ہیں پس پہلے تین سواروں سے لے کر اوپر تک قافلہ
ہوتا ہے۔ اور ان کے لئے حضرت الہیہ سے حضرت فردانہ ہے اور اس میں وہ میز کرتے
ہیں اور اسمائے الہیہ سے فرد اور مواد اُس مقام سے اُن کے دلوں پر وارد ہوتے ہیں کہ
جہاں سے وہ اُن فرشتوں پر وارد ہوتا ہے جو ذاتِ الہیہ میں گم ہیں۔

اس لئے اُن کا مقام معروف نہیں ہوتا اور وہ اس کی مثل نہیں کرتے جیسا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے باوجود اللہ تبارک و تعالیٰ کی شہادت کے حضرت خضر علیہ السلام پر انکار کیا تھا۔ جس میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کے لئے اُن کی تعریف اور ان کی کشت اور تزکیہ کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے مطلع فرمایا تھا۔ اور انھوں نے جب حضرت خضر علیہ السلام کے ساتھ رہنے کا ارادہ کر لیا تھا اور حضرت خضر علیہ السلام نے اُن سے عہد لیا تھا۔

ذوقِ موسیٰؑ و خضرؑ

جب حضرت خضر علیہ السلام نے جان لیا کہ اس مقام میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کا ذوق نہیں جس پر حضرت خضر علیہ السلام تھے جیسا کہ حضرت خضر علیہ السلام کو اُس علم میں ذوق نہیں تھا۔ جس پر حضرت موسیٰ علیہ السلام تھے اور وہ علم نہیں اللہ تبارک و تعالیٰ نے دیا تھا۔ مگر حضرت خضر علیہ السلام کا مقام اللہ تعالیٰ کی مخلوق میں سے کسی ایک پر فاض مشاہدہ کے لئے اعتراض کرنا نہ عطا کرتا تھا۔ اور وہ اس پر تھے۔ جب کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام اور دیگر رسولوں کو بحیثیت اُن کے رسول ہونے کے اعتراض کرنا عطا کرتا تھا۔ نہ کہ دوسروں میں جس کو وہ اس کے خارج میں دیکھتے تھے۔ مگر وہ جس کے ساتھ بھیجے گئے تھے اور وہ دلیل جس کی طرف ہم گئے ہیں۔ وہ حضرت خضر علیہ السلام کا حضرت موسیٰ علیہ السلام کو یہ کہنا ہے۔

وکیف تصبر علی ما لم یخط بہ خبراً

اگر حضرت خضر علیہ السلام نبی ہوتے تو وہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو یہ نہ کہتے ”ما لم یخط بہ خبراً“ یعنی جس خبر کے ساتھ آپ نے احاطہ نہیں کیا۔ پس

انہوں نے جو کام کیا تھا وہ مقام نبوت سے نہ تھا۔ اور اُس کے لئے دونوں میں سے ہر ایک کی انفرادیت میں فرمایا جس پر وہ تھے۔

حضرت خضر علیہ السلام نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو فرمایا میں اُس علم پر ہوں جو اللہ تبارک نے مجھے سکھایا ہے اور آپ اُسے نہیں جانتے اور آپ اُس علم پر ہیں جو اللہ تعالیٰ نے آپ کو سکھایا اور میں اُسے نہیں جانتا اور دونوں نے انکار کے ساتھ اقیانوس افتراق کی آپس انکار افراد کی شان سے نہیں کیونکہ اُمود میں اُن کے لئے اولیت ہے۔ لہٰذا اُن پر انکار نہیں ہوتا اور وہ خود انکار نہیں کرتے۔

یہ علم بھی دیکھیں

حضرت جنید بغدادی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ کوئی شخص درجہ حقیقت کو نہیں پہنچتا جب تک ایک ہزار صدیق اُسے زندیق نہ کہہ دے کیونکہ وہ اللہ تبارک و تعالیٰ کی طرف سے اُس علم کو جانتے ہیں جو اُن کے علاوہ نہیں جانتے اور یہ اس علم کو جاننے والے ہیں۔ جس علم کے بارے میں حضرت علی ابن ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے سینے پر ہاتھ مارتے اور آہ بھر کر فرماتے یہاں بہت بڑے علوم ہیں کاش! اگر میں ان کے اٹھانے والے کو پاتا تو اٹھا دیتا۔ کیونکہ آپ افراد میں سے تھے۔ اور یہ آپ کے علاوہ آپ کے زمانہ میں سوائے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے کسی سے نہیں سنا گیا۔ اُن سے اس کی مثل ذکر کی حدیث بخاری نے اپنی صحیح میں تخریج کی ہے۔

حضرت ابوہریرہ کا علم کو چھپانا

حضرت ابوہریرہ نے فرمایا کہ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے دو تھیلے علم کے اٹھائے، ایک وہ ہے جو تم میں پھیلے گا اور دوسرا وہ ہے کہ اگر

اُسے پھیلواؤں تو میری اس بلعوم کو کاٹ دیا جائے گا اور بلعوم وہ رگ جس سے کھانا گزرتا ہے۔ یعنی میری شہ رگ کو کاٹ دیا جائے گا۔

پس ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ذکر کیا ہے کہ میں نے یہ علم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اُٹھایا ہے۔ تو وہ اس میں بغیر ذوق کے نقل کرنے والے تھے۔
وہ کہیں وہ جانتے تھے کہ انھوں نے یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سماعت کیا ہے۔ اور ہم اس میں اُس عین الفہم سے کلام کرتے ہیں جو فی لفظہ اللہ تبارک و تعالیٰ کے کلام میں ملتا ہوا ہے۔

حضرت عبد اللہ ابن عباس کا قول

اور یہ افراد کا علم ہے اور افراد سے حضرت عبد اللہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سمندر تھے۔ اور ان کا یہ لقب ان کے وسعتِ علمی کی بنا پر تھا۔

پس وہ اللہ تبارک و تعالیٰ کے ایک قول میں فرماتے ہیں کہ اگر میں اس کی تفسیر بیان کروں تو تم مجھے سنسار کر دو گے۔

اور ایک روایت میں کہ تم کہو گے کہ میں کافر ہوں اور وہ آیت یہ ہے۔

اللَّهُ الَّذِي خَلَقَ سَبْعَ سَمَاوَاتٍ وَ
مِنَ الْأَرْضِ مِثْلَهُنَّ يَتَنَزَّلُ الْأَنبِيَاءُ
مُرَبِّدُهُنَّ لِيَتَلَوْنَ مَا أَنزَلَ اللَّهُ عَلَىٰ
كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ ۚ وَإِنَّ اللَّهَ قَدْ
أَخَاطَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمٌ ۚ

اللہ وہی ہے جس نے سات آسمان بنائے
اور انہی آسمانوں کی تعداد گنتی کے برابر
زمینیں بھی بنائیں ان سب میں اللہ تعالیٰ
کا حکم اُترتا ہے تاکہ تم کو معلوم ہو جائے کہ
اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قادر ہے۔ اور بیشک اللہ
تعالیٰ علم سے ہر چیز کو گھیرے ہوئے ہے۔

حضرت امام زین العابدین کا قول

اس علم کی طرف حضرت علی بن حسین بن علی بن ابی طالب حضرت زین العابدین علیہم الصلوٰۃ والسلام نے اشارہ فرمایا ہے۔

میں یہ نہیں جانتا کہ کیا یہ دونوں شعرا کھنوں نے فرمائے ہیں یا وہ ان دونوں کی مثل فرمایا کرتے تھے۔

یارب جو هو علم لو ابوح به لقیل لی ائت بمن یعبد الوثن
ولا تستحل رجال مسلمون دمی یرون اقبیح ما یا تو نه حسنا
یارب علم کے جوہر کو اگر میں ظاہر کروں تو میرے لئے کہا جائے گا کہ تو بت پرستوں سے ہے۔

اور مسلمان مرد میرے خون کو حلال سمجھیں گے اور میرے خون بہانے کے قبیح امر کو اچھا خیال کریں گے۔

تو ان کھنوں نے اپنے قول بت پرستوں کے جملہ سے اپنے مقصود کی خبر دی ہے۔
اس کی طرف ان کھنوں نے حضور رسالت مصلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قول کی تاویل پر انفر کی ہے۔ کہ اللہ تبارک و تعالیٰ نے آدم کو اپنی صورت پر پیدا کیا اور صورتہ کا ضمیر اللہ تبارک و تعالیٰ کی طرف لوٹتا ہے اور وہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ اس کے بعض احتمالات سے ہے۔

انصاف کی نظر سے دیکھیں

اے برادر! میرے اس قول میں انصاف کریں جس میں میں نے آپ کے لئے کہا ہے کہ اس میں شک نہیں اور آپ میرے ساتھ اس میں شریک ہوں گے۔ کیونکہ

ہر وہ صحیح حدیث جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے وارد ہوئی تھی اور اس میں آپ نے اپنے رب کہیم کے یہ اوصاف بیان کئے ہیں کہ اس کے لئے فرحت، ہنسنا، تعجب، بشارت، غضب، تردد، کراہت، محبت اور شوق اور ان کی مثل دوسری صفات پر ایمان لانا اور ان کی تصدیق کرنا واجب ہے۔

نو اگر حضرت الہیہ سے کشفاً اور غیبی و تعریف الہی کے ساتھ قلوب اولیاء پر ہوائیں چلیں۔ اس حیثیت سے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے اعلام سے جانیں۔ اور اللہ تبارک و تعالیٰ کے اشہاد کے ساتھ گواہی دیں ان امور کی جو ان سے ان الفاظ کے ساتھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زبان پر تعبیر ہوتے ہیں۔

اور بے شک اس تمام کے ساتھ میرا دواپ کا ایمان واقع ہو چکا ہے۔ جب اس کی مثل اللہ تبارک و تعالیٰ کے حق میں یہ دلی لائے گا تو کیا آپ اسے زندیق نہیں کہیں گے۔

جیسا کہ حضرت جعفیہ بغدادی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا! کیا آپ نہیں کہیں گے کہ یہ شخص اللہ تبارک و تعالیٰ کے بارے میں تشبیہ کا عقیدہ رکھتا ہے۔ اور بہت پرست ہے اور یہ کہ حق تعالیٰ کا وصف ان امور کے ساتھ کیسے بیان ہو سکتا ہے جس کے ساتھ مخلوق کا وصف بیان کیا جاتا ہے۔ کیونکہ بتوں کو پوجنے والے اس زیادہ نہیں کرتے ہیں جیسا کہ حضرت علی بن حسین علیہما السلام نے فرمایا!

کیا اُسے قتل نہیں کرو گے یا اس کے قتل کا فتویٰ نہیں دو گے جیسا کہ حضرت ابی عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا! کہ تم کون سی چیز پر ایمان لاتے ہو اور تسلیم کرتے ہو جب کہ میں نے اللہ تبارک و تعالیٰ کے حق میں ان امور سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زبان سے سنا ہے اور جو عقلی دلائل کے لئے محال ہیں ان کی تاویل سے منع کرتے ہو۔

علمِ اسرار کا دروازہ بند نہیں

اشعری نے ان کی تاویل اپنے گمان میں تنزیہیہ کی وجہ یہ کہی ہے تو یہ کہاں کا انصاف ہے کیا وسیع ترقی قدرتِ قلیل ہو گئی ہے کہ اس ولی کو علومِ اسرار سے کیسے وہ عطا ہو گیا جو نبی علیہ السلام کو عطا ہوا تھا۔ کیونکہ یہ خصائصِ نبوت سے نہیں۔ اور نہ شارعِ علیہ السلام نے اپنی امت پر اس دروازہ کو بند کیا ہے اصلہ اس میں کوئی چیز بیان فرمائی ہے بلکہ فرمایا ہے کہ میری امت میں محدثین ہیں اور ان میں سے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں۔

پس نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ثابت ہے کہ محدث یعنی کلام کرنے والے نبی نہیں ہیں اور اس کی مثل گفتگو کرتے ہیں۔ اس لئے کہ یہ گفتگو تشریعی احکام کے حلال و حرام سے خارج ہے کیونکہ یہ یعنی تشریعِ خصائصِ نبوت سے ہے۔ اور علومِ الہیہ کے دقائق پر اطلاع یا نا نبوتِ تشریعی کے خصائص سے نہیں۔ بلکہ یہ اللہ تعالیٰ کے بندوں رسول و ولی، اور تابع و متبوعِ تمام میں ساری ہوتے

ہیں۔

اے دوست! آپ سے انصاف کہاں ہو لے؟ کیا یہ فقہاء اور ان اصحابِ فکر میں موجود نہیں جو اولیاء کے مقابلہ میں فرعون اور اللہ تعالیٰ کے نیک بندوں کے ساتھ دجال ہیں۔

خدا کی قسم! ہم سے جو اللہ تعالیٰ کی شریعت کے سامنے عمل کرنے کے لئے کہتا ہے۔ اللہ تبارک و تعالیٰ اُسے سکھاتا ہے اور اس کی تعلیم کا ان علوم کے سامنے متولی ہے۔ جن کا نتیجہ اُس کے اعمال سے ظاہر ہوتا ہے اللہ تبارک و تعالیٰ کا ارشاد ہے

وَاتَّقُوا اللَّهَ وَيَعْلَمَكُمُ اللَّهُ وَاللَّهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمٌ
 اللہ تعالیٰ سے ڈرو اور اللہ تعالیٰ تم کو
 سکھاتا ہے اور اللہ تعالیٰ ہر چیز کو نو
 جاننا ہے۔ البقرہ آیت ۲۹۲

اور اللہ تبارک و تعالیٰ کا ارشاد ہے !
 اِنْ تَتَّقُوا اللَّهَ يَجْعَلْ لَكُمْ فُرْقَانًا
 اگر تم اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہو تو تمہارے
 لئے فرق کرنے والی ایک قوت پیدا کر دے
 انفال آیت ۲۹

فَارُوقِ اعْلَمِ اس مقام کے قطب ہیں

اس مقام کے اقطاب سے حضرت عمر بن الخطاب اور حضرت امام احمد بن حنبل
 رضی اللہ تعالیٰ عنہما ہیں۔

اس لئے رسول رسالت اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت عمر بن خطاب
 رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اُس قوت کے حق میں فرمایا: جو انہیں اللہ تبارک نے عطا فرمائی
 محض کہ اسے عمر شیطان جس راستے میں تجھ سے ملتا ہے اُس راستے کو تبدیل کر لیتا
 ہے۔

تو یہ شہادت معصوم کے ساتھ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی عصمت پر
 دلیل ہے۔

اور ہم جانتے ہیں کہ شیطان ہمارے ساتھ ہرگز نہیں چلتا مگر باطل کے اطراف
 اور یہ راستہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے راستے کے علاوہ ہے۔
 پس نفس کے ساتھ واضح ہوا کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ راہ حق کے علاوہ
 نہیں چلتے۔ اور آپ اُن میں سے مجھے جنہیں اللہ تبارک و تعالیٰ کے تمام راستوں
 میں کسی ملامت کرنے والے کی ملامت نہیں پکڑتی کیونکہ حق کے لئے صولت و دبر

ہے۔ اور نفوسِ پرہیزگار کا اٹھنا سخت مشکل کام ہے۔ اور نفوس اُسے نہ مٹاتے ہیں نہ اُسے قبول کرتے ہیں بلکہ اُس کی تردید کرتے ہیں۔ اس لئے حضورؐ رسالتِ مکی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا! حق تعالیٰ نے مکر کے لئے کوئی دوست نہ چھوڑا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سچ فرمایا یعنی ظاہر و باطن میں۔

ایک بڑی مصیبت

ربا ظاہر میں تو یہ عدم انصاف اور جب ریاست کے لئے ہے۔ اور ان کا اُس کی عبودیت سے نکل جانا اور لایعنی شغل میں مشغول ہونا اور جب بنفسہ اس شغل سے اُس کی طرف بلایا جاتا ہے تو اُس کا لوگوں کے عیب سے اپنی ذات اور عیب سے فارغ نہ ہونا ہے۔

ربا باطن میں اُن کا دوست نہ ہونا تو حق تعالیٰ نے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دل میں کوئی دوست نہ چھوڑا۔ پس سوائے اللہ تعالیٰ کے اُن کسی سے تعلق نہیں تھا۔ پھر سب سے بڑی مصیبت یہ ہے کہ جب اس انکار کرنے والے طائفہ کے کسی شخص سے آپ کہیں کہ اپنی ذات میں مشغول رہو یعنی اپنے کام سے کام رکھو۔ تو وہ آپ کو کہے گا کہ میں دین کی حمایت اور غیرت کے لئے قائم ہوں اور اللہ تبارک و تعالیٰ کے لئے غیرت ایمان ہے اس کی مثال دینا ہے اور پھر ہوتا نہیں اور نہ یہ دیکھا ہے کہ کیا یہ امکان کے قبل سے ہے یا نہیں یعنی اللہ تبارک و تعالیٰ اپنے اولیاء میں سے کسی دلی کو وہ علم عطا فرما دے جس کے سامنے وہ حضرت خضر علیہ السلام کی طرح اپنی مخلوق میں امور جاری کرتا ہے۔

اور اُسے اپنے وہ علوم سکھا دے جن کی عبارت اُس صیغہ سے ہو جس سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کام فرمایا! جیسا کہ حضرت خضر علیہ السلام نے فرمایا!

وما فعلتہ عن امری
یعنی اور میں نے یہ اپنے حکم سے نہیں کیا

صفات خداوندی کا بیان عقیدہ تشبیہ نہیں

یہ ممکنہ اپنے گمان میں اس پر ایمان لاتا ہے کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اسے لائے ہیں پس خدا کی قسم اگر یہ شخص ان کے ساتھ ایمان لے آتا تو اس کی پر انکار نہ کرتا کیونکہ شارع علیہ السلام نے جناب الہی کے بارے میں استواء، نزول، معیت، ہنسنا، بشاشت، تعجب اور ان کی مثل صفات کے اطلاق کا انکار نہیں فرمایا اور نہ ہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کبھی ایسی حدیث وارد ہوئی ہے کہ آپ نے اللہ تعالیٰ کے بندوں میں سے کسی پر ان کی صفات کو بندہ فرمایا ہے۔ بلکہ اللہ تبارک و تعالیٰ نے خبر دیتے ہوئے ہمیں فرمایا ہے کہ!

لقد کان لحدی فی رسول اللہ اسوۃ حسنۃ

پس حضور رسالت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اسے ہمارے لئے کمون دیا اور ہمیں اس کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی طرف بلاتے ہوئے فرمایا!

فاتبعونی یحببکم اللہ

تو یہ امر آپ کی اتباع و اطاعت سے ہے کہ جو اطاعت کرے گا اب جب کہ ہم برحق تعالیٰ سب ماننے کی طرف سے حق سے وارد ہوا ہے۔ تو ہم نے اُس کے علم لکھ لیا جو ان میں رحمت ہے۔ اور اللہ تبارک و تعالیٰ نے اس کے ساتھ ہمیں توجہ دلا کر ہم پر عنایت فرمائی اور اس میں ہم اپنے پروردگار سے دلیل پر ہیں اور

اُس کی آیات ہماری شاہدیں اور یہ ہمیں توجہ دلا کر ہم پہ عنایت فرمائی اور یہ ہمارا اس کی سنت کا اتباع کرنا ہے جو ہمارے لئے مشروع ہوا ہے اس میں ہم کسی چیز کے بغیر فعل نہیں ڈالتے اور اودہ اللہ تبارک و تعالیٰ کے حرام کئے گئے کو حلال کرنے اور حلال کئے گئے کو حرام کرنے میں ارتکاب مخالفت کرتے ہیں اور ہم ان عبارات نبویہ مثل اس معنوم کو طلب کرتے ہیں جس کا علم ہمیں حق تعالیٰ کی طرف سے دیا گیا ہے تاکہ اس سے اس کے ساتھ معمول کر بیان کریں بالغوص جب ہم سے اس چیز کے بارے میں پوچھا جائے۔ کیونکہ اللہ تبارک و تعالیٰ اُس سے خبر دیتا ہے جس کی یہ صفت ہو کہ وہ اللہ تبارک و تعالیٰ کی طرف بصیرت کے ساتھ بدلے پس جو مامور یہ یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اطاعت کرتا ہے اُس پر اُن الفاظ نبویہ کا ان معنوں میں اطلاق کریں گے کیونکہ اگر عبارات میں اسے زیادہ فصیح معنی ہوتے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اُن کا اطلاق فرماتے۔

کیونکہ جو کچھ آپ پر نازل ہوا تھا آپ اُسے ہم پر نازل کرنے کے لئے مامور تھے اور ہم اس کے علاوہ کی طرف نہیں لوٹتے۔ کیونکہ ہماری مراد تحقیق کے ساتھ ایسے بیان کرنا ہے کہ پس لیس گیشیم شئی یعنی اُس کی مثل کوئی چیز نہیں۔

جب ہم اس کے علاوہ عبارت کی طرف توجہ دیں گے تو اس میں ہمارا ادعا یہ ہوگا کہ ہم اللہ تبارک و تعالیٰ کے حق اور تنزیہ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے زیادہ جانتے ہیں اور یہ سودا دہی ہوگی۔

پس لازم ہے کہ اس معنی سے سامع کے نزدیک اختلاف واقع ہو کیونکہ جس لفظ کی تم مخالفت کرتے یہ وہ لفظ ہے جو افصح الناس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بیان فرمایا ہے۔ اور قرآن مجید مطابقت کے حکم کے ساتھ اس معنی پر دلالت نہیں کرتا۔

اگر عالم ہے تو حاسد ہے

پس ہمارے لئے اتباعِ اُردی و پیرویِ مشرک ہے اور اس کی مثل باتیں لانے
والا مُنکر کفر اس تمام اُمر میں نظر سے اوجھل ہو جاتا ہے اور یہ دو اُمروں یا دو چیزوں سے
کسی ایک اُمر سے ہوگا اگر وہ عالم ہے تو وہ اس کے ساتھ حُسد پر قائم ہے اللہ تعالیٰ
و تعالیٰ کا ارشاد ہے !

حسد اِمن منہ انفسہم

اور اگر وہ جاہل ہے تو وہ نبوت سے ناواقف اور جاہل تر ہے۔

اقطاب سے ملاقات

اے دوست ! ان اقطاب سے ہماری ملاقات کثرتِ معظّمہ میں جیلِ ابی قیس
پر ایک دن میں ستر سے زیادہ اشخاص کے ساتھ ہوئی۔ اس طبقہ کے لئے ان کے
طریق میں کوئی شاگرد نہیں ہوتا اور نہ ہی یہ طریق تربیت کے سلوک کی منزل میں طے
کر لئے ہیں لیکن اُن کے لئے نفعیت و وصیت کرنا اور علم کا نشر کرنا ہے تو اُس
کو توفیق ہوتی ہے وہ اس کے ساتھ علمِ اخذ کر لیتا ہے۔

جس کے لئے صرف نبی کا قدم ہے۔

کہتے ہیں کہ اباسکودین شیل ان میں سے تھے میری اُن سے ملاقات نہیں ہوئی
اور نہ میں نے انھیں دیکھا ہے لیکن میں نے اُن کی پاکیزہ خوشبو اور نفسِ معطر
کو سونگھا ہے۔

مجھے روایت پہنچی ہے کہ حضرت عبدالقادر جیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے وقت کے قطبِ عاقل تھے اور انھوں نے محمد بن قائد اوانی کے لئے اس مقام کی گواہی دی ہے۔ میری طرف ایسے ہی نقل ہوا ہے اور اس کی ذمہ داری نقل کرنے والے پر ہے کیوں کہ ابن قائد کا گمان ہے کہ میں نے وہاں اپنے آگے بنی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قدم مبارک کے علاوہ کچھ نہیں دیکھا اور یہ مقام افرادِ وقت کا ہی ہوتا ہے۔

چنانچہ اگر وہ افرادِ وقت نہ ہوتے تو لازماً اپنے آگے اپنے وقت کے قطب کا قدم اپنے نبی کے قدم پر زائد دیکھتے اگرچہ وہ امام ہوتے اور اگر وہ ہوتے تو اپنے آگے تین قدم دیکھتے اور اگر ابدال ہوتے تو اپنے آگے چار قدم دیکھتے اور ایسے ہی ہونا ہے مگر یہ کہ حضرت اتباع میں مقام لازم ہو تو جب حضرت اتباع میں قائم نہیں ہوگا اور خراج و طریق کے درمیان دائیں راستے کو پھر جائے تو اپنے آگے کوئی قدم نہیں رکھے گا۔

یہ علوم اولیاء کے ہیں

یہ وہ طریق ہے جو حق تعالیٰ کی طرف سے ہر موجود کی طرف ہے اور اس خاص و غیر سے یہ علوم اولیاء اللہ پر منکشف ہوتے ہیں جن کا ان پر الکار کیا جاتا ہے اور انھیں زندگی کہا جاتا ہے اور ان پر ایمان لانے والا بھی انہیں زندگی کہتا ہے اور ان کی تکفیر کرتا ہے جب کہ ان علوم کو رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم لائے ہیں اور یہ علوم بعینہ وہ ہیں جن کا ابھی ہم نے ذکر کیا اور اس مقام کے اصحاب کے لئے عالم میں تصرف و تصرف کرنا ہے۔

جو اولیاء تصرف نہیں کرتے

ان میں سے پہلا طبقہ وہ ہے جس نے ممکن کے باوجود مخلوق میں تصرف

کرنا اللہ تبارک و تعالیٰ کے لئے مجبور دیا ہے اور اُن کے لئے حق تعالیٰ کی تولیت
 ممکناً ہے امر اُنہیں لیکن وہ عرض کرتے ہیں اور پوچھنا کہ کلباس پہن لیتے ہیں۔
 اور غیب کے خیموں میں داخل ہو جاتے ہیں یہ لوگ علوئہ کے حجاب میں چلے جاتے
 ہیں اور فقر و عبودیت کو لازم کر لیتے ہیں اور یہی نوجوان طر فاء ملتہ ہیں جو نیک
 اور چھپے ہوئے ہیں، اور ابو سعور رحمۃ اللہ علیہ ان میں سے ہیں اور یہ وہ لوگ ہیں
 جو اللہ تبارک و تعالیٰ کے ارشاد فَاَتَّخِذْهُ وَكِيلًا کی اتباع کرتے ہیں وکیل کے
 لئے یہ امر ہوتا ہے کہ وہ تقرب کرے پس اگر امر ہو تو حکم کی اتباع کرنا ہے یہ ان
 لوگوں کی شان ہے۔

حضرت غوث اعظم مامور فی التقرب تھے

رہے حضرت عبدالقادر جیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ تو اُن کے حال سے ظاہر ہے کہ
 وہ تقرب کرنے کے لئے مامور تھے اس لئے آپ پر تقرب فرمانے کا غلبہ تھا و آپ کی مثل
 لوگوں کے لئے یہی گمان ہے۔

یہ محمد اونی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ تو وہ فرماتے تھے مجھے تقرب عطا ہوا تو میں نے
 قبول کر لیا پس وہ متصرف تھے اور مامور فی التقرب نہ تھے۔ پس آزمائش میں پہلے
 اور اسی قدر آپ کی معرفت میں کمی لگئی جس قدر ابو سعور کا اُن پر تمام بلند ہوا۔

وہ مقام عبودیت کا تحقق چاہتے ہیں۔

ابو سعور نے طائفہ کربان کے پہلے طبقہ کی زبان میں کلام کیا ہے۔ ان لوگوں کی ثابت
 قدمی کے لئے ہم نے ان کا نام انتخاب رکھا کیونکہ یہ مقام یعنی مقام عبودیت اُن پر فہم
 کرتا ہے اور اُن کو طبیعت سے میری مراد اُن کے افزور حکم کے تحت کسی جماعت

کا ہونا اور اُن کا اُس جماعت کے سردار اور اقطاب ہونا نہیں کیوں کہ وہ اس سے بہت زیادہ بلند ہیں۔

پس اُن کے لئے اپنے نفوس میں بھی برگزیدہ ریاست نہیں ہوتی تاکہ وہ عبودیت کے ساتھ متحقق ہو جائیں۔ اور نہ لغزم کے ساتھ انہیں اللہ تعالیٰ کا حکم ہوتا ہے اُس کی امت اُن پر لازم ہوتی ہے۔ کیونکہ وہ بھی اس پر عبودیت کے ساتھ متحقق ہوتے ہیں۔ وہ اپنے سردار کی اتباع میں مقام عبودیت میں قائم ہوتے ہیں۔

اور باوجود اختیار و مرض یا حصول مقام کے طلب کے ظاہر نہیں ہوتا مگر وہ جو اُن عبودیت کے ساتھ متحقق نہیں ہوتے وہ پیدا کیا گیا۔

لے دوست! میں نے اس باب میں اُن کے مقامات کی پہچان کروا دی ہے اور ان کے اصولوں کی تعریف اور دوسرے طبقہ کے اقطاب مہربین کے احوال کا تعین باقی ہے انشاء اللہ العزیز اس کے بعد اس بارے میں بیان ہوگا اور اللہ ہی بخیر فرماتا ہے اور سید معارف دکھاتا ہے اُس کے سوا کوئی باب نہیں۔

المحمد لقمہ تیسویں باب کا ترجمہ اختتام پذیر ہوا
آئندہ جلد اکتیس تا پینتالیس تک ہندو اہد اب پرمختل ہے

مساکم جنتی



ت: علامہ نعیمہ شرفیہ شریفیہ رحمہ اللہ محمد علی اندلسی المعروف بہ قدس
 طیف، طیف حضرت امام ابن المکالمین شیخ ابرہیٰ بن یحییٰ بن طائی ابن عربی البصرہ

و مرتبہ ابو الحائق علاء صوفی محمد صدیق بیگ قادری

علی ہرادران تاجران کتب

نزد جامعہ رضویہ جنگ بازار فیصل آباد

الفتوحات المكيّة

التي فتح الله بها على الشيخ الإمام العامل الراسخ الكامل
نخاتم الأولياء الوارثين برزخ البرازخ محيي الحق
والدين أبي عبد الله محمد بن علي المعروف بابن عربي
الحقاني الطائفي قدس الله روحه ونور ضريحه آمين

المجلد الأول

ناشر

على برادران نزد جامعہ رضویہ جھنگ بازار فیصل آباد

چشتی کتب خانہ فیصل آباد

لحكم ولما عبيد من دون الله وقال تعالى فلا تخافوهم فأبى عن المحل الذي بدى أن لا يظهر به حق الخوف
ثم قال لهم خافوا فأبى لهم حيث ينبغي أن يظهر حكم هذه الصفو كذلك الحسد والحرص وجبه وهذه النشأة
الطبيعية الظاهر حكم روحانياتها فبدأ بان الله لتأخيت فظهرها وحيث غنمها فأنه من المحال ان الهاعن هذه النشأة
الازوالها لانها عيناها والحق لا يفارق نفسه قال صلى الله عليه وسلم لا حسد الا في اثنين وقال رداك الله حرموا لا تعد
وانما فذل الظاهر حكم روحانياتها فخر زنا بذلك من أجل أهل الكسوف والعلماء الراسخين في العلم من المحققين
العالمين فان المسمى بالجناد والنبات عندنا لهم ارواح بطئت عن ادراك غير أهل الكسوف اباهي العادة لا يحس بها
مثل ما يحسها من الحيوان فالكل عند أهل الكسوف حيوان مطلق بل حتى ناطق عبران هذا المزاج الخاص يسمى
انسانا لعبه بالصورة ووقع التفاضل بين الخلائق في المزاج فله لا بد في كل عتريج من مزاج خاص لا يكون الا لله به تجيز
عن غيره كما يجتمع مع غيره في أمره لا يكون عين ما يقع به الافتراق والتجزع من ما يقع به الاشتراك وعدم التجزع فاعلم ذلك
وتحقيقه قال تعالى وان من نبي الا يسبح بحمده^١ وثني نكرة ولا يسبح الا^٢ عاقل عالم بمجده وقدره وان المؤمن
يشهد له مدى صوته من رطب ويابس والشرائع والنقوت من هذا القليل مشحونة ونحن زدنا مع الابعان بالاخبار
الكسوف قدس هذه الاممارة كرامة رؤية عين بسان ناطق تدهم آدابها ونحاطة العارفين بحلال الله
مما ليس يدركه كل انسان فكل جنس من خالق الله أمة من الامم فطرحهم الله على عبادته فخصهم بأمرهم بها اليهم في
نفسهم ففروا لهم من ذاتهم اعلام من الله بالهام خاص جبلهم عليه كعلم بعض الحوادث باشياء يقصر عن ادراكها
المهندس النحرير وعلهم على الاطلاق بما نفهم فبايقنا ولونه من الحقائق والمآكل ونجيب ما يضرهم من ذلك
كل ذلك في فطرتهم كذلك المسمى جناد ونباتا أخذ الله باصبارنا واسماعناهم عليه من الهاق ولا تقوم الساعة حتى
تكلم الرجل غده بما فعله أهل جعل الجهلاء من الحكماء هذا اذا صح ايمانهم به من باب علم بالاخلاص يريدون به علم
الزجر وان كن علم لزجر علما صحيحا في نفس الامر وانه من أمر الله ولكن ليس هو مقصود الشارع في هذا الكلام
فكان له صلى الله عليه وسلم الكسوف انهم فيرى ما لا يرى وتقديره عليه السلام في أمر عمل عليه أهل الله فوجدوه
صحيحا قوله لولا اني ربي في حديثكم ونمرجي في قلوبكم لرأيتهم ما أرى ولسمعتهم ما سمع مع خص رتبة الكمال في جميع أمورهم
ومنها الكمال في العبودية فكان عبادا صرا فليقم بذاته رتبة على أحد وهي التي أوجب له السيادة وهي الدليل على
شرفه على الدوام وقد قالت عائشة كان رسول الله صلى الله عليه وسلم يذكر الله على كل أحيانه وانامته بمرات واغفر
وهو أمر مختص بباطن الانسان وقوله وقد يظهر خلاف ذلك بافعاله مع تحقيقه بالمقام فيلتبس في من لا معرفه
بالاحوال فقد بينا في هذا الباب ما است الحاجة اليه والله يقول الحق وهو يهدي السبيل

الباب الثالث عشر في معرفة حلة العرش

العرش والله بالرحمن محمول • وحاملوه وهذا القول مقول
وأى حول لمخلوق ومقدرة • لولاه جاء به علة • لولاه يسر
جسم وروح وأقوات ومرتبته • مأم غبر الذي رتب تفصيل
فقداه العرش ان حقق سورته • والمستوى باسمه الرحمن مأمول
وهم ثمانية والله يعلمهم • واليوم أربعة ما فيه تليل
محمد ثم رضوان ومالكهم • وأدم وخليل ثم جبريل
والحق بيكال امرا فيل ليس هنا • سوى ثمانية غر بها يسر
اعلم أبدأ الله الولي الحليم ان العرش في لسان العرب يطلق ويراد به الملك يقال لئ عرش الملك اذا دخل في ملكه خالدا
ويطلق ويراد به السرير فاذا كان العرش عبارة عن الملك فتكون حلة هم القائمون به واذا كان العرش السرير
فتكون حلته ما يقوم عليه من اقواتهم ومن جملة على كواهلهم والعهدة يدخل في حلة العرش وقد جعل الرسوا

حكمهم في الدنيا ثم في القيامة ثمانية فلأرسل الله صلى الله عليه وسلم ويجعل عرش ربك فوقهم يومئذ ثمانية ثم قال وهم اليوم أر بعدة يعني في يوم الدنيا وقوله يومئذ ثمانية يعني يوم الآخرة روي عن ابن مسرة الجبلي من كبار أهل الطريق عالموا حال وكشف العرش المحول هو لك وهو محصور في جسم وروح وغذاء ومرتبته فأقام واسرافيل الصور وجبريل ومحمد للأرواح وميكائيل وإبراهيم للارزاق ومالك ورضوان للوعد والوعيد ولبس في الملك الأماذكروا الأغنية التي هي الارزاق حسية ومعنوية فالذي يذكر في هذا الباب الطريقة الواحدة التي هي معنى الملك لما عانى به من الفاقة في الطريق وتكون حلة عبارة عن القامعين بتدبيره فتدبر صورة عنصرية أو صورة نورية وروحانية عنصرية وروحانية عنصرية الصورة نورية وغذاء الصورة عنصرية وغذاء علوم ومعارف لأرواح ومرتبته حسية من سعادة بدخول الجنة ومرتبته حسية من شقاوة بدخول جهنم ومرتبته روحية عليية ففى هذا الباب على أربع مسائل المسئلة الأولى الصورة والمسئلة الثانية الروح والمسئلة الثالثة الغذاء والمسئلة الرابعة المرتبة وهي الغاية وكل مسئلة منها تنقسم قسمين فتكون ثمانية وهم حلة عرش الملك أى اذا ظهرت الثمانية قام الملك وظهور واستوى عليه ما يملكه المسئلة الأولى الصورة وهي تنقسم قسمين صورة جسمية عنصرية تتضمن صورة جديدة خيالية والقسم الآخر صورة جسمية نورية فلتدبر على الجسم النورى فقول ان أول جسم خلقه الله أجسام الأرواح الملائكية المهية في جلال الله ومنهم العقل الأول والعين الكل والبا انتت الاجسام النورية المحلوفة من نور الجلال وما تم ملك من هؤلاء الملائكة من وجد بواسطة جبره الا النفس التي دون العقل وكل ملك خلق بعد هؤلاء فتدبر على حكمة الطبقة فهم من جنس أفلاكها التي خلقوا منها وهم عمارها وكذلك ملائكة أعوانهم وأحرصت من الاملاك الملائكة المحلوفون من أعمال العباد وأفادوا نفسهم فلتدبر كذلك صنفه في هذا الباب ان شاء الله تعالى ان علم ان الله تعالى كان قبل ان يخلق الخلق ولا قبله زمان وانما ذلك عبارة للتوصل بل يدل على نسبة يحصل بها المقصود في نفس السامع كان جلوته في عمارها تحتها هو ما وقع هو وهو أول مظهر الحق ظهر فيه سرى في البور الثاني كما ظهر في قوله الله نور السموات والارض فلما اصبح ذلك الله ما صور فتح فيه صور الملائكة المهية الذين هم فوق عالم الاجسام الطبيعية ولا عرش ولا مخلوق تقدمهم فلما اوجدهم على لهم فصار لهم من ذلك التحلي غيبا كان ذلك انما يبرر حالهم أى تلك الصور ونحلي لهم في اسمه الخليل فيم اموى في حال جلاله فهم لا يفتقون فلما شاء ان يخفى عالم التدوين والتطير عين واحد من هؤلاء الملائكة الكبريين وهو أول ملك ظهر من ملائكة ذلك النور سمى الله قلم والقلم ونحلي له في بحلى التعليم الوهى عمار بداعياده من خلقه لا الى غاية وحد فقيل بذاته علم ما يكون وما لا يحق من الاسماء الالهية الطالبة صدور هذا العالم الخلقى فاشتق من هذا العقل موجودا آخر سمى الروح وأمر القلم ان يتدلى اليه يودع فيه جميع ما يكون الى يوم القيامة لا غير وجعل لهذا القلم ثلاثمائة وستين سنانا فليمتأى من كونه فلما ومن كونه عقلا ثلاثمائة وستين نجما أى أوزيقتة كل سن أوزيقتة فتعرف من ثلاثمائة وستين صنف من العوالم الاجالية في فصلها في الواح فهذا احصر ما في العالم من العلوم الى يوم القيامة فعلمها الواح حين أودعها اياها القلم فكان من ذلك علم الطبيعة وهو أول علم حصل في هذا الواح من علوم ما بر بدالله خلقه فكانت الطبقة دون النفس وذلك كله في عالم النور الخالص ثم اوجد سبحانه الطلعة المحفة التي هي في مقابلة هذا النور عزلة العدم المتعلق بالقابل للوجود المطلق فتدبر ما اوجدها فأض عليها النور فاضائة بمساعدة الطبيعة فلا مضعها ذلك البور فظهر الجسم المعبر عنه بمارش فاستوى عليه الاسم الرحمن بالاسم الظاهر فذلك أول ما ظهر من عالم الخلق فخلق من ذلك الدور المتخرج الذي هو مثل ضوء السحر الملائكة الحقيق بالسر وهو قوله وتري الملائكة خافين من حور الله من يسبحون بحمدهم فليس لهم شغل اذ كونهم خافين من حول امرس يسبحون بحمده وقد بينا في العلم في كتاب حيتانه عقله المتوفر وانما انا خدمته في هذا الباب رؤس الاشياء ثم اوجد الكرى في جوف هذا العرش وجعل فيه ملائكة من جنس طبيعة فكل فلك أصل لما خلق في من عماره كالمناصر فيها خلق منها من

عمازها كما خلق آدم من تراب وعمر به وبنيه الارض وقسم في هذا الكرسي الكريم الكرامة الى خم وعشرين وثمان
 القديان اللتان تدنا له من العرش كما ورد في الخبر النبوي ثم خلق في جوف الكرسي الاولئك فلا كافي جوف ذلك
 وخلق في كل ذلك علامته يعمر وبه مما هم ملائكة يعني رسلا وزينها بالكنواكب وأوحى في كل سماء أمرها الى
 أن خلق صور المولدات ولما اكمل الله هذه الصور الثورية والعنصرية بلا روح تكون غيبا لهذه الصور على السلك
 صنف من الصور بحسب ما هي عليه فتكون عن الصور وعن هذا التحلي أرواح الصور وهي المسئلة الثانية خلق
 الأرواح وأمرها بتدبير الصور وجهها غير منقسم بل ذاتا واحدة وبها بعضها عن بعض فتميزت وكان ميزانها بحسب
 قبول الصور من ذلك التحلي وليست الصور بأبيات لهذه الأرواح على الحقيقة إلا أن هذه الصور لها كمال في حق
 الصور العنصرية وكما نظار في حق الصور كلها ثم أحدث الله الصور الجسدية الخيالية بتجلى آخر بين اللطائف والصور
 تتجلى في تلك الصور الجسدية الصور الورية والدارية ظاهرة العين وتتجلى الصور الحسية حاملة الصور المعنوية في هذه
 الصور الجسدية في النوم وبعد الموت وقبل البعث وهو البرزخ الصوري وهو قرن من نور أعلاه واسع وأسفله ضيق فإن
 أعلاه السماء وأسفله الأرض وهذه الاجساد الصورية التي يظهر فيها الخلق والملائكة وباطن الانسان وهي اطهر في
 النور وصور سوق الحية وهي هذه الصور التي تعمر الارض التي تقدم الكلام عليها في ما ان الله تعالى جعل لهذه
 الصور وهذه الأرواح عدا وهو المسئلة الثالثة يكون ذلك العدا مقادير وهو رزق حسي ومعنوي فلهذا معنى
 عداه المعلوم وانما ان الاعداء المحسوس معلوم وهو ما عمله صور اطمومات والمشيء من المعنى
 الروحانية أعني القوى فذلك هو اعداءها عداها كما معنوي على ما وراءه وان كان في صور محسوسة فتعدي على صور
 حورية كسائر حيوانه وحدها من اسمها فتنصل ذلك أطول ثم ان الله جعل لكل عالم في سعاده والشفاه
 ومعرفة ما صاها لا يحصر فعداها بحسبها فتمت اعداء عرصرية ومنها سعادة كماله ومنها سعاد ملائكة ومنها
 سعادة وصيه على شريعة والشفاهة مثل ذلك في التفسير بما لا يوافق العرض ولا الكمال ولا المراج وهو عبر الملائم
 ولا شرع وذلك كله محسوس ومعقول فالمحسوس ما يتعاقب مدار الشفاهة من الآلام في الدنيا والآخرة ويتعاقب مدار
 السعادة من ابدان في الدنيا والآخرة وما حاص وعجز جال خاص يتعلق بالدار الآخرة والمعتزج يتعلق بالدار الدنيا
 فظهر السعيدة صورة الشقي والشقي صورة السعيدة والآخرة تازون وقد يظهر الشقي في الدنيا بشقاوته وبصل شقا
 الآخرة وكذلك السعيدة والكنهم مجهولون في الآخرة تازون وامتازوا اليوم بهم المجرمون فهناك تلحق المراتب
 بأهلها الحوافل لا ينحصر ولا يتبدل فقد بان لك معنى الثمانية التي هي مجموع الملك المعبر عنه بالعرش وهذه هي المسئلة الرابعة
 فقدان لك معنى الثمانية وهذه الثمانية لانه الثمانية التي يوصف بها الحق وهي الحياة والعلم والقدرة والارادة
 والكلام والسمع والبصر وادراك المعلوم والمشهود والمحسوس بالشفاهة اللائقة فان له الادراك بها
 تعاقبا كادراك السمع بالسموعات والبصر بالمبصرات ولهذا انحصر الملك في ثمانية فالظاهر منها في الدنيا أربعة
 الصورة والشفاهة المرتبة في يوم القيامة تظهر الثمانية بجميعها بالعبان وهو قوله تعالى ويحمل عرش ربك فوقهم
 يومئذ ثمانية فقال صلى الله عليه وسلم هم اليوم أربعة هذا في تفسير العرش بالملك وأما العرش الذي هو السرير
 فان الله ملائكة يحدها على كواهلهم هم اليوم أربعة وغدا يكونون ثمانية لاجل الجل الى أرض الحشر وورد في
 صور هؤلاء الأربعة الحلة ما يقاربه قول ابن مسرّة فقيل الواحد على صورة الانسان والثاني على صورة الاسد
 والثالث على صورة النسر والرابع على صورة الثور وهو الذي رآه السامري فتخيّل انه اله موسى فصنع لقومه
 العجل وقال هذا الهكم واله موسى القصة واقعة يقول الحق وهو يهدي السبيل

باب الرابع عشر

في معرفة أسرار الانبياء أعني أنبياء الاولياء وأقطاب الامم المكملين من آدم عليه السلام الى محمد صلى الله عليه وسلم
 وان القطب واحد منذ خلقه الله لم يتوأن من مكانه

أنبياء الاولياء الورثة • يعرف الله بهم من عبده
 محمد روع امام واحد • مر هذا الامر روح غيه
 • ثم اعقد الله • وسرى في خلقه مانكا
 وتلقته على عزته • متعة منه قلوب الورثة
 موضع القطب الذي يسكنه • ليس يدري به سوى من ورثه

اعلم أيديك الله ان النبي هو الذي يأتيه الملك بالوحي من عند الله يتضمن ذلك الوحي شريعة يتعبد بها في نفسه فان بعث
 به الى غيره كان رسولا ويازيه الملك على حالتين اما ينزل بها على قلبه على اختلاف أحوال في ذلك التنزل واما على
 صورة جسدية من خارج باقى ما جاء به اليه على اذنه فيسمع أو يلقها على بصيرة فيصيرها فيحصل له من النظر مثل
 ما يحصل لمن السمع سواء وكذلك سائر القوى الحساسة وهذا باب قد أغلق رسول الله صلى الله عليه وسلم فلا يبدل ان
 يتعد الله أحد ان شريعة ناسخة لهذه الشريعة المحمدية وان عيسى عليه السلام اذا نزل ما يحكم الان شريعة محمد صلى
 الله عليه وسلم وهو خاتم الاولياء فانه من شرف محمد صلى الله عليه وسلم ان ختم الله ولايته وأتمته والولاية مطلقة بنبي رسول
 مكرم ختم به مقام الولاية فله يوم القيامة حشران يحشر مع الرسل رسولوا ويحشر معنا ولينا تابعنا محمد صلى الله عليه وسلم
 كرمه الله تعالى والياس هذا المقام على سائر الانبياء واما حاشية انبياء الاولياء في هذه الامة فهو كل شخص أقامه الحق في
 تجل من تجلياته وأقام له مظهر محمد صلى الله عليه وسلم ومظهر جبريل عليه السلام فاسمعه ذلك المظهر الروحاني خطاب
 الاحكام المشروعة لمظهر محمد صلى الله عليه وسلم حتى اذا فرغ من خطابه وفرغ عن قلبه هذا الولي عقل صاحب هذا
 المشهد جميع ما تضمنه ذلك الخطاب من الاحكام المشروعة الظاهرة في هذه الامة المحمدية فيأخذها هذا الولي كما أخذها
 المظهر المحمدي للحضور الذي حصل له في هذه الحضرة عما مر به ذلك المظهر المحمدي من التبليغ طه هذه الامة فبره الى
 نفسه وقد وحي ما خاطب الروح به مظهر محمد صلى الله عليه وسلم وعلم محمدا علم يقين بل عين يقين فاخذ حكم هذا النبي
 وعمل به على يد من ربه قرب حديث ضعيف قد ترك العمل به اضعف طريقه من أجل وصاع كان في روايته يكون
 صحيحا في نفس الامر ويكون هذا الواضع مما صدق في هذا الحديث ولم يضعه واما رده الحديث لعدم الثقة بقوله في نقله
 وذلك اذا انفرد به ذلك الواضع أو كان مدار الحديث عليه وأما اذا شاركه فيه ثقة سمعه معه قبل ذلك الحديث من طريق
 ذلك الثقة وهذا أولى قد سمعه من الروح بقلبه على حقيقة محمد صلى الله عليه وسلم كما سمع الصحابة في حديث جبريل
 عليه السلام مع محمد صلى الله عليه وسلم في الاسلام والايمان والاحسان في تصديقه اياه واداسمعه من الروح الملقى فهو
 فيه مثل صاحب الذي سمعه من فم رسول الله صلى الله عليه وسلم علما لا يشك فيه بخلاف التابع فانه يقبله على طريق
 غلبة الظن لا ارتفاع الهمة المؤثرة في الصدق ووب حديث يكون صحيحا من طريق روايته يحصل هذا المكاشف الذي
 قد عاين هذا المظهر فسال النبي صلى الله عليه وسلم عن هذا الحديث الصحيح فانكره وقال له لم أقله ولا حكمت به فبطل
 ضعفه فيترك العمل به عن يمين من ربه وان كان قد عمل به أهل النقل لصحة طريقه وهو نفس الامر ليس كذلك
 وقد ذكر مثل هذا مسلم في صدر كتابه الصحيح وقد يعرف هذا المكاشف من وضع ذلك الحديث الصحيح طريقه في
 زعمهم اما ان يسمى له أو تقام له صورة الشخص فهو لا هم أنبياء الاولياء ولا يتفردون قط بشريعة ولا يكون لهم
 خطاب بها الا بتصريف ان هذا هو شرع محمد صلى الله عليه وسلم أو يشاهد المنزل عليه بذلك الحكم في حضرة التمثل
 الخارج عن ذاته والدخول المعرنة بالبشرات في حق النائم غير ان الولي يشترك مع النبي في ادراك ما تدركه العاقلية في
 النوم في حال اليقظة سواء وقد أتت هذه المقام الاولياء أهل طريقنا وايتان هذا هو الفعل بالهبة والعلم من غير علم من
 المخلوقين غير الله وهو علم الخضر فان آتاه الله العلم بهذه الشريعة التي تعبد بها على لسان رسول الله صلى الله عليه وسلم
 بارتفاع الوسائط أي المقهور وعلماء الرسوم كان من العلم الذي ولم يكن من أنبياء هذه الامة فلا يكون من يكون
 من الاولياء وارتبى الاعلى هذه الحالة الخاصة من شاهد ملكك عند الاعلاء على حقيقة الرسول فافهم فهو لا هم

أنبياء الأولياء ونسبوا جماعة كلها في الدعاء إلى الله على بصيرة كما أمر الله تعالى نبيه صلى الله عليه وسلم أن يقول
 ادعوا إلى الله على بصيرة ما نؤمن اتبعني وهم أهل هذا المأمور فهم في هذه الامة مثل الانبياء في بني اسرائيل على مرتبة
 نعد هرون بشرية موسي وعليهما السلام مع كونه نبيا فان الله قد شهد ببقائه وصريح ما في القرآن قبل هؤلاء
 بعقلا والشريعة الصحيحة التي لا شك فيها على أنفسهم وعلى هذه الامة ممن اتبعهم فهم أعلم الناس بالشرع غير ان
 اهلها لا يسمون لهم ذلك وهؤلاء لا يلزمهم إقامة الدليل على صدقهم بل يجب عليهم الكتم اقامتهم ولا يردون على
 علماء الرسوم فيها انت عندهم مع علمهم بان ذلك خطأ في نفس الامر فحكمهم حكم الجنته الذي ايسر له ان يحكم في
 المسئلة بغير ما أذاه اليه واجتهاده وأعطاه دليلا وليس له أن يتخطى المخالفه في حكمه فان الشارع قد قرر ذلك الحكم في
 حقه فلا بد ببقائه له أن لا يتخطى ما قرر الشارع حكما ودليلا وكشفه بحكم عليه بان حكم ما ظهر له وشاهده وقد
 ورد الخبر عن النبي صلى الله عليه وسلم ان علماء هذه الامة انبياء بنو اسرائيل يعني المقلد الذين أشرفوا بها فان انبياء بنو
 اسرائيل كانت تحفظ عليهم ثم اتبع رسالهم ونقوم بها فيهم وكذلك علماء هذه الامة وانما يعطون عابها أحكام رسولها
 صلى الله عليه وسلم كعلماء الصحابة ومن رل عنهم من اتابعين واتباع التابعين كالثوري وابن عبيدة وابن جبرين
 والحسن ومالك وابن أبي رباح وأبي حنيفة ومن رل عنهم كالشافعي وابن حنبل ومن جرى مجرى هؤلاء اهل علم جوا
 في حفظ الاحكام (وطائفة أخرى) من علماء هذه الامة يعطون عابها أحوال الرسول صلى الله عليه وسلم وأسرار
 علومه كعلي وابن عباس وسلمان وأبي هريرة وغيرهم من التابعين حكاه الحسن البصري ومالك بن دينار ومسان
 الحلال وأيوب السخيتي ومن رل عنهم بالزمان كعبدان الراعي وفرج الاسود والمعمري والمصلي بن عباس وذو الدون
 المصري ومن رل عنهم كالخضر والانساري ومن جرى مجرى هؤلاء من السادة في حفظ الاحوال الذوي والعلم الذي
 والسر الاطفي فاسرار حفظ الحكم موفقة في الكرمي عند القرمين اذ لم يكن لهم حال ذوي يعطى من الاحوال واعلم
 لداوود وأسرار حفظ الاحوال النبوي والعلم الذي من علماء حفظ الحكم وغيرهم وفوقه عبد الله بن عباس ولا
 وفوقه ومنها ما لم يقام ومنها ما لم يقام له وذلك مقام لما تميز به فان ترك العلامة بين أصحاب العلامات علامة محقة
 غير محكوم عليها ببقائه وهي أسمى العلامات ولا يكون ذلك الا لمن السادة في حفظ الاحوال المحدثي وأما القاطب الام
 المكملين في غير هذه الامة ممن تقدم بالزمان جماعة عذرت في ما يؤمهم باللسان العربي لما أشبهتهم وروايتهم في
 حضرة فرخية وأما عذرة فرطية في مشهد أقدس فكان منهم المفرق ومدادى الكوم والبكاء والمرفع
 والشفاء والمناجق والمقاب والمحور وشعر الماء وعنصر الحياة والشريد والراجع والصانع
 والطيار والسالم والخليفة والقوم والحكي والرامي والواسع والبحر والمصنق والمهادي والمصلح والباقي
 فهو لا المحكمون الذين سموهم اسمهم عليه السلام الميزان محمد صلى الله عليه وسلم وأما القاطب الواحد فهو روح
 محمد صلى الله عليه وسلم وهو الممد لجميع الانبياء والرسل سلام الله عليهم أجمعين والاقطاب من حين الفناء الانساني الى
 يوم القيامة قبل له صلى الله عليه وسلم في كنت ما قال صلى الله عليه وسلم وأدم بين الماء والطين وكان اسمه مدادوى
 الكوم فانه بجراحات الهوى خبير والرأى والدين والسيطان والنفس بكل لسان نبوى أو رسالى أولاد الولاية
 وكان له نظر الى موضع ولادته سمى بمكة والى الشام ثم صرف الى أرض كثيرة الحر واليبس لا يصل اليها أحد
 من بني آدم مجده الا أنه قد رآه بعض الناس من مكة في مكانه من غير نقل وزيت له الأرض فقرأوا وقد أخذنا نحن عنه
 علوما بما أخذنا مختلفا ولهذا الروح المحمدى مظاهر في العالم كمل مظهره في قطب الزمان وفي الافراد في ختم
 الولاية المحمدى وختم الولاية العاقبة الذي هو عيسى عليه السلام وهو المعبر عنه بمسكنه وسأذكر فيما بعد هذا الباب ان
 شاء الله من كونه مدادوى الكوم من الامرار وانفتر عنه من العلوم ثم ظهر هذه السرة في ظهور حال مدادوى
 الكوم في شخص آخر اسمه السند القضا والقدر ثم انتقل الحكم منه الى مظهر الحق ثم تنقل من مظهر الحق الى
 المصلح ثم انتقل من المصلح الى شخص يسمى واضع الحكم وأخذ من لقمان وانه أعلم فانه كان في زمان داود وداود ما منه

على غيبه انه قد علم من وضح الحكم الى السحاب ثم انقل من السحاب الى جامع الحكم وعرفت ان انقل
 الامر من بعده وسأذكر في هذا الكتاب اذا جاءت أسماء هؤلاء ما اختصوا به من العلوم ونذكر كل واحد منهم
 مسئلة ان شاء الله ويجري ذلك على سبيل ما أدري ما يغفل الله في ويكفي هذا لندرس هذا الدرب والله يقول الحق
 وهو يهدي السبيل انتهى الجزء الثالث عشر

• (بسم الله الرحمن الرحيم) •

باب الخامس عشر في معرفة الانفس ومعرفة أقطابها المحققين هو أسرارهم هي

- علم الانفس من نفسي • وهم الاعلون في القدس
- مصطفاهم سيد لسن • وحبه يأتيه في الجرس
- قلت للواب حين رأي • ما أقاسيه من الحرس
- قال ما يتغيبه يولدي • قلت قرب السيد للقدس
- من شفيق للامام عسى • خطرة منه لفتلس
- قال ما يعطى عوارفه • لنفسي غيب مبش

قال رسول الله صلى الله عليه وسلم ان نفس الرحمن يأتي من قبل الجن قيل ان الانفس انفس الله هم عن نبيه صلى الله
 عليه وسلم ما كان فيهم من مقاساة الكفار المشركين والانفس روائح القرب الالهي فلما انقسمت مشام العارفين عرف
 هذه الانفس ونوفرت الدواعي منهم الى طلب محقق ثابت القدم في ذلك المقام يفيهم عاني طي ذلك المقام الاقدس
 وما جاءت به هذه الانفس من العرف الانفس من الاسرار والعلوم بعد البحث والطعم والتعرّض لفتحات الكرم
 عرفوا بشخص الهم عند السر الذي يطلبونه والعلم الذي يريدون تحصيله وأقامه الحق فيهم قطبا يدور عليه فلهم
 وامام يقوم به ملكهم يقال له مداوي الكوم فانتشر عنه فيهم من العلم والحكم والاسرار ما لا يحصرها كتاب وأول
 سر أطلع عليه الدهر الاول الذي عنه تكونت الدهور وأول فعل أعطى فعل مائة تضيء وحاية الساء السابعة ساء
 كيوان فكان يصير الحديد فضة بالذهب والصنعة يصير الحديد ذهباً بالخاصة وهو سر عجيب ولم يطلب على هذا رغبة
 في المال ولكن رغبة في حسن المال ليعرف من ذلك على رتبة الكمال وانه مكتسب في التكوين فان الرتبة الاولى من
 عقد الاخرة المعدنيت بالحرركات الفلكية والحرارة الطبيعية زئبقا وكبريتا وكون في المعدن فانه يطلب الغاية الذي
 هو الكمال وهو الذهب لكن نظر اعلية في المعدن علل وأعراض من ييسر فخرط أو طوبى بمفرطة أو حرارة أو
 برودة فخرجه عن الاعتدال فيؤثر فيه ذلك المرض صورة تسمى الحديد أو النحاس أو الامرب وغير ذلك من المعادن
 فاعطى هذا الحكيم معرفة العقابر والادوية المزيلة استعملها تلك العلة الطارئة على شخصية هذا الطالب درجة
 الكمال من المعدنيات وهي الذهب فازالها فصح ومضى حتى لحق بدرجة الكمال ولكن لا يغوي في السكالية قوة
 الصحيح التي يداخل جسمه مرض فان الجسد الذي يدخله المرض سيدان يتخلص وينقي الخلوص الذي لا يشوبه
 كدر وهو اخلاص الاسلي كيحيى في الانبياء وآدم عليهما السلام ولم يكن الفرض الادوية الكمال الانساني في
 العبودية فان الله خلقه في أحسن تقويم ثم رده الى أسفل سافلين الا الذين آمنوا وعملوا الصالحات فاقبوا على
 الصحة الالهية وذلك انه في طبيعته كتب علل الاعراض وأعراض الاغراض فأراد هذا الحكيم أن يرده الى
 أحسن تقويم الذي خلقه الله عليه فهذا كان بعد الشخص العاقل بمعرفة هذه الصنعة المسماة بالكيمياء وليست سوى
 معرفة المقادير والاوزان فان الانسان لما خلقه الله وهو آدم أصل هذه الفناء الانسانية واصورة الجسمية الطبيعية
 الضعيفة بتركب جسمه من حار وبارد ورطب ويابس بل من بلود يابس وبارد رطب وحار رطب وحار يابس وهي
 الاخلاط الاربعة السوداء والبيضاء والحمراء والصفراء كلها في جسم العالم الكبير النار والهواء والماء والتراب خلق الله

جسم آدم من طين وهو مزج الماء بالتراب ثم نفخ فيه نفاسا روحا. ولقد ورد في النبوة الاولى في بعض الكتب المنزلة على نبي في اسرائيل ما ذكره الآن فان الحاجة مست الى ذكره فان اصدق الاخبار ما روي عن الله تعالى فروينا عن سلسلة بن واضح مسند اليه وكان من اهل قرطبة فقال قال الله في بعض ما نزل على انبياء بني اسرائيل اني خلقت يعني آدم من تراب وماه ونفخت فيه نفاسا وروحا فخلق جسد من قبل التراب وروح من الماء وسوارته من النفس وبرودته من الروح قال ثم جعلت في الجسد بعد هذا اربعة انواع آخر لا تقوم واحدة منها الا بالآخرى وهي المكن والدم والبلغم ثم اسكنت بعضهم في بعض فجعلت مكن اليوسفة في المرق السوداء وممكن الحرارة في المرق الصفراء وممكن الرطوبة في الدم وممكن البرودة في البلغم ثم قال جل تناوؤ ما في جسد اعتدلت فيه هذه الاخلاط كملت صحت واعتدلت بفتته فان زادت واحدة منهن على الأخرى وقهرتهن دخل السم على الجسد وقد مر زادت واذا كانت ناقصة ضعفت عن مقاومتها فندخل السم فتلتهن اياها وضعضعها عن مقاومتها فعمل الطب أن يزبد في النقص أو ينقص من الزائد طلب الاعتدال في كلام طويل عن الله تعالى ذكرناه في الموعظة الحسنة وكان هذا الامام من أعلم الناس بهذا الشأن الطبيعى والعالم العلوى فمن الآثار المودعة في أنوار الكواكب وسباحتها هو الامر الذى أوحى الله في السموات واقرناته هو طها اوص. مودها واولها وجه واحد بها قال تعالى وأوحى في كل شيء أمرا بها وقال في الارض وقدرها فواتها وكان لهذا الشخص فيما ذكرناه بحال روحه وروح منسجم وقدم راسه لكنه ما تعدت قوته في السطرا ملك العالم من باب الدوق والحال لكن حصل له ما في تلك المكنوك والاطلس بالكسنة والاطلاع وكان القلب عايب فلما انبأ في رعيه والاعيان لا تنقلب عندنا جلة واحدة فكان هذا الشخص لا يرحب بسمع بروحانيته من حيث صوره كره مع المقال في درجته ودقائقه وكان عنده من أسرار احياء الموات عجائب وكان مما خصه الله به انه ما حل عوصع فدا جلد الأوجد الله فيه الخصب والبركة كما روينا عن رسول الله صلى الله عليه وسلم في خضر رضى الله عنه وقد سئل عن اسمه بخضر فقال صلى الله عليه وسلم ما قد علم على فروة الا اهتزت تحته خضره وكان هذا الامام له في المعرفة لذاتية وعلم القوة وكان يتاطع بها بمحبة في التنبيه عليه ويستتر عن عامة أصحابه ذلك خوفا عليه منهم ولذلك سمى مداوى السكوم كما استكنتم بقوب يوسف عليهم السلام فحضر اعليه من اخوته وكان يشعل عامة أصحابه بطل التدبير ومثل ذلك مما يشاء كل هذا الفن من تركيب الارواح في الاجساد وتحليل الاجساد وتأليفها بخلق صورة عنها وخلع صورة عليها يقفوا من ذلك على صنعة الله العظيم الحكيم وعن هذا القطب خرج علم العالم وكونه انسا ما كبيرا وان الانسان مختصه في الجرمية منهاه في المعنى فاخبر في الروح الذى أخذت منه ما وُدعت في هذا الكتاب انه جمع أصحابه بوماني في ذكره وقام بهم خطيبا وكانت عليه هبة فقال انه موعا عنى ما رزى السك في مقامى هذا وفكر وافيح واستخرجوا كثره واناساع زمانه في شيء عالم هو واني اسكن ناصح وما كل بايدي يذاع فانه لكل علم اهل غنص بهم وما يمكن الانفراد ولا يسع الوقت فلا بد أن يكون في الجمع فطر مختلفة وأذهان غير مؤلفة والمقصود من الجماعة واحد اياه أقصد بكلامي ويده مفتاح رمزي ولكل مقام مقال ولكل علم رجال ولكل اولد حال فافهموا عنى ما أقول وعوا ما تنصهون فينبور النور انقسمت وروح الحياة وحياة الروح آيات انى عنكم لتقلب من حيث جئت وراجع الى الاصل الذى عنه وجدت فقد طال مكثي في هذه الظلمة وضائق نفسى بترادف هذه الغمة وانى سألت الرحلة عنكم وقد اذن لي في الرحيل فالتفتوا على كلامي فتعلمون ما أقول بعد انقضاء سنين عنها وذكروا حالها فابروا حتى أتيتكم بعد هذه المدة وان رحمتم فلتسرعوا الى هذا المجلس الكثرة وان لظمتهم وغلب على الحرف ومعناه فالحقيقة الخفية والطريقة الطارئة فقد اشتركت الجنة والدنيا في الابن والبناء وان كانت الواحدة من طين وتين والاخرى من عسجد ولجين هذا ما كان من هيبته لبيبه وهذه مسئلة عظيمة رمزها وروح فن عرفها اسراع وقد دخلت بومارطة على قاضها في الوليد بن رشد وكان يرغب في لقائي لماسمع وبلغه ما فتح الله على في خلوتي وكان بطهراته يحب محاسن ففتنى والدي اليه في حاجة فقدمه حتى يجتمع في فاته كان من أمده فاته واناسي ما قبل

وحسب ولا طر شار في عند ماد خات عليه قام من مكانه الى محبة واعطاء ما فاعطني وقال لي لم قلت له نعم فزاد فرحه في له همي عنه ثم اني استعرت بما فرحه من ذلك فقلت له لا فاقض وتغير لونه وشك فباع عنده وقال كيب وحدتم الامر في كسكف واليهي الالهي هل هو مأعطاء لنا النظر قلت له نعم لا وبين ثم ولا تطير الارواح من موادها والاعاد من احسادها فاصغر لونه واخذ الافكل وقعد يحوقل وعرف ما شرب به الله وهو عين هذه المسئلة اني كرها هذا القطب الامام اعني مداوى الكوم وطلب بعد ذلك من ابي الاجتماع ما لي عرض ما عنده عليه اهل هو بواقف او يحافه فانه كان من ارباب الفكر والنظر العقل فشكر الله تعالى الذي كان في زمان رأيي ومن دخل حبه جاهلا وخرج مثل هذا الخروج من غير درس ولا بحث ولا مطالعة ولا قراءة وقال هذه حالة انبتناها ومارا بها اربابا فالجدة الذي اني في زمان به واحد من اربابها الفاعين من ابي ابوابها والجدلة الذي خصني برؤيته ثم اردت الاجتماع به مرة ثانية فاقم لي رحمة الله في الواقعة في صورة ضرب بيني وبينه فيها حجاب رقيق اظفر اليه منه ولا يصرف ولا يعرف مكاني وقد شغل بنفسه عني فقلت اني غير مراد لما نحن عليه فما اجفقت به حتى درج وذلك سنة خمس وتسعين وخمسة مائة بمدينة مرا كس ونقل الى قرطبة ومهاجرة ولما جعل التابوت الذي فيه جسده على الدابة جعلت نواييفه تعادله من الجانب الآخر وانا وفتى ومعي الفقيه الاديب ابو الحسن محمد بن جبير كاتب السيد في عيود صاحبي ابو الحكم عمر و ابن السراج الساسخ فالتفت ابو الحكم اليا وقال لا تنظرون الي من يعادل الامام ابن رشد في مراكبه هذا الامام وهذه اعماله يعني نواييفه فقال ابن جبير يا ولدي لم ما طررت لافص فوك فقيدها عندي وعطية وقد كثر رحم الله جميعهم وما بقي من تلك الجماعة غيري وقلنا في ذلك

هذا الامام وهذه اعماله * يا ليت شعري هل انت آتاه

وكان هذا القطب مداوى الكوم قد اظهر سر حركة الفلك وانه لو كان على غير هذا الشكل الذي اوجده الله عليه لم يصح ان يتكون شيء في الوجود الذي تحت محيطه وبين الحكمة الالهية في ذلك ليري الالاب علم المتق الاشياء وانه بكل شيء علم لاله الاوهو العليم الحكيم وفي معرفة الذات والصفات علم ما اشار اليه هذا القطب فلو تحرك غير المستبعد بل ما علم الخلاه بحركته وكانت احياز كثيرة تنفي في الاخلاء فكان لا يتكون عن تلك الحركة تمام امر وكان ينقص منه قدر ما نقص من عمارة تلك الاحياز بالحركة وذلك بمشيئة الله تعالى وحكمته الحار بنفي وضع الاسباب واخبر هذا القطب ان العالم موجود ما بين المحيط والنقطة على مراتبهم وصغر اقلهم وعظمه وان الاقرب الى المحيط اوسع من الذي في جوفه فيومما كبر ومكانه اتسع ولانها اتسع وهو الى التحق بالقوة والصفاء اقرب وما انحط الى العناصر نزل عن هذه الدرجة حتى الى كرة الارض وكل جزء في كل محيط يقابل ما فوقه وما تحته بذاته لا يربد واحد على الآخر حتى وان اتسع الواحد وصافى الآخر وهذا من ابراد الكبر على الله غير الواسع على الضيق من غير ان يوسع الضيق او يضيق الواسع والشكل ينظر الى السقطة بذواتهم والسقطة مع صغرها تنظر الى كل جزء من المحيط بها بذاتها فالتحصر المحيط والمختصر منه السقطة وبالعكس فانظر ولما انحط الامر الى العناصر حتى انتهى الى الارض كثر عكره مثل الماء في الحب والزيت وكل مانع في الدن ينزل الى اسفله عكرو يصفوا اعلاه والمعنى في ذلك ما يجده عالم الطبيعة من الحب المانعة عن ادراك الانوار من العلوم والتجليات بكدورات الشهوات والشبهات الشرعية وعدم الورع في الحسان والنظر والسماع والعلم والمشرّب والملبس والمركب والنكح وكدورات الشهوات بالانكباب عليها والاستغراق فيها وان كانت حلالا وانما يمنع نيل الشهوات في الآخرة وهي اعظم من شهوات الدنيا من التجلي لان التجلي هناك على الابصار وليس ابصار بمحل للشهوات والتجلي هنا في الدنيا انما هو على البصار واليوطن دون الطاهر واليوطن محل الشهوات ولا يجمع التجلي والشهوة في محل واحد فلهاذا جميع العارفين والزهاد في هذه الدنيا الى العمل من نيل شهواتها والشغل بكمب حطامها وهذا الامام هو الذي اعلم ان محامه ان ثم حاله لا بد له من ابدال بمحط الله به لانه لا يمكن لكل بدل اقليم والهم تنظر روحانيات الشهوات السبع في كل شخص به قوة

من روحانيات الانبياء السالكين في هذه السموات وهم ابراهيم الخليل يليه موسى بابهرون يشاوله ادريس
 يشاوله يوسف - لوه عيسى يشاوله آدم سلام الله عليهم اجمعين - وأما يحيى فله تودة بين عيسى وبين هرون فيزل على
 قلوب هؤلاء الابدال اناس من حقاني هؤلاء الانبياء عليهم السلام ونظر اليهم هذه الكواكب السبعة بما أودع الله
 تعالى في سبحانته في أفلاكها بما أودع الله في حركات هذه السموات السبع من الامرار والعلوم والآثار العلوية
 والسفلية قال تعالى وأوحى في كل سماء أمرها فلم في قلوبهم في كل ساعة وكل يوم بحسب ما به عليه صاحب تلك
 الساعة وسلطان ذلك اليوم فكل أمر علمي يكون في يوم الأحد في مادة ادريس عليه السلام وكل أثر علوي يكون
 في ذلك اليوم في عنصر الهواء والنار فمن سباحة الشمس ونظرها المودع من الله تعالى فيها وما يكون من أثر في عنصر
 الماء والتراب في ذلك اليوم فمن حركة الفلك الرابع وموضع هذا الشخص الذي يحفظه من الاقليم الاقليم الرابع فما
 يحصل لهذا الشخص المخصوص من الابدال بهذا الاقليم من العلوم علم أسرار الروحانيات وعلم النور والضياء وعلم
 البرق والشماع وعلم كل جسم متغير وماذا استنار وما المزاج الذي أعطاه هذا القبول مثل الحجاب من الحيوان
 وكاصول شجر التين من النبات وكسجرامهمى والياقوت وبعض لحوم الحيوان وعلم الكمال في المعدن والنبات
 والحيوان والانسان والملك وعلم الحركة المستقيمة حينما ظهرت في حيوان وأنبات وعلم معالم التأسيس وانفاس
 الانوار وعلم خلق الارواح المدبرات وإيضاح الامور المبهمة وحل المشاكل من المسائل الغامضة وعلم النفحات
 الفلكية والهلوية وأصوات آلات الطرب من الاوتار وغيرها وعلم المناسبة بينها وبين طبائع الحيوان والالنبات منها
 وعلم ما اليه تنهى المعاني الروحانية والروائح العطرة وما المزاج الذي عطرها وماذا ترجع وكيف ينقلها الهواء الى
 الادراك الشمسي وهل هو جوهرا عرض كل ذلك يناله ويعلمه صاحب ذلك الاقليم في ذلك اليوم وفي سائر الايام
 في ساعات حكم حركة ذلك الفلك وحكم ما فيه من الكواكب وما فيه من روحانية النبي هكذا الى تمام دورة الجمعة وكل
 أمر علمي يكون في يوم الاثنين من روحانية آدم عليه السلام وكل أثر علوي في عنصر الهواء والنار فمن سباحة القمر
 وكل أثر سفلي في عنصر الماء والتراب فمن حركة فلك السماء الدنيا وهذا الشخص الاقليم السادس فما يحصل لهذا البدل
 من العلوم في يوم الاثنين وفي كل ساعة من ساعات أيام الجمعة ما يكون لهذا الفلك حكم في عالم السعادة والشقاء
 وعلم الاسماء وما لها من الخواص وعلم المد والجزر والرياح والقصور وكل أمر علمي يكون في يوم الثلاثاء من روحانية
 هارون عليه السلام وكل أثر علوي في عنصر النار والهواء من روحانية الاخر وكل أثر سفلي في ركن الماء والتراب فمن
 حركة الفلك الخامس ولهذا البدل من الاقليم الاقليم الثالث فما به عليه من العلوم في هذا اليوم وفي ساعاته من الايام علم
 تدبير الملك وسياحته وعلم الحية والحماية وترتيب الجيوش والقتال وما كابد الخروب وعلم القربان ودع الحيوان وعلم
 أسرار ايام النحر ومرياته في سائر البقاع وعلم الهدى والضلال وتبذير الشهوة من الدليل وكل أمر علمي يكون في يوم
 الاربعاء من روحانية عيسى عليه السلام وهو يوم النور وكان له نظر الياني في دخول في هذا الطريق التي نحن اليوم
 عليها وكل أثر في عنصر النار والهواء من روحانية سباحة الكتاب في فلكه وكل أثر سفلي في ركن الماء والتراب فمن
 حركة فلك السماء الثانية وللبدل صاحب هذا اليوم الاقليم السادس وما يحصل له من العلوم في هذا اليوم وفي ساعاته من
 الايام علم الاوهام والالهام والوحى والآراء والافئدة والرؤيا والعبادة والاختراع الصناعات والمعدن وعلم الفلك الذي
 يعلق بسبعين الفهم وعلم التعاليم وعلم الكتابة والآداب والزجر والكهانة والسحر والطلسمات والعزائم
 وكل أمر علمي يكون في يوم الخميس من روحانية موسى عليه السلام وكل أثر علوي في ركن النار والهواء من سباحة
 المشتري وكل أثر سفلي في عنصر الماء والتراب فمن حركة فلكه ولهذا البدل من الاقليم الاقليم الثاني وما يحصل له من
 العلوم في هذا اليوم وفي ساعاته من الايام علم النبات والنواميس وعلم اسباب الخير ومكارم الاخلاق وعلم القربان
 وعلم قول الاعمال واين ينتهي صاحبها وكل أمر علمي يكون في يوم الجمعة ما يكون لهذا الشخص الذي يحفظ الله
 به الاقليم الخامس من روحانية يوسف عليه السلام وكل أثر علوي يكون في ركن النار والهواء من نظر كوكب الزهرة :

وكل أثر سفل في ركن الماء والارض فن حركة فك الزهرة وهو من الامر الذي أوصى الله في كل سماء وهذه الآثار هي
الامر الالهي الذي تنزل بين السماء والارض وهو في كل ما يولد بينهما بين السماء بما ينزل منها وبين الارض بما يقبل
من هذا النزول كما يقبل رحم الانبياء من الماء من الرجل لتكوين والهواء الرطب من الطير قال تعالى خالق سبع سموات
ومن الارض مثلهم تنزل الامر بينهم لتعلموا ان الله على كل شئ قدير والقدره ما لم تعلق الا باليجاد فلهذا ان
المقصود هذا النزول انما هو التكوين وما يحصل له من العلوم في هذا اليوم وفي ساعاته من الايام علم التصور من حضرة
الجل والاس وعلم الاحوال وكل امر علمي يكون في يوم السبت لهذا السبيل الذي لحظ الافليم الاول فن
روحانية ابراهيم الخليل عليه السلام وما يكون فيه من اثر علوي في ركن النار والهواء فن حركة كوكب كيون في
فلكه وما كان من اثر في العالم السفلي ركن الارض والماء فن حركة فلكه يقول تعالى في الكواكب السيارة كل في
فلك يسبحون وقال تعالى وباتجهم هم يهتدون تخافها للاعتداء بها وما يحصل له من العلوم في هذا اليوم وفي
ساعاته من باقي الايام ليل ونهارا علم النبات والتكوين وعلم الدوام والبقاء وعلم هذا الامام بمقامات هؤلاء الابدال
وهجبراهم وقال ان مقام الاول وهجيره ليس كشئ شئ وسبب ذلك كون الاوليه اذ لو تقدم لمسحله
الاوليه قد كره مناسب لقامه ومقام الشخص الثاني في هجيره لنقد البحر قبل أن تنفذ كليات ربي وهو مقام العلم
الالهي وتملقه لا ينهي وهو الثاني من الاوصاف فان اول الاوصاف الحياه ويليها العلم وهجيره الشخص الثالث ومقامه
وفي انفسكم افلا تبصرون وهي المرتبة الثالثه فان الآيات الارل هي الاسماء الالهيه والآيات الكوا في الآفاق والآيات التي
على التواتر في انفسا قال تعالى سترهم آياتنا في الآفاق وفي انفسهم ولهذا احصى هذا الهجبر الثالث من الابدال
ومقام الرابع في هجيره يا بني كست نرا وهو الركن الرابع من الاركان الذي يطلب المركز عنده من بقوله فليس
لنقطه الاكراه اقرب من الارض وتلك النقطه كانت سبب وجود المحيط فهو يطلب القرب من الله موجد الاشياء ولا
يحمل الايات واضع ولا أثر في التواضع من الارض وهي منابع العلوم وتفجر الانهار وكل ما ينزل من المعصرات قائما هو
من بخارات الرطوبات التي تصعد من الارض مها تفجر العيون والانهار ومنها تخرج البخارات الى الجوف فتسحيل
ماء فينزل غيثا فلهاذا اختص الرابع بالرابع من الاركان ومقام الخامس فاسألوا اهل الذكر ان كنتم لا تعلمون ولا
يسأل الا ان لو دلالة في مقام الطفولة من الطفل وهو الله اقل تعالى أخرجه من سلون انما انكم لا تعلمون شيئا فلا
يعلم حتى يسأل فالوله في المرتبة الخامسة لان انتهاء أربعة وهن الاركان فكان هو الدين الخامسة فلهاذا كان السؤال
هجبر الدل الخامس من بين الابدال وأما مقام السادس فهجيره أقوض أمرى الى الله وهي المرتبة السادسة
فكانت السادسة وما كان السادسة لانه في المرتبة الخامسة كاذ كذا يسأل وقد كان لا يعلم بعد مسائل علم والماعلم
تحقق بعلمه به به وقوس أمره اليه لانه علم أن أمره ليس بيده من شئ وان الله يفعل ما يريد فقال قد علمت ان الله
لما ملكني أمرى وهو يفعل ما يريد علمت ان التوفيق في ذلك أرجح لي فلذلك اعتضده هجيرا ومقام السابع
انما عرضنا الامانة وذلك ان لها الرتبة السابعة وكان أيضا تكوين آدم المبرع عن بالانسان في الرتبة السابعة فانه عن
عقل ثم نفس ثم هياء ثم فلك ثم فاعلان ثم متفعلان فهذه ستة ثم تكون الانسان الذي هو آدم في الرتبة السابعة
ولما كان وجود الانسان في السبلة ولها من الزمان في الدلالة سبعة آلاف سنة فوجد الانسان في الرتبة السابعة من
المدة فاحل الامانة الامس بحقق السبعة وكان هذا هو السابع من الابدال فلذلك اعتضده هجيرا هذه الآيات فلهذا قيل
مراتب الابدال واخرت ان هذا القطب الذي هو مداوى الكون كان في زمان حبه في هيكله وولايته في العالم اذا
وقب وقبول وقفته سمعون فيبلة كلهم قد ظهرت فيهم المعارف الالهيه وأسرار الوجود وكان ابد الابدعى كلامه السبعة
ومكث زمانا طويلا في محابه وكان بعين في زمانه من محابه شخصا فاضلا كان اقرب الناس اليه مجلسا كان اسمه
المستلم فلما درج هذا الامام في مقامه في القطبية المستقيم وكان غالب علمه علم الزمان وهو علم شريفه يعرف
الارل وبه يدركه علمه السلام كان الله ولانهم معه وهذا علم لا يعلمه الا الافراد من الرجال وهو المبرع عنهم في هذا العلم

ودهر الدهور وعن هذا الازل وجد الزمان وبه تسمى الله بالدهر وهو قوله عليه السلام لا نبينا الدهر فان الله هو الدهر والحديث صحيح ثابت ومن حصل له علم الدهر لم يقف في شيء ينسب الى الحق فان له الاتساع لا عظم ومن هذا العلم تعددت المقالات في الاله ومنه اختلفت العقائد وهذا العلم يقبها كلها ولا يرد منها شيئاً وهو العلم العام وهو انظر الالهي وأمراره عجيبة ماله عين موجودة وهو في كل شيء كما يقبل الحق نسيته وقبل الكون سنة هو سلطان الاسماء كلها المعينة والمهيبة عندها فكان لهذا الامام في اليد البيضاء وكان له من علمه بدهر الدهور علم حكمة الدينامي لعباها ولم يسمي لعبا وانه وجدته وكثيرا ما ينسب اللعب الى الزمان فيقال لعب الزمان بالله وهو متعاقب السابقة وهو الخاف في العالوية وكان هذا الامام يذم الكسب ولا يقول به مع معرفته بحكمته ولكن كان يرقى بذلك هم أصحابه عن التعلق بالوسائط أخبرته انه مات حتى علم من أسرار الحق في حلقه ستة وثلاثين ألف علم وحداثة علم من العلوم العلية خاصة ومات رحمه الله وولي بعده شخص فاضل اسمه مطهر الحق عاش مائة وخمسين سنة ومات وولي بعده الهاشمي وكان كبير الشأن ظهر بالسيف عاش مائة وأربعين سنة مات مقتولا في غزاة كان الغالب على حاله من الاسماء الالهية القهار ولم يقتل وولي بعده شخص يقال له لقمان وانه أعلم وكان ياقب واضع الحكم عاش مائة وعشرين سنة كان عارفا بالترتيب والعلوم الرباعية والالهيية وكان كثير الوصية لاصحابه فان كان هو لقمان فقد ذكر الله لنا ما كان يوصي به انه مما يدل على رتبته في العلم بالله وتحريره على القصد والاعتدال في الاشياء في عموم الاحوال ولما مات رحمه الله وكان في زمان داود عليه السلام وولي بعده شخص اسمه الكاسب وكان له قدم راسخة في علم المناسبات بين العالمين والمناسبة الالهية التي وجد لها العالم على هذه الصورة التي هو عليها كان هذا الامام اذا أراد اظهار أثر ما في الوجود نظري نفسه الى المؤثر فيه من العالم العلوي بطريقة مخصوصة على وزن معلوم فيظهر ذلك الاثر من غير مباشرة ولا حيلة طبيعية وكان يقول ان الله أودع العلم كله في الاولئك وجعل الانسان مجموع رقائق العالم كله في الانسان الى كل شيء في العالم رقيقة متحدة من تلك الرقيقة يكون من ذلك الشيء في الانسان ما أودع الله عند ذلك الشيء من الامور التي أمره الله عليها ليؤديها الى هذا الانسان وتلك الرقيقة يحرك الانسان العارف ذلك الشيء لما يريده مما من شيء في العالم الاولئك أثر في الانسان وللانسان أثر فيه فكان لهذا كشف هذه الرقائق ومعرفة ما هي مثل أشعة النور وعاش هذا الامام ثمانين سنة ولما مات ورثته شخص يسمى جامع الحكم عاش مائة وعشرين سنة له كلام عظيم في أسرار الابدال والتشبيخ والتلخيص وكان يقول بالاسباب وكان قد أعطى أسرار النبات وكان له في كل علم غنص باهل هذا الطريق قدم وفيما ذكرناه في هذا الباب غنية وانه يقول الحق وهو يهدي السبيل

﴿الباب السادس عشر﴾

في معرفة المنازل السفلية والعلوم الكونية ومبدأ معرفة الله منها ومعرفة الاوتاد والابدال ومن تولاهم من الارواح العلية وترتيب افلاكها

علم الكتائب اعلام مرتبة • هي الدليل على المطلوب للرسول
وهي التي حجت أسرار ذي جلاله • وهي التي كشفت معالم السبيل
لها من العالم العلوي سبعت • من الحلال وخذ علوا الى زحل
لولا الذي أوجد الاوتاد أربعة • رمي بها الارض فأبرزت من الميل
لما استقر عليها من يكون بها • فأعجب له مثلا ناهيك من مثل

اعلم أيديكم ان الله انقذ ذكرنا في الباب الذي قبل هذا منازل الابدال ومقاماتهم ومن تولاهم من الارواح العلية وترتيب افلاكها والنفوس فيهم من الآثار وما لهم من الاقاليم فلقد ذكر في هذا الباب ما بقي مما تجرت عليه المنازل السفلية هنا عبارة عن الجهات الاربع التي يأتي منها الشيطان الى الانسان وسميت اها سفلية لان الشيطان من عالم السفلى فلا يأتي الى الانسان الا من المار التي تناسبه وهي اليمين والشمال والخلع والامام قال تعالى ثم لا يبينهم من بين أيديهم ومن

خلفهم وعن أيمانهم وعن ثباتهم ويستعين على الإنسان بالطبع فإنه المساعد له فيما يدعو اليه من اتباع الشهوات فامر الإنسان أن يقاومه من هذه الجهات وأن يحصن هذه الجهات بما أمره الشرع أن يحصنها به حتى لا يعبد الشيطان إلى الدخول اليه منها سبيلا فإن جاءك من بين يديك وطردته لاحث لك من العلوم علوم النور مئة من الله عليك وجزاء حيث آثرت جانب الله على هلاكك وعلوم النور على قسمين علوم كشف وعلوم برهان بصحيح فذكر فيحصل له من طريق البرهان ما يرد به شبه الحقلة القادحة في وجود الحق وتوحيد وأسمائه وأفعاله في البرهان يرد على المظلة ويدل على انبأ وجود الاله وبه يرد على أهل الشرك الذين يجعلون مع الله آله آخر ويدل على توحيد الاله من كونه الها وبه يرد على من ينفي أحكام الاسماء الالهية وصحة آثارها في الكون ويدل على اثباتها بالبرهان السمي من طريق الاطلاق وبالبرهان العقلي من طريق المعاني وبه يرد على نفاة الافعال من الفلاسفة ويدل على انه سبحانه فاعل وان المفعولات مراد له سماعا وعقلا وأما علوم الكشف فهو ما يحصل له من المعارف الالهية في التجليات في المظاهر وان جاءك من خلفك وهو ما يدعو اليه أن تقول على الله ما لا تعلم وتدعى النبوة والرسالة وان الله قد أوحى اليك وذلك ان الشيطان إنما ينظر في كل ملة كل صفة علق الشارع المذمة عليها في تلك الامة فأمرك بها وكل صفة علق الحمدة عليها هناك عنها هذا على الاطلاق والملك على النقيض منه يأمرك بالمحمود منها ويهاك عن المذموم فإذا طردته من خلفك لاحث لك علوم الصدق ومنازله وأين يتسمى بصاحبه كما قال تعالى في مقدمه صدق الان ذلك صدقهم هو الذي أقدمهم ذلك المقدم عندملكك مقتدر فان الاقتدار يناسب الصدق فان معناه القوي يقال ربح صدق أي صلب قوى ولما كانت القوة صفة هذا الصادق حيث قوى على نفسه فلم يترن بمالبس له والتمز الحق في أقواله وأحواله وأفعاله وصدق فيها أقدمه الحق عندملكك مقتدر أي أطلعه على القوة الالهية التي أعطته القوة في صدقه الذي كان عليه فان الملك هو الشديد أيضا فهو مناسب للقدر قال قيس بن الخطيم بصف طعنة

ملكك بها كفي فاهرت فتقها * يرى قائم من دنه ما وراها

أي شددت كفي بها يقال ملكك الجين اذا شدت عنه فيحصل لك اذا خالفت في هذا الامر الذي جاءك به علم تعاقب الاقتدار الالهى بالابحاد وهي مسألة خلاف بين أهل الحقائق من أصحابنا وبحصل لك علم العصمة والحفظ الالهى حتى لا يؤثر فيك وهمك ولا يغريك فتكون خالصا بلك وان جاءك من جهة اليمين فقويت عليه ودفعته به اذا جاءك من هذه الجهة الموصوفة بالقوة فإنه يأ في اليك ليضرب ايمانك ويقتنك ويطي عليك شبهات أدلتك ومكاشاتك فإنه في كل كشف يطلعك الحق عليه أمر من عالم الخيال ينصبه لك مثابها لخالك الذي أنت به في وقتك فان لم يكن لك علم قوى بما تميز به بين الحق وما يخجله لك فتكون موسى المقام والا تنس عليك الامر كما خيلت السحرة للعامة ان الخيال والعصى حيات ولم تكن كذلك وقد كان موسى عليه السلام لما أتى عصاه فكانت حية تسمى خاف منها على نفسه على مجرى العادة وانما قدم الله بين يديه معرفة هذا قبل جمع السحرة ليكون على يقين من الله انها آية وانها لانصره وكان خوفه الثاني عند ما لقت السحرة الخيال والعصى فصارت حيات في أصار الحاضرين على الامة كشلا يلبس عليهم الامر فلا يفرقون بين الخيال والحقيقة أو بين ما هو من عند الله وبين ما يس من عند الله فاختلقت تعاقب الخوفين فإنه عليه السلام على بنه من ربه قوى الجاش بما تقدم له اذ قبل في الالتقاء الاول خذها ولا تخف سمعها سبرتها الاولى أي ترجع عما كانت في عينك فأخفى تعالى العصار وروحية الحية البرخية فتألفت جميع حيات السحرة المنحيلة في عبون الحاضرين فلم يبق لتلك الخيال والعصى عين ظاهرة في أعينهم وهي ظهور مجتمة على محجمهم في صور حبال وعصى فأبصرت السحرة والناس حبال السحرة وعصيم التي ألغوها حبالا وعصيا فهذا كان تلفها لانها تقدمت الخيال والعصى اذ لو انتم لم تدخل عليهم التليس في عصاموسى وكانت الشبهة تدخل عليهم فلما رأى الناس الخيال حبالا علموا أنها مسكية طبيعية بضد ما قوة كبدية روحانية فتألفت عصاموسى صور الحيات من الخيال والعصى كما يبطل كلام الختم اذا كان على غير حق أن يكون حجة لان ما في به يمدح بل في محموم معه ولا

عند المؤمنين وروى عنهم كونه حجة فلما علمت السحرة قدر ما جاء به موسى من قوة الخلة وأنه خارج عما جاء به
وعصفت شعوبه جاء به على ما جاء به ورأوا خوفه علموا أن ذلك من عند الله ولو كان من عنده لم يخف لأنه يعلم ما يجري
فأنته السحرة خوفاً وأنته عند الناس تلقف عصاه فانت السحرة قبل كانوا ثمانين ألف ساحر وعلموا أن أعظم
الآيات في هذا الموضع تلقف هذه الصور من أعين الناظرين وابقاء صور حية عصا موسى في أعينهم والحال عندهم
أحدة فعلموا صدق موسى فيما يدعونه اليه وأن هذا الذي أتى به خارج عن الصور والحيل المعروفة في السحر فهو أمر
إلهي ليس لموسى عليه السلام فيه فعل فصدقوا برسالته على بصيرة واختاروا عذاب فرعون على عذاب الله وآثروا
الآخرة على الدنيا وعلموا من عامهم بذلك أن الله على كل شيء قدير وأن الله قد أحاط بكل شيء علماً وأن الخفافين
لا يتبدل وأن عصا موسى ببطونة في صورة الحية عن أعين الجميع وعن الذي ألقاها نحو قوة الذي شهدوا أنه بهذه الفائدة
العلم وأن جاءك الشيطان من جهة الشمال تشبهات التعطيل أو وجود الشريك لله تعالى في الوهية فطردته فإن الله
يقولك على ذلك بدلائل التوحيد وعلى النظر فإن الخلق للعطلة ودفعهم بضرورة العلم الذي يعلم به وجود الباري والخلق
للتعطيل والشمال للشرك واليمين للضعف ومن بين أيديهم التشكيك في الحواس ومن هنا حصل التلبس على
السوقراطية حيث أدخل لهم الغلط في الحواس وهي التي يندب إليها أهل النظر في صحة أدلتهم وإلى البديهيات في العلم
الاطمي وغيره فلما أظهر لهم الغلط في ذلك قالوا ما نعلم أصلاً يوثق به فإن قيل لم فهذا علم بأنه ما نعلم وما سنذكره
غير قائم به قالوا وكذلك يقولون قولنا هذا ليس يعلم وهو من جهة الأغايط يقال لم فقد علمتم أن قولكم هذا ليس
بعلم وقولكم أن هذا أيضاً من جهة الأغايط أثبات ما نفيوه فادخل عليهم الشبهة فيما يستندون إليه في تركيب مقدماتهم
في الأدلة ويرجعون إليه بها ولهذا اعتصمنا الله من ذلك فلم يعمل لأحسن علما لجهة واحدة وإن الذي يدركه الحس حتى فإنه
موصول ما هو كما لم شاهد وإنما العقل هو الحاكم والعاطم مسوب إلى الحاكم في الحكم ومع ما وعد القائلين بلفظ الحس
وغير القائلين به أن العقل بلفظ إذا كان ما فادعنا إلى طر المسكر فالطر ينقسم إلى صحيح وقاسد فهذا هو من
بين أيديهم ثم تعلم أن الإنسان قد جعله الحيوان في ترتيب مدية بدنه وجعل القلب بين القسمين منه كالفاصل بين
الشبيين جعل في القسم الأعلى الذي هو الرأس جميع القوى الحسية والروحية وما جعل في النصف الآخر من القوى
الحسية الاحساسية ليس يدرك الحسن والاب والحر والبارد والرطب واليابس وروحه الحساس من حيث هذه القوة
الخاصة السارية في جميع بدنه لا غير ذلك وأما من القوى الطبيعية المنطقية بتدبير البدن فالقوة الحاذية وبها تنجذب
الحس الحيوانية ما به صلاح العضو من الكبد والقلب والقوة الماسكة وبها تمسك ما جذبه الجاذبة على العضو حتى
يأخذ منه ما فيه منافع فإن قلت فإذا كان المقصود المنفعة في أن يدخل المرض على الجسد فاعلم أن المرض من الزيادة
على ما يستحقه من الغذاء والنقص عما يستحقه فهذه القوة ما عند هامي زان الاستحقاق فإذا اجتذبت زائد على
ما يحتاج إليه البدن أو نقصت عنه كان المرض فإن حقيقة الجذب ما حقيقة الميزان فإذا أخذته على الوزن الصحيح
فذلك لم يلزمك الاتفاق ومن قوة أخرى لا يحكم القصد وذلك ليعلم المحدث نفسه وإن الله يفعل ما يريد وكذلك فيه
أيضا القوة الدافعة وبها يفرق البدن فإن الطبيعة ما هي دافعة بغيرها خصوصاً لأنها تعجز الميزان وهي محكومة لا مرأى
من فضول نظر في المراج تطهير القوة الشهوانية وكذلك أيضاً هذا كله سار في جميع البدن علواً وسفلاً وأما سائر القوى
فجعلها النصف الأعلى وهو النصف الاثني عشر في محل وجود الحياتين حياة لهم وحياة النفس فأى عضومات من هذه
الاعضاء زالت عنها القوى التي كانت فيه من الشروط وجودها بوجود الحياة وما لم يزلت العضو وطراً على محل قوة ما خلل
فإن حكمه لا يفسد ويتخط ولا يعطى علماً صحيحاً كحل أخیال إذا طرأت فيه علة فآخیال لا يبطل وإنما يبطل قبول
الصحة فيما يراه علماً وكذلك العقل وكل قوة روحانية وأما القوى الحسية فهي أيضاً موجودة لكن نظر أعجب بينها
وبين مدركتها في العضو القائمة به من ما ينزل في العين وغير ذلك وأما القوى في مجالها ما زالت ولا رحت ولكن العجب
طرأت فتمت خلاصتها هذا العجب وبه وهو الظلمة التي يحدها فهي ظلمة العجب فشده العجب وكذلك ذاتي

مهم لا بد له منه وقد يكون الواحد أو كلهم مجتمع أو يجمعون علم الجماعة وزيادة ولكن الخاص لكل واحد منهم
 ما ذكرنا من العدد فهو شرط فيه وقد لا يكون له ولا الواحد منهم علم زاد لمن الذي عند أمهات ولا عاينهم عددهم فهم
 من له الوجه وهو قوله تعالى عن أبيس ثم لا يتنهم من بين أيديهم ومن خلفهم وعن أيمنهم وعن شمالهم ولكل جهة
 وتبشع يوم القيامة فيمن دخل عليه أبيس من جهته فالتى له الوجه له من العلوم علم الاصطلام والوجد والشوق
 والعشق وغامضات المسائل وعلم النظر وعلم الرياضة وعلم الطبيعة والعلم الإلهي وعلم الميزان وعلم الأنوار وعلم
 السجحات الوجهية وعلم المشاهدة وعلم الفناء وعلم تسخير الأرواح وعلم استئزال الروحانيات العلى وعلم الحركة
 وعلم أبيس وعلم المجاهدة وعلم الحشر وعلم النشر وعلم موازين الأعمال وعلم جهنم وعلم الصراط والتقى له
 الشبال لعلم الأسرار وعلم الغيوب وعلم الكنوز وعلم النبات وعلم المعدن وعلم الحيوان وعلم خفيات الأمور
 وعلم المياه وعلم التكوين وعلم التلوين وعلم السوخ وعلم الثبات وعلم المقام وعلم القدم وعلم القصول المقومة
 وعلم الأعيان وعلم الكون وعلم الدنيا وعلم الجنة وعلم الخلود وعلم انقليات والذي له العلم له علم البرازخ
 وعلم الأرواح العزضية وعلم منطق الطير وعلم لسان الرياح وعلم التنزل وعلم الاستعالات وعلم الزبر وعلم
 مشاهدة القنات وعلم تحريك النفوس وعلم المبل وعلم المعراج وعلم الرسالة وعلم الكد وعلم الانقاس وعلم
 الأحوال وعلم السماع وعلم الحبرة وعلم الهوى والذي له الخاف له علم الحياة وعلم الأحوال المعنوية بالفتايد وعلم
 النفس وعلم التجلى وعلم المنصات وعلم النكاح وعلم الرحمة وعلم التعاطف وعلم التودد وعلم لتدوق وعلم
 الشرب وعلم الزرى وعلم حواهر القرآن وعلم درر الفرقان وعلم المسارات وعلم شخص كاد كماله
 من هذه العلوم ما زاد على ذلك فذلك من الاختصاص الإلهي فهذا قد سد مراتب الأرواد كفى الباب الذى قبله يينا
 ما يختص به الأبدال وينافى فضل المنازل من هذا الكتاب ما يختص به القلوب والأمان مستوى الأصول فى باب محصه
 وهو السبعون ومائتان من أنواع هذا الكتاب والله يقول الحق وهو يهدي السبيل

باب السابع عشر فى معرفة انتقال العلوم السكونية وبيان من العلوم الإلهية المادة فعلمه

علوم الكون تنقل انتقالا • وعلم الوجه لا يرجو زوالا
 فثبتها وتنفيها جميعا • وتقطع نخبها حالا خالدا
 الهى كيف يعلمكم سواكم • وثلك من تبارك أو تعالى
 الهى كيف يعلمكم سواكم • وهل غير يكون لكم مثلا
 ومن طلب الطريق بلا دليل • الهى لنفسه طلب المحال
 الهى كيف تنهواكم قلوب • وما ترجو التألف والوصال
 الهى كيف يعرفكم سواكم • وهل شئ سواكم لا ولا
 الهى كيف تبصركم عبون • ولست النبرات ولا الدلالا
 الهى لا ترى نفسى سواكم • وكيف أرى المحال أو الفلالا
 الهى أنت أنت وإن أنى • لطلب من ابنتك النوالا
 لفقر فام عندى من وجودى • توله من غناك فكان حالا
 وأطلعنى بإظهارنى اليه • ولم يرى سواه فكنت آلا
 ومن قصد السراب يريد ماء • يرى عسبن الحياة بهزلا
 أنا الكون الذى لا شئ مثلى • ومن أنامنه قبل المثالا
 وذامن أعجب الأشياء فانظر • عاك ترى مماثلة استعحالا
 فماتى الكون غير وجود فرد • نزه أن يقاوم أو بشالا

اعلم أيديكم الله ان كل ما في العالم منتقل من حال الى حال فعالم الزمان في كل زمان منتقل وعالم الانفس في كل نفس وعالم
التجلى في كل نجل والاله في ذلك قوله تعالى كل يوم هو في شأن وأيده قوله تعالى سفيركم بها فلان وكل
انسان بعد من نفسه تنوع الخواطر في قلبه في حركته وسكاته فامن قلب يكون في العالم الاعلى ولا سهل الا وهو عن
توجه الهى تنجل حص لتلك العين فيكون استناده من ذلك التحلى بحسب ما نقطه حقيقته واعلم ان المعارف
الكونية منها علوم مأخوذة من الاكوان ومعلوماتها كوان وعلوم تؤخذ من الاكوان ومعلوماتها اسباب والاسباب
ليست باكوان وعلوم تؤخذ من الاكوان ومعلوماتها ذات الحق وعلوم تؤخذ من الحق ومعلوماتها الاكوان وعلوم تؤخذ
من النسب ومعلوماتها الاكوان وهذه كلها تدعى العلوم الكونية وهي تنتقل بانتقال معلوماتها في احوالها وصورة
انتقالها ايضا ان الانسان يطلب ابتداء معرفة كون من الاكوان أو يستخذد دليلا على مطلوبه كون من الاكوان فاذا
حصل له ذلك المطلوب لاح له وجه الحق فيمليه ذلك الوجه المطلوب باله فتعاقب به هذا الطالب وترك قصده الاول وانتقل
العلم يطلب ما يعطيه ذلك الوجه فمهم من يعرف ذلك ومنهم من هو حاله هذا ولا يعرف بالانتقل عنه لاما انتقل اليه حتى
ان بعض أهل الطريق زل فقال اذارأيت الرجل يقيم على حال واحد قار بعين يومئذ فاعلم انه مرأى عجب اوهل تعطى
الحقائق ان يبقى أحد نصيب أو زمانين على حال واحدة فتكون الالوهية مظلة الفصل في حق هذا الما لا ينشور الان هذا
المعارف لم يعرف ما يراد بالاتقال بكون الانتقال كان في الامثال فيكان ينتقل مع الانفس من الشيء الى الشيء فالتبست
عليه الصورة بكونه متغير عليه من الشخص حاله لا زل في تحيله كما يقال فلان مارال اليوم ماشيا وما قد ولا شك ان
الشيء حركات كثيرة متتالية وكل حركة ما هي عين الاخرى بل هي مثله او علمك ينتقل بالانتقال فيقول ما تغير عليه
الحال وكما تغيرت عليه من الاحوال

فصل وأما انتقال العلوم الالهية فهو الاسترسال الذي ذهب اليه أبو الهادي امام الحرميين والعلامة الثاني ذهب
اليها محمد بن عمر بن الخطيب الرازي وأما أهل القدم الراسخة من أهل طار بن فلافلين ولول هو بالانتقال فان
الاشياء عند الحق مشهودة معلومة الالهيان والاحوال على صورته التي تكون عليها ومنها اذا وجدت أعيانها الى
مالا ينشأ ولا يحدث تعلق على مذهب ابن الخطيب ولا يكون استرسال على مذهب امام الحرميين رضى الله عن
جميعهم والدليل العقلي الصحيح يعطى ما ذهبنا اليه وهذا الذي ذكره أهل الله وواقفهم عليه به عليه الكشف من
المقام الذي وراء طور العقل فصدق الجميع وكل قوة أعطت بحسبها فاذا وجد الله الالهيان دعا وأوحى بالاله وهي
على حالها بما كنشها وزمنها على اختلاف أمكنتها وزمنها فيكشف طابعها عن أعيانها وحوالها شيئا بعد شيء الى
مالا ينشأ على التتالي والتتابع فالامر بالسبب الى الله واحد كما قال تعالى وما أمرنا الا بالواحدة كل مع بالمر والكثرة
في نفس الله وذات وهذا الامر قد حصل لى وقت فلم يحتل عليه نافية وكان الامر في الكثرة واحدة بما ما غاب ولا
زال وهكذا شهد كل من ذاق هذا فهم في المثال كشخص واحد له احوال مختلفة وقد صورته واحدة بما ما غاب ولا
يكون عليها هكذا كل شخص وجعل بينك وبين هذه الصور حجاب فكشف لك عنها وأنت من جهة من له بها صورة
فأدرت جميع ما فيها عند رفع الحجاب بالنظر الواحدة فالخلق سبعه ما معدل بها عن صورها في ذلك الطبق بل كشف
طابعها وألبسها حالة الوجود لها فعاينت نفسها على ما تكون عليه أبدا وليس في حق نظرة الحق زمان ماض ولا
مستقبل بل الامور كلها معلومة له في مراتبها ابتداء صورها فبها او مراتبها لا توصف بالتناهي ولا تنحصر ولا حد لها
تقف عنده فكذلك هو ادراك الحق تعالى للعالم وجميع الممكنات في حال عدمها ووجودها فبها تنوعت الاحوال في خيالها
لا في علمها فاستفادت من كشفها لذلك علمها لم يكن عندها لاطلة لم تكن عليها فتعققت هذا فانها مسئلة خفية غامضة
تتعلق بسر القدر القليل من أهمها بان من يعترف عليها وأنه اتعلق علمها بالله تعالى فعلى قسمين معرفة بالذات الالهية
وهي موقوفة على الشهود والروية لكنهاروية من عبرا حاطة ومعرفة بكونه الها وهي موقوفة على أمرين أو أحدهما
وهو الوجود والامر الآخر العلم والاستدلال وهذه هي المعرفة المكتسبة وقال العلم بكونه مختارا فان الاختيار يعارضه

أحدية المشبهة فنسبته الى الحق اذا وصف به انما ذلك من حيث ما هو الممكن هاية لامن حيث ما هو الحق عايه قال تعالى ولكن حق الذولمنى وقال تعالى ائن حق عليه كلمة العذاب وقال ما يبذل القول لدى وما احسن ما تم به هذه الآية وما انا ظلام للعبيد وهما نبه على سر القدر وبه كانت الحجة الباقية لله على خاقه وهذا هو الذى يليق بحجاب الحق والذى يرجع الى السكون ولو شئت لآتينا كل نفس هداها فمناشانا ولكن استمدرك لتوصليل فان الممكن قابل للهداية والاضلالة من حيث تميته فهو موضع الانقسام وعليه ورد التقسيم وفي نفس الامر ليس لله فيه الامر واحد وهو معلوم عند الله من جهة حال الممكن (مسئلة) ظاهر معقول الاختراع عدم المثال في الشاهد كيف يصح الاختراع في امر لم يزل مشهودا له تعالى معلوما كافر رناه في عدم الله بالاشياء في كتاب المعرفة بانه (مسئلة) الاسماء الالهية بسبب اضافات ترجع الى عين واحدة اذا لم يصح هناك كثرة وجود اعيان فيه كما زعم من لا علم له بالله من بعض النظار ولو كانت الصفات اعيانازائدة وما هو الا الهالكات الالهية معلولة بها فلا يخلو ان تكون هي عين الاله فالشي لا يكون علة لنفسه أولا تكون قاطبة لا يكون معلولا لعلية ليست عيته فان العلة متقدمة على المعلول بالرتبة فيلزم من ذلك افتقار الاله من كونه معلولا لهذه الاعيان الزائدة فاني هي علة وهو محال ثم ان الذي المعلول لا يكون له علتان وهذه كثيرة ولا يكون اله الا اله باطل ان تكون الاسماء والصفات اعيانازائدة على ذاته تعالى اله عما يقول الظالمون علوا كبيرا (مسئلة) الصورة في المرأة جسد رزقي كالصورة التي رها للناسم اذا وافقت الصورة الخارجية وكذلك الميت والمكشوف وصورة المرأة صدق ما يعطيه البرزخ اذا كانت المرأة على شكل خاص ومقدار جرم خاص فان لم تكن كذلك لم تصدق في كل ما تعطيه بل تصدق في البعض واعلم ان اشكال المراتي تختلف فتختلف الصور فلو كان النظر بالانعكاس الى المراتي كبراه بعضهم لادركها الرائي على ما هي عليه من كبريها وقصرها ونقصها ونصير في الجسم الصغر بل اصغر الصور قامة السكيرة في نفسها صغيرة وكذلك الجسم الكبير الصغيل يكبر الصورة في عين الرائي ويخرجها عن حدتها وكذلك الدربس والطويل والمقوج فاذن ليست الانعكاسات تعطى ذلك فلم يمكن ان نقول الان الجسم الصغير قبل أحد الامور التي تعطى صور البرزخ ولهذا الاتعاق الرتبة فيها بالا محسوسات فان احتمال لا يملك الاله صورة محسوسة او مركب من اجزاء محسوسة تركبها القوة المصورة فتعطى صورة لم يكن لها في الحس وجودا صلا لكن اجزاء متركة منه محسوسة هذا الرائي بلا شك (مسئلة) اكل نسا ظهرت في الموجودات الانسان عند الجميع لان الانسان الكامل وحده على الصورة لا الاسان الحيوان والصورة طالك الكمال وان لا يلزم من هذا ان يكون هو الفضل عند الله فهو اكل المجموع فان قالوا يقول الله تخلق السموات والارض ا كبر من خلق الناس ولكن ا كثر الناس لا بعدونا وهو معلوم انه لا يريد ا كبر في الجرم ولكن يريد في المعنى فلنا له صدق ولكن من قال انها كبرته في الروحانية بل معنى السموات والارض من حيث ما يدل عليه كل واحدة منهما من طرفي المعنى المنفرد من النظم الخاص لاجزائهما ا كبر في المعنى من جسم الانسان لامن كل الاسان ولهذا يصدر عن حركات السموات والارض اعيان المولدات والتكوينات والانسان من حيث جرمه من المولدات ولا يصدر من الانسان هذا وطبيعة العناصر من ذلك فلها كائنا كبر من خلق الانسان اذ جماله كالا يوين وهو من الامر الذي يتصل بين السماء والارض ونحن انما نرى الا ان الكامل فنقول انه اكل واما الفضل عند الله فذلك لله تعالى وحده فان الخلق لا يعلم ما في نفس الخالق الا انما علمه بانه ليس للخلق في حقه نفسية تبوذة الا واحدة لا يجوز ان يكون له اثنتان له بعدا اذ لو كان له كانت ذاته مركبة منه خاوشين والتركيب في حقه محال ثابتا صفة زائدة تنسوبة على واحدة محال (مسئلة) لما كانت الصفات نسيبا وضافات والنسب امور عديمة زعم لاداة واحدة من جميع الوجود لذلك جاز ان يكون العباد من جرمه في آخر الامر ولا يسمد عليهم عدم الرحمة الى ما لا نهاية له ولا مكرهه على ذلك والاسماء والمغات ليست اعيانا موحدة كما عليه في الاشياء فلا يمنع من شمول الرحمة للجميع ولا يساوقه وردسبها الغضب فاذا انتهى الغضب اليها كان الحكم لها فكان الامر على مدقنا ذلك قال تعالى ولو شاء ربك

لهدى الله سبحانه فكل من حكمه في الدنيا بالتكليف وأما في الآخرة فالحكم لقوله يفعل ما يريد فمن
يقدر أن يبدل على ما يريد لا تسميه العبد بالتعالى وأعلى وأدنى في العلم كانه حتى يكون حكمه لا يسميه العبد
والميل والمستقيم وأمثاله سبحانه وأمثاله على وأمثاله بعبادة لا عين ووجود وكيف تكون الذات الموحدة تحت
حكم ما ليس بوجوده فكل ما ذكر من قوله ولما شاء وأين مشيئة لا أجل هذا الأصل وله الإطلاق وإنما يصح يرجع إليه
لا يتطرق إليه احتمال في تسميته العبد كمال في تسميته النعم فلم يبق إلا الجواز وأنه راجع إلى الدنيا والآخرة فادفعتم
ما أثيرنا إليه قل تشبهك بل زال بالسكينة **مسئله** إطلاق الجواز على الله تعالى سواء أدب مع الله وبمحله المقصود
باطلاق الجواز على الممكن وهو الالهي اذ لم يرد به شرع ولادل عليه عقل فافهم وهذا القدر كاف في العلم الهادي أوسع
من أن يستقصى والله قول الحق وهو هدى سبيل

الباب الثامن عشر

في معرفة علم المتجهدين وما يتعلق به من المسائل ومقداره في مراتب العلوم وما يظهر منه من العالم في الوجود

علم التوحيد علم الغيب ليس له * في منزل العين احساس ولا نظر
ان التوحيد يعطيه وان له * في عينه سوراته صوره صور
فان دعاه الى المسراج خالفه * بدت له بين اعلام العلى سور
فكل منزلة يعطيه منزلة * اذا تحك في أجفانه السهر
ما لم يتم هذه في الليل حاله * أو يدرك الفجر في آفاقه البصر
نوافج الزهر لا يعطيك راحته * ما لم يجد بالنسيم اللين السحر
ان الملوكة وان جلت مناصبها * طامع السوق الاسرار والسر

اعلم أيديك ان الله المتجهدين ليس لهم اسم خاص الهى يعطيه التوحيد ويعلمهم فيه كمال فيقوم الليل كله فان قام الليل
كله له اسم الهى يدعو اليه ويحرقه فان التوحيد عبارة عن يقوم وينام ويقوم وينام ويقوم فمن لم يقطع الليل في
مناجاة ربه هكذا فليس عنجه قال تعالى ومن الليل فتهجد به نافلة لك وقال ان ربك يعلم أنك تقوم أدنى من ثلثي
الليل ونصفه وثلاثة أرباعه من جانب الحق عبر أن هذه الحالة لم يجد في الاسماء الالهية من تسجد اليه ولم تر أقرب
نسبة اليها من الاسم الحق فاستندت الى الاسم الحق وقبلها هذا الاسم فكل علم بدأ به التوحيد انما هو من الاسم الحق
فان النبي صلى الله عليه وسلم قال ان يصوم الدهر ويقوم الليل ان لنفسك عليك حقوقا ولعينك عليك حقوقا فاصم وأفطر
وقم ونم فجمع له بين القيام والنوم لاداء حق النفس من أجل العين ولاداء حق النفس من جانب الله ولا تؤدى
الحقوق الا بالاسم الحق ومنه لا من غيره فلهذا استند المتجدون لهذا الاسم ثم انه للتوحيد أمر آخر لا يعلمه كل أحد
وذلك انه لا ينبغي ثمرة مناجاة التوحيد وبحصل علومه الامن كانت صلاة الليل له نافلة وأما من كانت فريضته من
الصلاة نافلة فانهما تكمل من نوافله فان استغفرت الفرائض نوافل العبد المتجد لم يبق له نافلة وليس بمتجد ولا
صاحب نافلة فهذا لا يصح لحال النوافل ولا علومها ولا تجلياتها فاعلم ذلك فنوم المتجد لحق عينه وقيامه لحق ربه
فيكون ما يعطيه الحق من العلم والتجلى في يومه ثمرة قيامه وما يعطيه من النشاط والقوة وتجلبها وعلومها في قيامه ثمرة
نومه وهكذا جميع أعمال العبد بما افترض عليه فتد اخل علوم المتجهدين كتنادخل صغيرة الشر وهي من العلوم
المستوفقة للنفس حيث تلفت هذه الالتفاف فيظهر لهذا الالتفاف أسرار العالم الاعلى والاسفل والاسماء الدالة على
الافعال والتزوية وهو قوله تعالى والتفت الساق بالساق أى اجتمع أمر الدنيا بأمر الآخرة وما من الدنيا والآخرة وهو
المقام المحمود الذي ينتجه التوحيد قال تعالى ومن الليل فتهجد به نافلة لك عسى أن يبعثك ربك مقاما محمودا وعسى
من الله واجبة والمقام المحمود هو الذي له عواقب الشاء أى اليه يرجع كل شاء وأما قدر علم التوحيد فهو عزير المقدار
وذلك انه لما لم يكن له اسم الهى يستند اليه كسائر الآثار عرفنا من حيث جلالة ان ثم ما اغرب عنه أصحاب الآثار والآثار

فطلب ما هو فاداه النظر الى أن يستكشف عن الاسماء الالهية هل لها أعيان أو هل هي نسب حتى يرى رجوع الآثار الى
 ترجع الى أمر وجودي وعدى فلما نظر رأى انه ليس الاسماء أعياناً موجوداً وإنما هي نسب فمضى الى استبعاد الآثار الى
 أمر عدى فقال المتجهد قد ارى الأمر أن يكون رجوعي الى أمر عدى فأمن النظر في ذلك ورأى نفسه موله من
 قيام ونوم ورأى الرجوع النفس الى ذاتها وما تطلبه ورأى القيام حتى الله عليه فاما كانت ذاته مركبة من
 الأمرين نظر الى الحق من حيث ذات الحق فلاح له ان الحق اذا افرد بذاته لذاته لم يكن له عالم وإذا توجه الى الله لم يبق
 عين العالم لتلك التوجه فرأى ان العالم كله موجود عن ذلك التوجه المختلف النسب ورأى المتجهد ذاته مركبة من
 الحق لنفسه دون العالم وهو حالة النوم للناس ومن نظره الى العالم وهو حالة القيام لآداء حتى الحق عليه فعمل من سب وجود
 عينه شرف الاسباب حيث استند من وجهه الى الذات معرفة عن نسب الاسماء التي تطلب العالم اليه فتحقق ان وجوده
 أعظم الوجود وان علمه أسمى العلوم وحصل له مطلوبه وهو كان غرضه وكان سبب ذلك انكاره وقدره فقال في قضاء
 وطره من ذلك مثلاً

رب ليسل بته مآتي • غره حتى انقضى وطري

من مقام كنت أعشفه • بمحمد شطيب الخير

وقال في الاسماء

مجدللاهم مدلولاً • غير من قد كان مفعولاً

ثم أعطى ما حققته • كونه للعقل معقولاً

• فطلبنا به أدباً • واعتقدنا الأمر بمجولاً

وكان قد علم في اليوم فسر ما لومه وهو الذات في المعلومات فينقل بعلم المتجهد عن جميع الاسماء كلها وأحقها بالاسم
 القويم الذي لا تأخذه سنة ولا نوم وهو العبد في حال مناجاة فيعلم الاسماء على التفضيل أى كل اسم جاء علم بما يحوى
 عليه من الامرار الوجودية وغير الوجودية على حسب ما تعطيه حقيقة ذلك الاسم وما يتأق بها من الحالة من العلوم علم
 البرزخ وعلم التجلى الالهى في الصور وعلم سوق الجنة وعلم تغيير الرؤيا لانفس الرؤيا من جهة من براها وانما هي
 من جانب من ترى له فقد يكون الرأى هو الذى يرآها نفسه وقد يرآها له غيره والعارط هو الذى له جزء من أجزاء النبوة
 حيث علم ما أريد بتلك الصورة ومن هو صاحب ذلك المقام واعلم ان المقام المحمود الذى لا تهجد يكون صاحبه دعاه
 معين وهو قول الله تعالى انبيه صلى الله عليه وسلم بأمره وقيل رب أدخلنى مدخل صدق يعنى لهذا المقام فانه موقف
 خاص بمحمد محمد الله به معامدا لا يعرفها الا اذا حل ذلك المقام وأخر جى مخرج صدق أى اذا انتقل عنه الى
 غيره من المقامات والمواقف أن تكون العناية به معه في خروجه منه كما كانت معه في دخوله اليه واجل من ذلك
 سلطانا فبرا من أجل المنازعين فيه فان المقام الشريف لا يزال صاحبه محسودا ولما كانت النفوس لا تعلق الاله
 رجعت تطلب وجهه من وجوه القدح فيه فكلها الحاطم التي هم عليها حتى لا يوجب النص البهم عن هذا المقام الشريف
 فطلب صاحب هذا المقام النصر فبالجدة التي هي السلطان على الجاحدين شرف هذه المربة وقيل جاء الحق وزهق
 الباطل ان الباطل كان زهوقا والله يقول الحق وهو يهدي السبيل

باب التاسع عشر

في سبب نقص العلوم وزيادتها وقوله تعالى وقيل رب زدنى علما وقوله صلى الله عليه وسلم ان الله لا يقبض العلم انتزاعا
 ينتزعه من صدور العلماء ولكن يقبضه بقبض العلماء

تجلى وجود الحق في فلك النفس • دليل على رضى العلوم من النص

وان غاب عن ذلك التجلى نفسه • فهل مدرك اياه بالبحث والفتى

وان ظهرت للعلم في النفس كثرة • فقد نبت استمر الحق باص

الشمس والشمس من النور فخرجوا من العالم الاطية فيأخذ في التمرير في ذلك وهذا أيضا صاحب نقص
 العلم ولا ينبغي بالعلم في كبر النفس منها عباد في لسان العلوم الالهية والا لا حقيقة تعطي العلم من نقص فقط
 والانساني في زيادة العلم من جهة ما تعطينه حواسه وتقبلات احواله في نفسه وحواطره فهو من العلوم
 السكونية من العلوم والاطل والنك والنظر والحمل والقفلة والنسيان كل هذا وامثله لا يكون من العلم
 أنت فيه محكم "من ثوابك أو النظر أو الخيال أو الفقه أو النسيان وأما نقص علوم التجلي وزيادتها فالانسان
 على احدى حالتين حرج الانبياء بالعلم والاولياء بحكم الوراثة المبوبة كقيل لابي زيد حين سأل عليه صلوات الله
 وقال له اخرج الى حلقى اصغى من رآك رأتى فلم يسمع الا امتثال أمره به بخطا خطوة الى منه من ربه فعنى عليه فاذا
 الداء رذوا على حبيبى ولا حرج له عنى فانه كان مستهزكا في الحق كأنى عقل المرء في رذالى مقام الاستملاك فيه
 الارواح الموكلة به الا انه لم يده لأمرا بخروج ورد الى الحق وحدث عليه خلق الدلة والافتقار والاكسار فطاب عيشه
 ورأى به هوان الله واستخرج من حل الامية المعارف الى لانه ان نوحده من الانسان من وقت رقيه في سلم المراج
 يكون له نحن طي بحسب درجته مع راحه به بكل شعص من أهل الله سلم بحده لار في فيه غيره ولور في حدى سلم أحد
 الحكمة المستفيدة من كل سلم يعطى لثافته من رتبة خاصة لكل من رتب فيه وكانت العلماء ترقى في سلم الانبياء فتتال
 النسوة رقيه فيهم والامراض كذلك وكان يرول الانواع الالهية بتكرار الامر وقد ثبت عندنا انه لا تكرر في ذلك
 الحجاب تهران عند درجته الى كاه الانبياء والاولياء والمؤمنين والرسول على السواء لا يربد سلم على سلم درجة
 واحدة فالدرجة الاولى الاسلام وهو الانقياد وآخر الدرج القدر في العروج والبقاء في الخروج وبينهما ما بين وهو
 الايمان والاحسان والعلم والتدريس والتعبد والعبادة والفقر والدلة والعزة والتلوين والتسكين في
 التلوين والفتناء ان كنت حارجا والبقاء ان كنت داخل اليه وفي كل درج في خروجك عنه ينقص من باطنك
 قدر ما يربد في ظاهره من علوم التجلي الى ان تنهى الى آخر درج فان كنت حارجا ووصلت الى آخر درج ظهر
 بدانه في ظاهره على قدره وكنت له مطهر في حلقه ولم يبق في باطنك من شئ أصلا وزالت عنك تحليات الباطن
 جبهة واحدة قد دعاك الى الدخول اليه فهي أول درج يتجلى لك في باطنك بقدر ما ينقص من ذلك التجلي في ظاهره
 الى ان تنهى الى آخر درج ويظهر على باطنك بدانه ولا يبقى في ظاهره تجلي أصلا وسبب ذلك أن لا يزال العبد
 والرب معاً في كل وجود وكل واحد منهما ولا يزال احد دعاء والربير بامع هذه الزيادة والنقص فلهذا هو سبب زيادة
 علوم التحليات ونقصها في الطاهر والباطن وسبب ذلك التركيب ولهذا كان جميع ما خلقه الله وأوجده في عيه مركبا
 له ظاهر وله باطن والذي سمعه من المصانف انما هي أمور عقلية لا وجود لها في أعيانها فكل موجود سوى الله
 تعالى مركب وهذا أعطانا الكشف الصحيح الذي لا مزية فيه وهو الموجب لاستصحاب الافتقار له فانه وصف
 ذاتي فان فهمت فقد أوهمتنا لك المنزاج ونصنا لك المعراج فاسلك واعرج تبصر وتشاف ما بيننا لك ولما عينا
 لك درج المعراج ما يقينا لك في النصيحة التي أمرنا بها رسول الله صلى الله عليه وسلم فانه لو وصفنا لك الغرات
 والتنازع ولم نعين لك الطريق اليها لتوقناك الى أمر عظيم لا تعرف الطريق الى الموصل اليه فوالذي نفسي بيده انه طو
 المعراج والله يقول الحق وهو يهدي السبيل

باب العلم النوراني في العلم العبدوي ومن أين جاء والى أين ينتهي وكيفيته وهل تعلق بطول العالم أو بقرضه أو بهما

علم عيسى هو الحق • جهل الخلق قدره
 كان يحسب به الحق • كانت الارض قبره
 قادم النسخ اذن من • غاب قلبه وأمره
 ان لا هوته الحق • كان في القليب مبهمة
 هو روح عجل • أظهر الله سره

جاء من غيب حضرة • قد عمالة بقره
 صار خلقا من بعدما • كان روحا فصره
 واتمى فيه أمره • خبا ومصره •
 من يكن مثله فقد • عظم الله أجره

الحمد لله الذي علم العيسوي هو علم الحروف ولهذا أعطى النطق وهو الهواء الخارج من نحو القلب الذي هو روح الحروف فبدأ بالنطق الهواء في طريق خروجه إلى فم الجسد حتى مواضع انقطاعه حروفاً وظهرت أعيان الحروف وأما بالآيات ظهرت الحروف الحسية في المعاني وهو أول ما ظهر من الحضرة الإلهية للعالم ولم يكن للاعيان في حال عدمها شيء من الدسب إلا السمع وكانت الأعيان مستعدة في ذاتها في حال عدمها القبول الأمر الإلهي "أذا ورد عليها بالوجود فلما أراد بها الوجود قال لها كن فتكومت وظهرت في أعيانها فكان الكلام الإلهي "أول شيء أدركته من الله تعالى بالكلام الذي ألقى به سبحانه فأقول لك تراكبت كلمة كن وهي مركبة من ثلاثة أحرف كاف وواو ونون وكل حرف من ثلاثة فظهرت القديمة التي جذرها الثلاثة وهي أول الأعداد وأنها سائط العدد بوجود التسعة من كن فظهر كن عين العدد والعدد ومن هنا كان أصل تركيب المقدمات من ثلاثة وأن كانت في الطاهر أربعة فان الواحد يتكرر في المقدمات في ثلاثه وعن العدد وحده الكون لأن الواحد وقدره فنالحق أن سبب الحياة في صور المولدات إنما هو نفع الإلهي في قوله فادأقوتيه ونسب فيه من روي وهو النفس الذي أحيا الله به الإيمان فظهره قال يحيى الله عليه وسلم أنه من الرحمن أناسي من قبل عن غيب بذلك النفس الرحاني صورة الإيمان في قلوب المؤمنين وصورة الأحكام المنبروة على عيسى علم هذا سمع لاهي ودفته فكان نفع في الصورة السكينة في آخر أوفى صورة الطاهر الذي أنشأه من الطاهر فيقوم حيا بالادن لاهي الساري في تلك السمعة وفي ذلك الهواء ولولا سريان الألفين الإلهي فيه لما حصلت حياته في صورة أصلا في نفس الرحمان جاء العلم العيسوي إلى عيسى وكان يحيى الموتى ينفعه عليه السلام وكان الله ذو الصور المنفوخ فيها وذلك هو الخط الذي لكل موجود من الله وبه يصل إليه إذا صار إلى الأمور كلها داخل الإنسان في معراجة إلى ربه وأخذ كل كون منه في طريقه ما به علم من الله الأهدا اليه الذي غيبه عن الله ولا راد الله ولا يسمع كلامه لأنه فانه تعالى وبث قدس أن يدرك الأب وادرجع الشخص من هذا البهيمور كس صورته التي كانت تخالفت في عروجه ورد العالم إليه جميع ما كان أحدهم مع ما يباينه فان كل عالم لا يتعدى حده ما جمع الشكل في هذا السر الإلهي واشغل عليه به سبعين الصورة عمدة وحدث به الأعلامه صورته وحيته إلى صورته من حيث في لاس حيث هذا سر لم يظهر الفصل الإلهي واللامتنان على هذه الصورة وقد ثبت الألفين في جميع الخلق وذا أن لدى كان من الخلق ثمة من العظيم والثناء إنما كان من ذلك السر الإلهي في كل شيء من روجه وليس في فيه الخلق هو الذي جدد نفسه وسبغ نفسه وما كان من غير الهلي لهذه الصورة عسديك التمجيد والتسبيح في باب الهلة لاس باب الاستحقاق الكوني فان جعل الحق له استحقاقا في حيث أنه أوجب ذلك على نفسه فالكلمات عن الحروف والحروف عن الهواء والهواء عن النفس الرحاني وبالأسماء تظهر الآثار في الأكوان والبهائم من العلم العيسوي ثم إن الإنسان بهذه الكلمات يجعل الحضرة الرحانية تعطينه من نفسها ما يقوه به حيا إنما يسأل فيه تلك السمات فيصير الأمر دورا دائما واعلم أن حياة الأرواح حياة ذاتية ولهذا يكون كل ذي روح حي بروحه ولما علم بذلك السامري حين أبصر جبريل وعلم أن روجه عين ذاته وإن حياته ذاتية فلا يبا موضوعه الاحي ذلك الموضوع بمباشرة تلك الصورة المثلثة آياه فأخذ من أثره قبضة وذلك قوله تعالى فيما أخبر به عنه أنه قال ذلك فقبضت قبضة من أثر الرسول فلما صاغ الجبل وصوره بذفيه تلك القبضة غفارا الجبل ولما كان عيسى عليه السلام روحا كسما لله وكما أنشأ روحا في صورة إنسان ثابتة أنشأ جبريل في صورة امرأى غير ثابتة كان يحيى الموتى معجزة النفع ثم أنه أبدى روح القدس فهو روح مؤيد روح طاهرة من دس الأكوان والاصل في هذا كله الهلي

الاولى عين الحجة الالدية والاعمال الطرية اعنى الازل والابد وجود العالم وحدونه لحي وهذا العلم هو المتعلق بطول العلم اعنى العلم الروحاني وهو عالم المعاني والامر ويتعلق بعرض العالم وهو عالم الخلق والطبيعة والاجسام والكل لله الاله الخالق والامر قل الروح من امر ربي تبارك الله رب العالمين وهذا كان علم الحسين بن مـ صور رحمه الله فاذا سمعت احدا من اهل طريقنا يتكلم في الحروف فيقول ان الحرف الفلاني طوله كذا ذراعاً وشبراً وعرضه كذا كالحلج وغيره فانه يريد بالطول فعله في عالم الارواح وبالعرض فعله في عالم الاجسام ذلك المقدار المذكور الذي يميز به وهذا الاصطلاح من وضع الحلج فمن علم من المحققين حقيقة كن فقد علم العلم العلوي ومن اوجدهم منه شيئاً من الكائنات فها هو من هذا العلم ولما كانت التسعة ظهرت في حقيقة هذه الثلاثة الاحرف ظهر عنها من الممدودات التسعة الافلاك وبمركبات مجموع التسعة الافلاك ونسبها كواكبها وجدت الدنيا وما فيها كائناتها ايضا تخرب بمركباتها وبمركبات الاعلى من هذه التسعة وجدت الجنة بما فيها وعند حركة ذلك الاعلى يتكون جميع ما في الجنة وبمركبات الثاني الذي في الاعلى وجدت النار بما فيها والقيامة والموت والحشر والاندس وما ذكرناه كانت الدنيا بمنزلة نعيم عزوج معذاب وما ذكرناه الجنة ايضا كانت الجنة بها كلها والنار عذابا كلها وزال ذلك المزج في اهل فناء الآخرة لا تقبل مزاج نشأة الدنيا وهذا هو الفرق بين نشأة الدنيا والآخرة اذ ان نشأة النار اعنى اهل النار انتهى بهم الغضب الالهي وأمددهم في المرحاة التي سبقت في المرى يرجع الحكم لها فيهم وصورته اصورتها الانبديل ولون بذلت تعذبوا بحكم عليهم ألا باذن الله وتوليته حركة الفلك الثاني من الاعلى ايطور فيهم من العذاب في كل محب قابل له اب وانما قلنا في كل محل قابل للعذاب لاجل من فيها من لا يقبل العذاب فاذا انقضت مدتها وهي خمس واربعون ألف سنة تكون في هذه المدة عذابا على اهلها يتعذبون فيها عذابا ثلاثا وثلاثين ألف سنة ثم يرسل الرحمن عليهم نوره فيضيئون فيها عن الاحداس وهو قوله تعالى لا يموت فيها ولا يحيى وقوله عليه السلام في اهل النار الذين هم اهلها لا يموتون فيها ولا يحيون يريد حالهم في هذه الاوقات التي يكون فيها من احادهم مثل الذي يقضى عليهم من اهل العذاب في الدنيا من شدة الجزع وقوة الآلام المفرطة فيمكثون كذلك تسع عشرة ألف سنة ثم يقفون في غضبهم وقد بذل الله جلودهم جلودا عشرة اضعاف من جلودهم جلودا غير هالذوقوا العذاب فيجدون العذاب اذ لم يسعة آلاف سنة ثم يقضى عليهم ثلاثة آلاف سنة ثم يقفون في رجزهم الله لذة ذراحة مثل الذي ينام على تعب ويستيقظ وهذا من رحمة التي سبقت غضبه وسعت كل شيء فيكون لها حكم عند ذلك حكم التأنيب من الامم الواسع الذي به وسع كل شيء رحمة وعلما فلا يجدون الماء يدوم لهم ذلك ويستغفرونه ويقولون ربنا فلا سال حذرا ان نذكر بموسنا وقد قال الله لنا اخا وافيا ولا نكفون فيمكثون وهم فيها ملبسون ولا يبق عليهم من العذاب الا الخوف من رجوع العذاب عليهم فهذا القدر من العذاب هو الذي يسر مد عليهم وهو الخوف وهو عذاب نفسي لا حسي وقد يذهلون عنه في اوقات فتعصمهم الراحة من العذاب الحسي بما يحصل الله في قلوبهم من انه ذور حقا وسعة يقول الله تعالى قال يوم نناكم كما نسيت ومن هذه الحقيقة يقولون نسبنا اذ لم يحسوا بالآلام وكذلك قوله نسوا الله فسيهم وكذلك اليوم نسي أي ترك في جهنم اذ كان النسيان الترك والهمز التأخر فاهل النار حظهم من النعم عدم وقوع العذاب وحظهم من العذاب توقعه فانه لا امان لهم بطريق الاغبار عن الله ويحجبون عن خوف التوقع في اوقات فوقنا يحجبون عنه عشرة آلاف سنة ووقتنا التي سنة ووقتنا ستة آلاف سنة ولا يحجبون عن هذا المقدار المذكور متى ما كان لا بد ان يكون هذا القدر لهم من الزمان واذا اراد الله ان ينعمهم من اسمه الرحمن ينظرون في حالهم التي هم عليها في الوقت وخروجهم مما كانوا فيه من العذاب فينعمون بذلك القدر من النظر فوقنا يدوم لهم هذا النظر ألف سنة ووقتنا ستة آلاف سنة ووقتنا خمسة آلاف سنة فيزدون ينقص فلا تزال حالهم هذه اثنا في جهنم اذ هم اهلها وهذا الذي ذكرناه كلهم العلم العسوي الموروث من المقام الحمدي والله يقول الحق وهو يهدي السبيل

باب الحادى والعشرون في معرفة ثلاثة علوم كونه ووجوده في بعض

علم التوابع علم الفكر يصحبه • علم نتائج • حسب الى الفاعل
هي الادلة ان حقت • وورثها • مثل الدلالة في الاتي مع الذكر
على لئى وصف الابدان • على حقيقة كنى في عالم الصور
والاولولاسون الوان طهرها • في العين فائمة غشى على قدر
فاعلم بان وجود الكون في ذلك • في توجهه • في جوهر النور

اعلم بذلك ان هذا هو علم التوابع والاساس وهو من علوم الاكوان وأصله من العلم الالهي فليس لك ولا صواب
في الاكوان وبسبب ذلك انظر ذلك في العلم الالهي فان كل علم أصله من العلم الالهي اذ كان كل ما سوى الله من الله
قال الله تعالى وسخر لكم ما في السموات وما في الارض جميعا منه فاعلم التوابع سائر كل شيء وهو علم الالتحام
والنكاح ومنه حسى • ومعنى • والاهى فاعلم انك اذا أردت أن تعلم حقيقة هذا فاعلم ان في عالم الحس • ثم في عالم
الطبيعة ثم في المعاني الروحية ثم في العلم الهى فاقام الحس فاعلم انه اداء الله أن يظهر شخصين اثنين ذاك
الاثنان هما يتجانه ولا يصح أن يظهر عنهما ثالث مالم تم • ما حكم ثالث وهو أن يضى أحدهما الى الآخر بالجماع فاذا
اجتمع على وجه مخصوص وشرط مخصوص وهو أن يكون المثل قابلا للولادة لا يفسد البذر اذا قبله ويكون البذر يقبل
فتح الصورة فيه هذا هو الشرط الخاص وأما الوجه المخصوص فهو أن يكون التقاء الفرجين وانزال الماء والرجع عن
شهوة فلا بد من ظهور ثالث وهو المسمى ولذا والاثنان يسميان والبرين وتظهر الثالث يسمى ولادة واجتماعهما يسمى
نكاحا وسفا حوله هذا امر محسوس واقع في الحيوان وانما فاعلم به مخصوص وشرط مخصوص فانه ما يكون عن كل
ذكور حتى يجتمعان نكاحا ولولا ذلك لا يحصل ما ذكرنا من شئ في المعاني بل يوضح من هذا اذا لم يطلب ذلك وأما
في الطبيعة فان السماء اذا أمطرت الماء وقبلت الارض الماء وبت وهو حملها فانبتت من كل زوج سبيع وكذلك افراح
التخيل والشجر ومن كل شئ خلقنا زوجين لاجل التواله • واما في المعاني فهو أن تعلم ان الاشياء على قسمين مفردات
ومركبات وان العلم بالمفرد يتقدم على العلم بالتركيب والى العلم بالمفرد يقتضى بالحد والى العلم بالتركيب يقتضى بالبره فان أردت
أن تعلم وجود العالم هل هو عن سبب أو لا فتعتمد الى مفردين أو ما هو في حكم المفردين مثل المقدمة الشرطية ثم يجعل
أحد المفردين موضوعا مبتدأ وتعمل المفرد الآخر عليه على طريق الاخبار به عنه فتقول كل حادث فهذا المسمى
مبتدأ فانه الذى بدأت به وموضوعا أول فانه الموضوع الاول الذى وضعته لتحمل عليه ما تخبر به عنه وهو مفرد فان
الاسم المضاف في حكم المفرد ولا بد أن تعلم بالحدته معنى الحدوث ومعنى كل الذى أضفته اليه وجعلته كالسور لا يحيط به
فان كل يقتضى الحصر بالوضع في اللسان فاذا علمت الحادث حينئذ حملت عليه مفردا آخر وهو قولك فله سبب
فأخبرت به عنه فلا بد أن تعلم ايضا معنى السبب • وحقيقته في الوضع وهذا هو العلم بالمفردات المقدمة بالحد فمقام من
هذين المفردين صورة مركبة كقائمة صورة الانسان من حيوانة ونطق فقلت فيه حيوان مطلق فتركيب المفردين
يحمل أحدهما على الآخر لا ينتج شيئا وانما هى دعوى يفترق مدعىها الى دليل على صحتها حتى يصدق الخبر عن الموضوع
بما تخبر به عنه فيؤخذ من ذلك سلبا اذا كان في دعوى خاصة على طريق ضرب المثال كحافة النطويل وليس كافى
هنا جعل ليزان المعاني وانما ذلك موقف على علم المنطق فانه لا بد أن يكون كل مفرد معلوما وأن يكون ما يخبر به
من المفرد الموضوع معلوما ايضا اما خبرها عن حسى أو بدهى أو نظرى يرجع اليها ثم تطلب مقدمة أخرى لتعمل
فيها ما عملت في الاولى ولا بد أن يكون أحد المفردين مذكورا في المقدمة متبعا ففى أو بمعنى صورة التركيب وهى ثلاثة
في المعنى لانه ذكره ان شاء الله وان لم يكن كذلك فانه لا ينتج أصلا فتقول في هذه المسئلة التي مثابها في المقدمة لآخرى
والعالم حادث وتطلب فيسمن العلم بمبدأ المفرد فيها ما طلبته في المقدمة الاولى من معرفة العالم ما هو وحل الحدوث عليه
بقولك حادث وقد كان هذا الحادث الذى هو محمول في هذه المقدمة موضوعا في الاولى حين حملت عليه السبب وتكرر

اخذت في الحق متبين وهو رابط بينهما فاذا ارتبنا على ذلك الارتباط وجه التلبيس وسمى اجتماعهما دليلا وبرهانا
 فينتج بالضرورة ان حدوث العالم له سبب ظاهرة الحدوث والحكم السبب فالحكم انهم من العلة فانه بشرط في هذا
 عدم ما يكون الحكم انهم من العلة او صبا ويا لها وان لم يكن كذلك فانه لا يصدق في هذا في الامور العقلية
 واما ما حده في الشرعيات فاذا اردت ان تعلم مثلا ان التبدل حرام بهذه الطريقة فتقول كل مسكر حرام والبيد
 مسكر فهو حرام ونعتير في ذلك ما اعتبرت في الامور العقلية كما مثلت لك بالحكم التحريم والعلة الاسكار فالحكم
 انهم من اهل الوجهة فتعبر بهم فان التحريم قد يكون له سبب آخر غير السكر في امر آخر كالتحريم في النصب
 و... من مواجبه وكل ذلك على وجود التحريم في المحرم فلهذا الوجهة المخصوص صدق في تحديد ذلك بالتقريب
 من الله في وان النسخ اعطيت بالاشواج التي في المتقدمين الذين هما كلاوين في الحس وان المتقدمين
 من كنه من الله او هو حكم الثلاثة فانه قد يكون الجملة بمعنى الواحد في الاضافة والشرط فلم تظهر نتيجة الامن
 الفردية ولو كان السمع ولا يصححه الواحد بحجة خاصة ما صح ان يوجد عن الشفع شي ابد فبطل التبريك في وجود
 العالم ونفت الفعل الواحد وانه موجوده ظهرت الوجودات عن الموجودات فتبين لك ان افعال العباد وان
 ظهرت مهم اهل الله ما ظهر لهم فصل اصلا فجمع هذا الميزان بين اضافة الاعمال الى العباد بالصورة ويجاد تلك
 الافعال لله تعالى وهو قوله والله خلقكم وما تعملون أي وخلق ما تعملون فنسب العمل اليهم ويجاد لله تعالى
 والحق فيكون بمعنى اليجاد ويكون بمعنى التدبير كانه قد يكون بمعنى الفعل مثل قوله تعالى ما شاء بهم خلق
 السموات ويكون بمعنى الخلق مثل قوله هذا خلق الله وأشهد التوابع في العلم الالهي والتوابع اعم من ذات
 الحق تعالى لم يظهر عن شئ صلا من كونها ذات غير منسوب اليها أمر آخر وهو ان ينسب الى هذه الذات انها قادرة على
 الاعداد... اهل السعة اهل الحق او يسبب اليها كونه اهل وليس هذا من ذهب اهل الحق ولا يصح وهذا لاحتياج اليه
 وحكي كان العزم في سبب من اجل تخالف اهل الحق لقرار عند انه ما سبب وجود العالم لهذه الذات من كونها
 ذاتا ومساو العالم بالوجود من كونها علة فلها ان اورد ما قلناهم ومع هذه السبق وهي كونه قادرا لا بد من امر
 ثالث وهو ارادة... فيجاد طرعا المعنى المقصود بان توجد ولا بد من التوجه ما قصد الى إيجادها بالقدرة عقلا وبالقول شرعا
 بان نشك في ما وجد الخلق الاعن الفردية لاعتن الاحدية لان احديته لا تقبل الثاني لانها ليست احدية عند فكان
 ظهور العلم في العلم الالهي عن ثلاث حقائق معقولة ففسري ذلك في توالي كون بعضه عن بعض ليكون الاصل على
 هذه الصورة ويكفي هذا اقتدر من هذا الباب قد حصل المقصود بهذه التبيين فان هذا الحق في مثل طريق اهل الله
 لا يخلو أكثر من هذا فانه ليس من علوم الفكر هذه الكتاب وانما هو من علوم التلقي والتدلي فلا يحتاج فيه الى
 بيان آخر غير هذا وان كان له به ارتباط فانه لا يخلو عنه جلة واحد ولو كان بعد نصحيح المقدمات من العلم بمقرراتها
 بالحق الذي لا يتعقبات والمقدمات بالبرهان الذي لا يدفع بقول الله في هذا الباب لو كان فيه ما آله الله الله لفسدتا فهذا ما
 كنا نهدف في هذا الباب وهذه الآية وأما ما هو جرتنا الذي ذكره الفان ومن باب الكشف لم يشتغل اهل الله بهذا
 العلم من العلوم لتضييع الوقت وعمر الانسان عزيز ينبغي ان لا يقطع الانسان الا في مجالس السجدة والجدد معه على
 ما شرعه الله والله يقول الحق وهو يهدي السبيل انتهى الجزء الخامس عشر والحمد لله

١٠ (بسم الله الرحمن الرحيم)

باب الثاني والعشرون في معرفة علم منزل المنازل وترتيب جميع العلوم الكونية

عجا لاقوال النفوس السامية • ان المنازل في المارل سارية
 كيف العروج من الخفيض الى العلى • الابتهر الحضرة المتعالية
 فصناعة التحليل فيمراجها • نحو الاما قصود الامور السامية
 وصناعة التركيب عند رجوعها • بسا الوجودات في ظلام الماوية

اعلم أيديكم الله به ما كن اعلم اسود الى انه لا يقل اكثر ولا الترتيب فانه غير ممكن ولا مستعاد بل علمه عين
 ذاته كتر ما يربط اليه من الصفات وما هي به من الاسماء وعلوم ما سوى الله لا بد ان تكون مرتبة محصورة سواء
 كانت علومه واهب أو علوم كسب فانها لا تخول من هذا الترتيب الذي نذكره وهو علم امره أولاً ثم علم الاركان ثم علم
 المركب ولا راع طافان كان من افراد التي لا تعدل التركيب علمه مفردا وكذلك ما في فان كل علم لا بد ان
 يكون مفردا او مركبا والمركب يستدعي بالضرورة تقسيم علم التركيب وحيث يكون علم المركب فهذا قد علمت ترتيب
 جميع العلوم الكونية في حين تلك حصر المنازل في هذا الممرل وهي كثيرة لا تحصى وانما تنصرف منها الى اياتها في ما يعجز
 به شرعنا ويمتاز به لا بانزال التي يقع فيه الاشتراك بينا وبين غيرنا من سائر علوم الملل والنحل وحيث ان مرتبة عشر
 مرتبة أقيمت ومنها ما يفرع الى منازل ومنها ما لا يفرع فلذلك كرامتها هذه المراتب ولجعل لها اسم المازل فانه كذا
 عرفنا بها في الحضرة الالهية والادب أولى فلذلك كرامة هذه المنازل وصفات أربابها وأقطابها المتحققين بها وأحوالهم
 وما لكل حال من هذه الاحوال من الوصف ثم بعد ذلك نذكر ان شاء الله كل صنف من هذه النسخة عشر ونذكر
 بعض ما يشتمل عليه من أقيمت الممارل لان المنازل فانه ثم منزل يشتمل على ما يزيد على المائة من منازل العلامات
 والدلالات على أنوار جلية ويشتمل على آلاف وأقل من منازل الغايات الحادية على الامرار الخفية والخواص الحلية
 ثم تلوامد كرامة باطنها في هذا العدد طه المازل من الموجودات قد عجزوا عن حجبها ثم كرامة يتعلق ببعض معاني هذا
 المنزل على الترتيب والاخصار ان شاء الله تعالى **ذكر كرامة ما وصفت أقطابها** فمن ذلك منازل النماء والمدح
 هو لرباب الكشوفات والفتح ومنازل الرموز والاهلال في الخفية والجهار ومنازل الدعاء لاهل الاشارات
 والجهار ومنازل الافعال لاهل الاحوال والاتصال ومنازل الانتداء لاهل الهواجس والايام ومنازل التعزية لاهل
 التوجيه في المناظرات والاستنباط ومنازل التقريب لاهل المناهلين ومنازل التوقع لاهل الحساب والبراقع من أجل
 السبعات ومنازل البركات لاهل الحركات ومنازل الاقسام لاهل التدبير من الروحانيين ومنازل الدهر لاهل الذوق
 ومنازل الابدية لاهل المشاهد بالانصار ومنازل اللام والالام لا لتفاوت الحاصل بالخلق بالاحلاق الالهية ولا لاهل السر
 الذي لا يتكشف ومنازل التقرب لاهل العلم بالكسبية وطبيعة الروحانية ومنازل قضاء الاكوان للضامنات الخفريات
 ومنازل الاقعة لاهل الامان من اهل الفرف ومنازل نوح عبيد الخسكين بقائمة العرض الاجسد ومنازل الاستخبار
 لاهل غامضات الاسرار ومنازل الامر لاهل المتحققين بحدائق سرهم وهم وأما صفاتهم فاهل المدح لهم الزهو وأهل الرموز
 لهم النجاة من الاعتراض وأما المتأهلون فهم لتيمة بالخلق وأما اهل الاحوال والاتصال فهم الحصول على العين
 وأما اهل الاشارة فهم الحيرة عند التبايع وأما اهل الاستنباط فهم الغلط والاصابة وليسوا بمعصومين وأما الغرابة
 فهم الانكسار وأما اهل البراقع فهم الخوف وأما اهل الحركة فهم مشاهدة الاسباب والمديرون لهم الفكر
 والممكنون لهم الحدود وأهل المشاهد بالاجسد وأهل السكوت لهم السلام وأهل العلم لهم الحكم على المعلوم وأهل السستر
 منتظرون رفعة وأهل الامن في موطن اخوف من المنكر وأهل القيام لهم القعود وأهل الاطمان لهم التحكم وأهل
 التحقيق لهم ثلاثة ابواب نوب ايمان وكفر ونفاق وأما كراماتهم فاعلم ان الله تعالى قد هيأ المنازل للمازل ووطأ
 المعاليل للعافل وزوى المراحل للراجل وأعلى انعامه لاهل وفصل المقاصم للغمصم وأعد القواصم للقاصم وبين
 القواصم للعاصم ورفع القواعد للقاعد وربت المرائد للمرائد وسخر المراكب للراكب وقرب المذاهب
 للذاهب وسطر المحامد للحامد وسهل المقاصد للمقاصد وأنشأ المعارف للعارف وثبت المواقف للمواقف ووعر
 المسالك للسالك وعين المسالك للسالك وأخرس المشاهد للشاهد وأحرس الفراق للرافد **ذكر صفات**
أحوالهم فانه سبحانه جعل المنازل مقدرا والعافل مكررا والراجل مشمرا والعامم مشاهدا والقاصم مكابدا
 والقاصم محابدا والعامم مساعدا والقاعد عارفا والراصد واقفا والراكب محمولا والذاهب معلولا والحامد
 مسؤولا والقاصد مقولا والمعارف مسخوتا والواقف مبهورا والسالك مبعودا والشاهد

عكسا والرافد مسلما فهو اقد ذكر باصافات هؤلاء التسعة عشر صفة في احوالهم فلقد كرم بعضهم كل صفة من
 اتمات المنازل وكل منزل من هذه الاقامات يتضمن أربعة اصناف من المنازل الصنف الاول يسمى منازل الدلالات
 والصنف الآخر يسمى منازل الحدود والصنف الثالث يسمى منازل الخواص والصنف الرابع يسمى منازل الامرار
 ولا تحصى كثرة فلقد تنصر على التسعة عشر ولقد كرم ادماء تنطوي عليه من الاتهام وهذا اولها منزل المدح له
 منزل افتح فصح السرب ومنزل المنافع الاول ولنا فيه جزء سميتاه مفاتيح القلوب ومنزل الجباب ومنزل تحجير
 الارواح البرزخية ومنزل الارواح العلوية ولنا في بعض معانيه من النظم قولنا

منازل المدح والثناء * منازل ما لها تنهاى

لا تطلب في السؤم مدحا * مدائح القوم في الترى هي

من ظمئت نفسه جهادا * يشرب من أعذب المياه

فقول ليس مدح العبد ن يتصف بأوصاف سيده فانه سوء أدب والسيد ان يتصف بأوصاف عبده تواضعا فللسيد
 البرزول لانه لا يحكم عليه فمروله الى اوصاف عبده تفضل منه على عبده حتى يسطه فان جلال السيد اعظم في قلب العبد
 من أن يدل عليه لولا مرله اليه وليس للعبد أن يتصف بأوصاف سيده لاني حضرته ولا عداؤه من العبد وان ولده
 عالم كقال عليه السلام اما سيد ولد آدم ولاخر وقال تعالى تلك الدار الآخرة نجعلها أي ملكها ملكا للذين
 لا يريدون عاوى الارض من الارض فندجعلها الله ذلولا والعبد هو الدليل والذلة لا تقتضى اعوان فمن حازرة ره
 هلك يقال ما هلك امرؤ عرف قدره وقوله ما لها تنهاى يقول انه ليس للعبد في عبوديته نهاية يصل اليها ثم يرجع ربا
 كما نهى الرب حديثه اليه ثم يعود بعد اقرار رب الى غير نهاية والعبد عبد الى غير نهاية فلذا قال مدائح القوم في
 الترى هي وهو اذل من وجه الارض وقال لا يعرف لذة الماء الا الظمان يقول لا يعرف لذة الانصاف العبودية الا ان
 داق الآلام عند انصافه بالربوبية واحتياج الخلق اليه مثل سلبان حين طلب أن يجعل الله أرزاق العباد على يديه حاشا
 لخمع ما حضره من الاقوات في ذلك الوقت فخرجت دابة من دواب البحر فطلبت قوتها فقال لها خذي من هذا قدر
 فونك في كل يوم فاكته حتى أنت على آخره فقات زدني فوافيت برزق فان الله يعطيني كل يوم مثل هذا عشر مرات
 وعبري من الدواب اعظم مني واكثر رزقا فاب سلبان عليه السلام الى ربه وعلم انه ليس في وسع المحلوق ما ينبغي
 للخالق تعالى فانه طلب من الله ملكا لا ينبغي لاحد من عبده فاستقال من سؤاله حين رأى ذلك واجتهت الدواب عليه
 تطلب أرزاقها من جميع الجهات فضاق لذلك ذرعا فلما قبل الله سؤاله وأقاله وجد من اللذة لذلك ما لا يقدر قدره
 (منزل الرموز) فاعلم وفقك الله انه وان كان منزلا فانه يحتوي على منازل منها منزل الوحدة اية ومنزل العقل الاول
 والعرش الاعظم والصد او الابيان من الهاء الى العرش وعلم الخمل ومنزل القلوب والحجاب ومنزل الاستواء والدهواني
 والالوهية السارية واستعداد السكان والدهر والمنازل التي لا ثبات لها ولا ثبات لاحد فيها ومنزل البرازخ والاطبة
 والريادة والفجرة ومنزل العقد والوجدان ومنزل رفع الشكوك والجود والخزون ومنزل القهر والخسفة ومنزل
 ادرس الواسعة ولما حدث هذا المنزل وانا بنوس وقعت مني صيحة مالي ما علم انما وقعت من عرابه ما بيني احب من
 سمعها الاسقط متبعا عليه ومن كان على سطح الدار من نساء الجيران ما شرفا علينا عني عايه ومنهن من سقط
 من السطوح الى من الدار على عاتقها وما نصابه بأس وكنت أول من أطلق وكنت في صلاة خلف امام فمأرت احدا
 لا صاعقا فبه حين افاقوا قلت ما شأنكم فقالوا أنت ما شأنك لقد صحت صيحة أثرت ما ترى في الجماعة فقلت والله
 ما عدي خبرني صحت ومنزل الآيات القرية والحكم الالهية ومنزل الاستعداد والازينة والامر الذي ملك الله به
 الافلاك السماوية ومنزل الذكر والسلب في هذه المنازل لقلت

منازل الكون في الوجود * منازل كها رموز

منازل للعقول فيها * دلائل كلها تجسسوز

لما في الطالبون قصدا • لنيل شيء فذاك جوزوا
في عبادة الكيان حوزوا • هذا الذي سافكم وجوزوا

الرمز واللفظ هو الكلام الذي يعطى ظاهره مالم يقصده قائله وكذلك منزل العالم في الوجود مالم أوجده الله تعالى وأوجده الله لنفسه فأنشغل العالم بغير ما أوجده لنفسه فوجد موجداه ولهذا يقول جماعة من العلماء العارفين وهم أحسن حال من كونهم أن الله أوجده لنا والمحقق والعبد لا يقول ذلك بل يقول إنما أوجده الله لا حاجة به إلى قائلنا فزري ورمزهم من عرف أشعار الالغاز عرف ما أوردناه وأما قوله لما في الطالبون قصدا لنيل شيء فذاك جوزوا من المجازات يقول من طلب الله لا مرفه ولا طلب ولا ينال منه غير ذلك وقوله في عبادة الكيان يقول من عبد الله تعالى فذلك الشيء محبوب ومو ربه والله يرى منه وهو لا عبده وقوله جوزوا أي خفوا ما جئتم به أي بسببه وجوزوا أي رزقوا وما فأنكم ما جئتم النبالا بسببه (منزل الدعاء) هذا المنزل يحتوي على منازل منها منزل الانس بالشبيه ومنزل التغذي ومنزل مكة والدنص والحجب ومنزل المقاصير والابتلاء ومنزل الجمع والتفرقة والمجمع ومنزل النواحي والتغديس وفي هذا المنزل قلت

لتأبه الرحمن فيسك منازل • فاجب نداء الحق طوعا یا فضل
ورفعت اليك الرسائل كفيها • ترجو النوال فلا تحجب السائل
أنت الذي قال الدليل بفضله • ولنا عليه شواهد ودلائل
لولا اختصاصك بالحقيقة ما زلت • بتزلك الاعلى لديه منازل

يقول ان نداء الحق عباده انما هو لسان الرسائل فطلب امتحان أميانه وذلك العبد في ذلك الوقت تحت سلطانها والمرسلات لها تطلب الخلق ترفع أكفها إلى من هي في يده من الاسماء لتجود به على من يطلبها من الاسماء والمسؤول بدأ انما هو من له المهيمنة على الاسماء كالعلم الذي له التقدم على الخير والحسب والمحصي والمفضل ولهذا قال أنت الذي قال الدليل بفضله والحقيقة التي اختص بها حاطته بما تحته في الرتبة من الاسماء الالهية اذ القادر في الرتبة دون المريد والعالم في الرتبة فوق المريد والحق فوق الكل فالمنزل التي تحت حاطة الاسم الجامع تقتصر منزله بها الجابة لسؤالها (منزل الافعال) وهو يشتمل على منازل منها منزل الفضل والالهام ومنزل الاسراء الروحاني ومنزل التأطير ومنزل الهلاك وفي هذه المنازل أقول

لنزال الافعال برق لامع • ورياحها تزعج السحاب زعازع
وسهامها في العالمين نوافذ • وسيوفها في الكائنات قواطع
أنت الى العز المحقق أمرها • فالعين تبصر والتناول شاسع

الاس في أفعال العباد على قسمين طائفة ترى الافعال من العباد وطائفة ترى الافعال من الله وكل طائفة يدومها مع اعتقادها ذلك شبه البرق الالامع في ذلك بطلها أن الذي في يده ذلك الفعل نسبة تناوكل طائفة السحاب يحول بينها وبين نسبة الفعل لمن نعمته وقوله في رياحها انها شديدة أي الاسباب والادلة التي قامت لكل طائفة على نسبة الافعال لمن نسبتها اليه بقوة النظر البصر وصف سهامها بالنفوذ في نفوس القوم يعتقدون ذلك وكذلك سيوفها فيهم قواطع وقوله انها ألقت الى العز أي احتجت بحمي مانع يمنع المخالف أن يؤثر في بيتي على هذا كل أحد على ما هي ارادة الله قال تعالى زيننا كل أمة عملهم وقوله فالعين تبصر يقول الحسن يشهد ان الفعل للعبد والانسان بحمد ذلك من نفسه لا بد من الاحتيار وقوله التناول شاسع أي ونسبته إلى غير ما يعطيه الحسن والنفس بعيد التناول الا انه لا بد فيه من برق لامع يعطى نسبة في ذلك الفعل لمن في عنده لا يقدر على مجدها (منزل الابتداء) ويشتمل على منازل منها منزل الفلطة والسيحات ومنزل التنزلات والعلم بالتوحيد الالهي ومنزل الرحوت ومنزل الحق والفرع وفي هذا المنزل أقول

لا يشده شواهد ودلائل • وله ادراج الركاب منازل

عوى إلى غير الحوادث حكمه • وبمده الله الكريم القاعل
ما ينسبه له من بين الأسماء • الاتعلق والوجود الحاصل
لاسم من مقالة من جاهد • معنى الوجود حقائق وأبطال
معنى الوجود حقائق مشهودة • وسوى الوجود هو المحال الباطل

بقول لابتداءه الاكوان شواهد فيها لم تكن لانفسها ثم كانت وله الضمير يعود على الابتداء اذا حط الركاب أي اذا
تبعته من أين جاء وحدته من عند من أوجده وتلك كان له البقاء قال تعالى وما عند الله باق فاذا حطت عنه
عرفت منزلته منه الذي كان فيه اذ لم يكن لنفسه وتلك منزل الاولية الالهية في قوله هو الاول ومن هذه الاولية صدر
اكتفاء الكون ومنه تستمد الحوادث كلها وهو الحاكم فيها وهي الجارية على حكمه وفي النسب عنه فان اولية الحق تعد
اولية العبد وليس لاولية الكون اعداد كثر فيتم نسب الا لعناية ولا حسب الاحكام ولا وقت غير الازل لهذا ذهب
القوم وما بقي مما لم يدخل تحت حصر هذه الثلاثة فسمى وتليس هكذا صرح به صاحب محاسن المجالس وقول من
قال معنى الوجود حقائق وأبطال ليس بصحيح فان الباطل هو العدم وهو مجموع فان الوجود المستفاد في حكم العدم
والوجود الحق من كان وجوده لنفسه وكل عدم وجد فواجده الامن وجود كان موصوفاً به لنفسه والشيء
استفاد هو الوجود اعميه وأما المحال الباطل فهو الذي لا وجود له لنفسه ولا من غيره (منزل التنزيه) هذا المنزل
يشتمل على منازل منها منزل الشكر ومنزل البأس ومنزل النسر ومنزل النصر والجمع ومنزل الرجح والخسران
والاستعالات ولساني هذا

لما نزل التنزيه والتفديس • من قول حاكمه مقول
علم يعود على المنزه حكمه • فردوس قدس روضه مطول
فمنزه الحق المبين مجوز • مقالة فرامسه تفصيل

بقول المنزه على الحقيقة من • تنزيه نفسه وانما ينزه من يجوز عليه ما ينزه عنه وهو الخلق فلهذا يعود التنزيه على المنزه
قال صلى الله عليه وسلم انما هي أعمالكم تزد عليكم فمن كان عمله التنزيه عاد عليه تنزيهه كان عمله منزهاً عن أن يقوم
به اعتقاد ما لا ينبغي أن يكون الحق عليه ومن هنا قال من قال سبحانه تعظيماً لجلاله الله تعالى ولهذا قال روضه مطول
وهو نزول التنزيه الى محل العبد المنزه خاتمه والله يقول الحق وهو يهدي السبيل

(منزل التقريب هذا المنزل يشتمل على منازل منزل شوق العوائد منزل حادثة كن وفيه أُنشدت)

لما نزل التقريب شرط يعلم • ولها على ذات الكيان محكم
فاذا أتى شرط القيام واستوى • جبارها خضع الوجود وبخدم
هيئات لانجي النفوس عمارها • الا التي فعات وانت مجسم

يقول ان التنزيه من صفات المحدثات لانها تقبل التقريب بوضوح والحق هو القريب وان كان قد وصف نفسه بأنه
يتقرب والحمد لله من التقريب والتقريب ولما قال شرط يعلم وهو قبول التأثير قال ولا يعرفون ينكشف الا سر عوما
الاي الآخرة وقال النفوس لما حاجني الا ان غرسته في حياتها الدنيا من خبرها وشرقتها لها التقريب من أعمالها فمن
يعمل مثقال ذرة خيرا يره ومن يعمل مثقال ذرة شرا يره (منزل التوفيق) وهذا المنزل ايضا يشتمل على منزلين
منزل الطريق الالهي ومنزل السمع وفيه عظمت

ظهرت منازل للتوفيق بادية • وفطوقها ليد المقرب دانية
فأقطف من اعصان الدرة عمارها • لا تطفن من الفصول العادية
لانخرجن عن اعداء الله والوزن • ومط الطريق تفر الحقائق بادية

يقول ما في الله الانسان قد ظهر لا ما يتوهم شيئا الا وله ظهور عند الله باطنه وقد برز من غيبه الذي يستحقه انى باطن

من شوقه ثم انه توقع ظهوره في عالم الشهادة فيكون اقرب في التداول وهو قوله فلو فها دانية أي قريبة ليد القاطبة قول احفظ طريق الاعتدال لا تنصرف عنه والاعتدال هنا ملازمتك حقيقة فك لا تخرج عنها كما خرج المتكبرون ومن كان برزخا بين الطرفين كان له الاستشراق عليهما فاذا مال الى أحد هما غاب عن الآخر (منزل البركات) وهو ايضا يشمل على منزلين على منزل الجمع والفرقة ومنزل الخصاص البرزخي وهو منزل الملك والفهر وفيه قلت

لمنزل البركات نور يسطع • وله عجبات القلوب توقع فيها المزيد لكل طالب مشهد • ولها الى نفس الوجود تطلع فاذا تحقق سر طالب حكمة • بمقتضى البركات شدة المطلع فالحمد لله الذي في صكوته • أعيناه منه - مهودة تنسم

البركات الزيادة وهي من نتائج الشكر وما سمي الحق نفسه تعالى بالاسم اشا كرو الشكور الانزاد في العمل الذي شرع لئلا نعمل به كما يزبد الحق النعم بالشكر كما في كل نفس مطلعة للزيادة يقول واذا تحقق طالب الحكمة الزيادة اعرفد بامور عباد أن لا يشاركه بها أحد لتكون الزيادة من ذلك النوع وصاحب هذا المقام تكون حاله المراقبة لمحال الذي يطلبه (منزل الاقسام والايلاء) وهذا المنزل يشمل على منازل منها منزل الفهوانيات الرحمانية ومنزل المقاسم الروحانية ومنزل الرقوم ومنزل مساقط النور ومنزل الشمراء ومنزل المراتب الروحانية ومنزل النفس السكينة ومنزل القطب ومنزل انقهاق الانوار على عالم الغيب ومنزل مراتب النفس الناطقة ومنزل اختلاف الطرق ومنزل المودة ومنزل علوم الاطعام ومنزل النفوس الحيوانية ومنزل الملائكة الوسطى وفيه قلت

منازل الاقسام في العرض • أحكامها في عالم الارض تجري بافلاك السعد على • من قام بالسنة والقرض وعلمها وقف على عينها • وحكمها في الطول والعرض

يقول القسم نتيجة التهمة والحق يعلم الخلق من حيث ما هم عليه لا من حيث ما هو موطنهم بل يقول الحق تعالى الملائكة لا اله الا هو من عالم التهمة وليس مخلوق أن يقسم بمخلوق وهو من جمل ان أقسم بخلق عندنا فهو عاص ولا كفارة عليه اذا حنت وعليه التوبة مما وقع فيه لا غير وانما أقسم الحق بنفسه حين أقسم بد كالمخوقات وحذف الاسم بدل على ذلك اظهار الاسم في مواضع من الكتاب العزيز مثل قوله فوبر السماء والارض برب المشرق والمغرب فكان ذلك اعلاما في المواضع التي لم يحرك الاسم ذكر بظواهره غيب هالك لا مرامه سبحانه في ذلك يعرف من عرفه الحق ذلك من نبي وولي ملهم فان القسم دليل على تعظيم القسم به ولا شك انه قد كرف القسم من بهر ومن لا يبصر فدخل في ذلك الرفيع والوضيع والمرضى عنه والمضروب عليه والمحبوب والمعدون والمؤمن والكافر والموجود والمعدوم ولا يعرف منازل الاقسام الا من عرف عالم الغيب فيقلب على الظن ان الاسم الالهي هاضم وقدرته ان عالم الغيب هو الطول وعالم الشهادة هو العرض (منزل الآتية) ويشمل على منازل منها منزل سليمان عليه السلام دون غيره من الانبياء ومنزل السرا الكامل ومنزل اختلاف المخوقات ومنزل الروح ومنزل العلوم وفيه أقول

أتية قدسية مشهودة • لوجودها عند الرجال منازل تفنى البكان اذا تجأت صورة • في سورة أعلامها تفاصيل وتر بك فيك وجودها بنوعها • خلف الظلال وجودها لك شامل

يقول ان الحقيقة الالهية المعنوية بنصوت التنزيه اذا شهدت تفنى كل عين سواها وان تقاضت مشاهدتها في الشخص الواحد بحسب أهواله وفي الاشخاص لاختلاف أهوالهم لا أعطت الحقيقة انه لا يشهد هذا الشاهد منا الانفسه كمالا تشهد هي هذا الانفسه فكل حقيقة لاخرى مرآة المؤمن مرآة أخيه ليس كذلك شيء (منزل الدهور) يحتوي

هذا المنزل على ما رل مهماتل لسابقة ومنزل المرأة ومنزل روحهات الافلاك ومنزل الامر الاهي ومنزل
الولادة ومنزل الموازنة ومنزل البشارة بالقاء وفيه أقول

ومن المنازل ما يكون مقدره * مثل الزمان فانه متدهم
دلت عليه الدوائر بدورها * وله التصرف واقام الاعظم

يقول لما كان الامر متدهما في حق الحق كان الزمان أيضا في حق الحق امرامتوهم أي مدة توهمة نطقها
حركات الافلاك فان الزل كان زمانا للخلق فافهم (منزل لام الالف) هذامنزل الانتفاخ والغالب عليه الاتلاف
لا الاختلاف قال تعالى وانت الساق بالساق الى ربك يومئذ المساق وهو يحتوي على ازل منها منزل يجمع
البحرين وجمع الامرين ومنزل التشريف المحدث الذي الى جانب المنفل الصمدى وفيه أقول
منازل اللام في التحقيق والالف * عند اللقاء افعال حال وصلهما
هما الدليل اعلى من قال ان انا * مر الوجود واني عينه فهما
بم الدبيلان اذ دلا بجهلها * لا كالذي دل بالا قول فانصرما

يقول وان ارتبط اللام بالالف وانفقدوا صار عينا واحدة وهو ظاهر في المزودج من الحروف في المقام الثامن
والعشرين بين الواو والياء الذين هما الصلحة والاعتلال فلما في الالف من العلة ولما في اللام من الصلحة وقعت
المناسبة بينهما وبين هذين الحرفين فيلبي الصحيح منه حرف الصلحة وبلي المعتل منه حرف العلة فيدها مبسوط بالرحمة
مقبوض بنقيضها وليس للام الالف صورة في نظم المفرد بل هو غيب وبها ورتبة على حالها بين الواو والياء وقد استجاب في
مكانه الزاى والحاء والطاء الياصة فله في غيبة الرتبة السابعة والثامنة والتاسعة فله منزلة القمر بين الدر والحلال فلم تزل
تصعب رتبة البرزخية في غيبته وظهره فهو الرابع والعشرون اذ كانت له السبعة بالراى والخمانية بالحاء والنسة بالطاء
واليوم أربع وعشرون ساعة في أى ساعة عملت به فيها نتج عملك على ميزان العمل بالوضع لانه في حروف الرقم لافى
حروف الطبع لانه ليس له في حروف الطبع اذ اللام وهو من حروف اللسان ورزخ بين الحلق والشفة بين والالف ليست
من حروف الطبع فاما باب الاسباب حرف واحد وهو اللام الذي عنه تولد الالف اذا اشعت حركته فان لم تشع ظهرت
الهزة ولهذا جعل الالف بعض العلماء نصف حرف والهزة نصف حرف في الرقم الوضى لافى اللفظ الطبقى ثم زجع
ويقول ان انفقد اللام بالالف فكأنوا صار عينا واحدة فان غلبه به يدلان على انها اثنان ثم العبارة باسمه يدل على انه
اثنان فهو اسم مركب من اسمين لعينين الواحدة اللام والاخرى الالف ولكن لما ظهر في الشكل على صورة
واحدة لم يفرق الناظر بينهما ولم يميزه أى الفخذين هو اللام حتى يكون الآخر الالف فاختلف الكتاب فيه فبينهم
راعى التلفظ ومنهم من راى ما يشد به مخطفه فيجعله أولا فاجتمع في تقديم اللام على الالف لان الالف هنا تولد عن
اللام بلا شك وكذلك الهزة تنبوا اللام في مثل قوله لا تم أشد رهبة وأمثاله وهذا الحرف أعنى لام ألف هو حرف
الالتباس في الافعال فلم يتخلص الفعل الظاهر على يد المخلوق ان هو ان قلت هو لله صدقت وان قلت هو للمخلوق
صدقت ولو لادلك صاحب التكليف وازافة العمل من الله للعبد يقول صلى الله عليه وسلم انه لاهي أعمالكم ترد عليكم
ويقول الله وما تفعلوا من خير فلن تكفروه واعمالوا ما شئتم فى بما تعملون بصير والله يقول الحق فكذلك أى
الفخذين جعلت اللام أو الالف صدقت وان اختلف العمل في وضع الشكل عند العلماء به للتحقق بالصورة وكل من
دل على ان الفعل لا واحد من الفخذين دون الآخر فذلك غير صحيح وصاحبه ينقطع ولا يثبت وان غيره من أهل ذلك
الشأن يخالفه في ذلك ويدل في زعمه والقول معه كالقول مع مخالفه وتعارض الامر ويشكل الاعلى من نور الله
بصيرته وهداه الى سواء السبيل (منزل التقرير) وهو يشتمل على منازل منها منزل تعداد النعم ومنها منزل رفع الضرر
ومنها المنزل الحاق وفي ذلك أقول

تقررت المنازل بالسكون * ورجعت الظهور على الكون

ودلت بالبيان على عيون • مفعلة من الماء المنعين

ودلت بالبرق صحاب منن • اذا لفت على النور المبين

اعلم أبديك الله انه يقول الثبوت بقر المازل فمن ثبتت وظهر لكل عين على حقيقتها ألا ترى ما نعطيك سرعة
الحركة من الشبه فيحكم الناظر على الشيء بخلاف ما هو عليه ذلك الشيء فيقول في السار الفنى في الجرة أو في رأس القنبلة
إذا أسرع حركته عرضاته خط مستطيل أو بدبره بسرعة فبرى دائرة تارقي الهواء وسبب ذلك عدم الثبوت وإذا
ثبتت المازل دلت على ما يحوى عليه من العلوم الالهية (منزل المشاهدة) وهو منزل واحد هو منزل فناء الكون فيه
يخفى من لم يكن ويبنى من لم يزل وفيه أقول

في فناء الكون منزل • روحه فينا منزل

انه لينة قدرى • ماله نور ولا ظل

هو عين النور صرنا • ماله عنه تنقل

• فانا الامام حقا • ملك في القدر الاول

عنده مفتاح امرى • فيوامحكم ويبرزل

سمنور في طول • لست بالملك الاعزل

قالقام الحق فيكم • دائم لا ينسل

وهو القاهر منه • وهو الامم الاعدل

ليس بالنور المشل • بل من الهاتك كل

وأنا منه يشنا • بكان السر الافضل

فبعين العين أسمو • وبامر الامر أنزل

يقول حالة الفناء لانور ولا ظل مثل لبة القدر ثم قال وذلك هو الضوء الحقيقي والظل الحقيقي قاته الاصل الذي لا يسهله
والانوار تقابلها الظلم وهذا لا يخالج شئ وقوله انا الامام يعنى شهود الحق من الوجه الخاص الذى منه الى وهو الصدر
الاول ومن هذا المقام يقع التفصيل والكثرة والعدد في الصور وحل السهر بات كناية عن تأخر القبومية في العالم ولها
الثبوت ولذا قال لا تبدل لوه القهر والعبد لا يغفل التشبه فشهود القات أعلو وبالامر الالهى أنزل اماما في العالم
(منزل الالفه) هو منزل واحد وفيه أقول

منازل الالفه مالفه • وهى هذا التفت مرفه

فقل لمن عرس فيها أقم • قائما بالامن مخفوفه

وهى على الاثنين موقوفه • وعن عذاب الوتر مصروفه

هذا منزل الاعراس والسرور والافراح وهو ما آمن الله به على نبيه محمد صلى الله عليه وسلم فقال لو اخفت شأنى
الارض جميعا ما ألفت بين قلوبهم بربيعك ولكن الله تف بينهم بربيعك فودك واجابتك ونصبتك
(منزل الاستخبار) وهو يشمل على منازل منها منزل المازعة الروحانية ومنزل حلية السعداء كيف تظهر على
الاشقياء وبالعكس ومنزل الكون قبل الانسان وفيه أقول

إذا استفتهم من آتباب قلبى • أخاوى على استفتهم لفظى

منازلهم بلفظك ليس الا • فباشوى لداك وصوه خطى

وعظت النفس لا تنظر اليهم • فما التفتت بخاطرها لوعظى

لفظهم عسى أسطى يكون • فكانوا عين كوفى عين لفظى

ومن عجب انى أحسن اليهم • واسأل عنهم من أرى وهم موسى

وقال

وترصد هم عبي وهم في سوادها • وبشت فهم قلمي وهم بين أصلي
يقول لهم في لاني ادا سالت عنهم وفي سواد عيني اذا نظرت اليهم وفي قلمي ادا فكرت فيهم واشتقت اليهم فهم عبي
كل حال كون عليها فهم عيني ولست عليهم اذ لم يكن عدهم من ماء دمي منهم (منزل الوعيد) وهو منزل واحد
عوى على الجور والاستمساك بالكون وفيه قلت

ان الوعيد انزلان هما لمن • ترك السلوك على الطريق الاقوم
فاذا تحقق بالكمال وجوده • ومنى على حكم العلاء الاقدم
عادا نعما عسده فتعجه • في النار وهي نعيم كل مكرّم
منزل وحاني وهو عدل النفوس ومنزل جسماني وهو امداد المحسوس ولا يكون الا ان حاد عن الطريق
المشروع في طاهيه والاعمال فاذا وفق للاستقامة وسقت له العافية عصم من ذلك وتعم • والمجاهدة لجنه المشاهدة
(منزل الامر) وهو اشتمل على منازل منزل الارواح البريئة ومنزل التطهير ومنزل السرى ومنزل السب
ومنزل النجاش ومنزل التقطع والامامين ولنا فيه

ما ازل الامر فهو آية القات • بهما تحصل افساحي ولنا في
فليني قائم فيهما دى عمرى • ولا ازل الى وقت المساقاة
وفرة العين المختار كان له • اذا تبرز في صدر المنجاة

الامر الالهى من صفه الكلاء وهو • ودور الازلياء من جهة التشريع وما في الحضرة الالهية امرى • كاني • لان
يكون مشرعا في لولى • لا • اجماع امره ادا امرت الانبياء فيكون لولى • عسديا • ذلك لانه سارية في وجوده
لكس يقي الاولياء امداجه الالهية التي لا امر فيها سمر او حديثا • فكل من قال من اهل الكشف انه مأمور بأمر الهى
في حركته وسكانه مخالف لامر شرعى • كاني • فقد التمس عليه الامر وان كان صادقا به قال انه سمع وانما
يمكن ان يظهر له نحل الهى في صورة نبيه صلى الله عليه وسلم فخطبه نبيه وأقيم في سماع خطاب نبيه وذلك ان الرسول
موصول امر الحق له في الذى امر الله به عاده • فممكن ان يسمع من الحق في حضرة مادك الامر الذى قد جاء به
اولا رسوله صلى الله عليه وسلم • يقول امرنى الحق وانما هو في حقه تعريف بأنه قد امر وانقطع هذا السبب • معه
صلى الله عليه وسلم • وما بعد الاولياء من امة المشروعة فلا ولا ياه في ذلك القدم الراسخة • فهذا • يساعلى • التسعة عشر
صفاه من المنازل • كرا • خص صفات كل منزل فتقول (وصل) • اخص صفات منزل المدح • في العلم بالانبياء
واخص صفات منزل الرموز • علم غوامض الاعداد والاسماء • وهى الكلمات والحروف • وفيه • السمياء • وأخص
صفات منزل الدعاء • علوم الاشارة والتجلية • وأخص صفات منزل الافعال • علم الآن • وأخص صفات منزل الابتداء • علم
المدى والمعاد • معرفة الاوليات من كل شئ • وأخص صفات لبريه • علم السبح والخلق • وأخص صفات التقريب • علم
الدلالات • وأخص صفات منزل التوقع • علم النسب والاصافات • وأخص صفات منزل لبركات • علم الاسباب والشروط
• والادلة والحقيقة • وأخص صفات الاقسام • علوم العظمة • وأخص صفات منزل الدهر • علم الازل • وديمومة البارى
وجودا • وأخص صفات منزل الالية • علم الدت • وأخص صفات منزل لام • علم نسبة الكون الى المكون • وأخص صفات
منزل التقريب • علم الحضور • وأخص صفات منزل فناء الكون • علم قلب الاعيان • وأخص صفات منزل الالفة • علم الاتحام
• وأخص صفات منزل الوعيد • علم المواطن • وأخص صفات منزل الاستفهام • علم ليس كنهه • وأخص صفات منزل
الامر • علم العبودية (وصل) • علم الكل منزل • من هذه المنازل تسعة عشر • صف • من المكات • فتم • صف • الملايكة
وهو صف واحد • وان خلت احوالهم (وعلم الاجسام عانية عشر) • الافلاك • أحد عشر نوعا • ولا ركان • أربعة
• ولدت • لانه • لها وجه • تحرقها • من المكات • في الحضرة الالهية الجوهر للذات • وهو الاول • الثانى • الاعراض
• والصفات • الثالث • وهو لازل • الرابع • المكان • وهو لا • واء • وانتهت • الخمس • الاضافات • للاضافات

السادس الاوضاع للمهابة السابعة السكيت للاماء الثامن الكيفيات للتجليات التاسع التأثيرات للوجود
العائش الانفعالات للظهور في صور الاعتقادات الحادي عشر الخاضعة وهي للاحادية الثاني عشر الحيرة وهي
لوصف بالتزول وانحر والقرض وأشبه ذلك الثالث عشر حياه الكائنات للحق الرابع عشر المعرفة للعلم
الخامس عشر المواجه للارادة السادس عشر الانصار للبعير السابع عشر السمع للسمع الثامن عشر الانسان
للكمال التاسع عشر الانوار والظلم للنور (وصل في مظاهر المنازل التسعة عشر) مظاهر هامن القرآن حروف الهجاء
التي في أول السور وهي أربعة عشر حرفاً في خمس مراتب احادية وثنائية وثلاثية ورباعية وخماسية ومظاهر هامن النار
الخزنة تسعة عشر ملكاً مظاهر هافي التأثيراتنا عشر رجاء والسبعة الدراري مظاهر هامن القرآن حروف الصلة ومظاهر هامن النار
من الرجال النقباء اثنا عشر والابدال السبعة وهؤلاء السبعة منهم الاوتاد أربعة والايمان اثنان والقطب واحد والنظر
لهذه المنازل من الحضرة الالهية ومن الاكوان كثير (وصل) اعلم ان منزل المنازل عبارة عن المنزل الذي يجمع جميع
اسمازل التي تظهر في عالم الدنيا من العرش الى الترى وهو المسمى بالامام المبين قال الله تعالى وكل شئ احصيناه في امام
مبين فقوله احصيناه دليل على انه ما اودع فيه الا علوماً متناهية فنظر ناهل بعصر لاحد عدها فخرجت عن المصمر
كونها متناهية لانه ليس فيه الا ما كان من يوم خلق الله العالم الى ان ينقضي حال الدنيا وتنقل العبارة الى الآخرة وسألا
من اتق به من العلماء هل تهمها هذه العلوم التي يحرمها هذا الامام المبين فقال نعم فاخبرني الثقة الامين
الصادق صاحب وعادني في لأذ كراسه ان اتمها هذه العلوم التي تضمن كل اتم منه ما لا يحصى كثيرة تبلغ ما بعد الى
مائة ألف نوع من العلوم تسعة وعشرين ألف نوع وستائة نوع وكل نوع يحتوي على علوم جمة وبعبر عنها بالمنازل فسألت
هذا الثقة هل ناهل احسد من خلق الله وأحاط بها علماً قال لا ثم قال وما يعلم جزو ديك الا هو واذا كانت الحدود
لا يعلمها الا هو وليس للحق منازع يحتاج هؤلاء الجنود الى مقابله فقال لي لا تنجب فوروب السماء والارض لقد هم
أعجب فقلت ما هو فقال لي الذي ذكرته في حق امرأتين من نساء رسول الله صلى الله عليه وسلم تلا وان نظار اعلية
فان الله هو مولاه ووجه بل وصالح المؤمنين والملائكة بعد ذلك ظهير فهذا أعجب من ذكر الجنود فأسر الله بحجة
فلما قال لي ذلك سألت الله أن يطلعني على فائدة هذه المسئلة وما هذه العظمة التي جعل الله نفسه في مقابلهما وحرر بل
وصالح المؤمنين والملائكة فاخبرني بما فاسم ررت بشئ سروري بمعرفة ذلك وعلمت لمن استندت اومن يقو بهما ولولا
ما ذكرته الله في النصرة ما استطاعت الملائكة والمؤمنون مقاومتها وعلمت انها حصل لها من العلم بالله والتأثير
في العالم ما أعطاها هذه القوة وهذا من العلم الذي كهيئة السكون فشكرت الله على ما أوتى لها أظن ان أحداً من خلق
الله استند الى ما استندنا تان المرأتان يقول لوط عليه السلام لو أن لي بكم قوة أو آوى الى ركن شديد وكان عنده
الركن الشديد ولم يكن يعرفه فان النبي صلى الله عليه وسلم قد شهد به بذلك فقال برحم الله أختي لوطا لقد كان يأوي الى
ركن شديد وعرفناه عائشة وحفصة فلو علم الناس علم ما كانا عليه لعرفوا معنى هذه الآية والله يقول الحق وهو
يهدي السبيل

الباب الثالث والعشرون في معرفة الاقطاب المصونين وأسرار صونهم

ان الله حكيم أخفاها • في وجودي فليس عين تراها
خلق الجسم دار لحوادث • فبناها وجوده سقواها
ثم لما تعدلت واستقامت • جاء روح من عنده أحيها
ثم لما تحقق الحق علما • حبسه وانقياده لحوها
قال لولت خذ اليك عبيدي • فدعاه له بما أخلاها
ونحى لي له فقال الهى • ابن أنسى فقال ما ننساها
كعب أسس دار ارحمت فوها • من فواكم فهي التي لاتضاهي

يا لهي وسيدى واعتادى • ما عشت منها سوى معناها
أعلتنا بما نريدون منا • بلسان الرسول من أعلاها
فقطنا أيضا في مرور • بك ياسيدي فما أحلاها
قال ردوا عليه دار هوا • صدق الروح انه هو واها
فرددنا لظنين سحارى • طسربا دائما الى سكاهها
وبناها على اعتدال قواها • ونجسلى لها بما قواها

اعلم بذلك الله ان هذا الباب يتضمن ذكر عباد الله السمين بالملازمة وهم الرجال الذين حلوا من الولاية في أقصى درجاتها
وما فوقهم الدرجة النبوة وهذا يسمى مقام القرية في الولاية وآيتهم من القرآن حور مقصورات في الخيام ينه
شعوت نساء الجنة وحور هاعلى نفوس رجال الله الذين اقتطعهم اليه وصانهم وحسبهم في خيام صون القبة الالهية في
زوايا الكون ان تمتد اليهم عين فتشغلهم لا والله ما يشغلهم نظر الخلق اليهم لكنهم ليس في وضع الخلق ان يقوموا بمطه
الطائفة من الحق عليهم لعلوا صبا فتقف العباد في امر لا يصلون اليه أبدا حبس ظواهرهم في خيانت العادات
والعبادات من الاعمال الظاهرة والمشاركة على الفرائض منها والنوافل فلا يعرفون بغير عادة فلا يطمون ولا يشار
اليهم بالصالح الذي في عرف العاتق مع كونهم لا يكون منهم فساد فهم الاخفاء الارباء الاناء في العالم الغاضون في
الناس فهم قال رسول الله صلى الله عليه وسلم عن ربه عز وجل ان أغبط أوليائي عندي لمؤمن خفيف الحاذ ذو حظ من
صلاة أحسن عبادته وطاعة في السر والعلانية وكان غامضا في الناس يريد أنهم لا يعرفون بين الناس بكبير عبادة
ولا يشكون المحامد مراءنا قال بعض الرجال في صفتهم لما سئل عن العارف قال ملوذا الوجه في الدنيا والآخرة فان
كان أراد ما ذكرناه من أحوال هذه الطائفة فانه يريد بسواد الوجه ما استفرغ أوقاته كلها في الدنيا والآخرة في تجليات
الحق لئلا يرى الانسان عندنا في مرآة الخلق انما تجلى له غير نفسه ومقامه وهو كون من الاكوان والكون في نور الحق
ظلمة فلا يشهد الا سواد فان وجه الشئ حقيقته وذاته ولا يدوم التجلي الالهية الطائفة على الخصوص فهم مع الحق في
الدنيا والآخرة على ما ذكرناه من دوام التجلي وهم الافراد وأما ان أراد بالتسويد من السيادة وأراد بالوجه حقيقة
الانسان أى له السيادة في الدنيا والآخرة فيمكن ولا يكون ذلك الا فرسلا خاصة فانه كما لهم وهو في الاولياء نقص لان
الرسول معطرون في الظهور لاجل التشريع والاولياء ليس لهم ذلك الا ترى الله سبحانه لا كل الدين كيف أمره في
السورة التي نزل الله اليه فيها نفسه فأزل عليه اذا جاء نصر الله والفتح ورأيت الناس يدخلون في دين الله أفواجا
فصبح محمد بك واستغفره أى أشغل نفسك بتزكرك بك والثناء عليه بما هو أهله فاقطعه بهذا الامر من العالم لما
كل ما أرى يدمنه من تبليغ الرسالة وطلب الاستغفار ان يستمر عن خلقه في حجاب صونه لينفرد به دون خلقه دائما فانه
كان في زمان التبليغ والارشاد وشغله بأداء الرسالة فان له وقتا لا يسهه فيه غير به وسائر أوقاته فيها أمر به من النظر في
أمر الخلق فردة الى ذلك الوقت الواحد الذي كان يغتسله من أوقات شغله بالخلق وان كان عن أمر الخلق ثم قوله انه
كان توابا الى يرجع الحق اليك رجوعا مستحبا لا يكون للخلق عندك فيه دخول بوجه من الوجوه ولما نزل رسول
الله صلى الله عليه وسلم هذه السورة بكى أبو بكر الصديق رضي الله عنه وحده دون من كان في ذلك المجلس وعلم ان الله
نمالي قد نفي الى رسول الله صلى الله عليه وسلم نفسه وهو كان أعلم الناس به وأخذ الحاضرون يتبعون من بكائه ولا
يعرفون سبب ذلك والاولياء اكابر اذا تزكوا أو انفسهم لم يختار أحد منهم الظهور أصلا لانهم علموا ان الله ما خلقهم لهم
ولا لأحد من خلقه بالخلق من القصد الاول وانما خلقهم له سبحانه فعملوا انفسهم ما خلقوا له فان أظهرهم الحق عن غير
اختيار منهم بأن يعمل في قلوب الخلق تعظيمهم فذلك اليه سبحانه ما لهم فيه فعمل وان سترهم ولم يحسن لهم في قلوب الناس
فستر يطمونهم من أجله فذلك اليه تعالى فهم لا اختيار لهم مع اختيار الحق فان خبرهم ولا يفتخرون والسر عن
الخلق والاقطاع الى الله ولما كان حالهم مستمر ندمهم عن نومهم فكيف عن غيرهم فعين عاينا ان نبي منازل

صوتهم فمن سارل صوهم آداء الفرائض في الجماعات والدخول مع الناس في كل بلد يرى ذلك البلد ولا يوطن مكانا في المسجد وتختلف أما كنه في المسجد الذي تقام فيه الجمعة حتى تضع عينه في غمار الناس وإذا كلم الناس فيكمهم ويرى الحق رقيبا عليه في كلامه وإذا سمع كلام الناس - مع كذلك - ويقال من بحالة الناس الامن جيرانه حتى لا يشمر به ويقص حاجة الصغير والارملة ولاعب أولاده وأهله بما يرضى الله تعالى ويزج ولا يقول الاحقا وان عرف في موضع اشقل عنه الى غيره فان لم يتمكن له الانتقال استغنى من يعرفوا مع عليهم في حوائج الناس حتى يرعوا عنه وان كان عنده قام التحول في الصور تحوّل كما كان للروحاني الشكل في صور بني آدم فلا يعرف انه ملك وكذلك كان غضيب البان وهذا كما لم يرد الحق اظهاره ولا شهرته من حيث لا يشمر ثم ان هذه الطائفة ايمانوا هذه المرتبة عند الله لا هم صانوا قلوبهم أن يدخاها غير الله أو تتعالي بكون من الاكران سوى الله فليس لهم حواس الامع الله ولا حديث الامع الله فهم بالله قائمون وفي الله ناظرون والى الله راخوان ومنزلون وعن الله عاطفون ومن الله آخذون وعلى الله متوكلون وعنده قاطنون فطاهم معروف سواء ولا مشهود الا بالاه صانوا نفوسهم عن دوسهم فلا تعرفهم وهوهم فهم في عيادات القريب محوون هم ضامان الحق المستخلصون يا كواون الطامام ويمشون في الاسواق مشى سحر وكل حجاب فهدمه حالة هذه لطيفة المذكورة في هذا الباب (تتمتع شريعة) طهيد الباب قلنا ومن هذه الحصرة بعثت الرسل سلام الله عليهم أجمعين مشرعين ووجد معهم هؤلاء تابعين لهم فممن بأمرهم من عين واحدة أخذتها الانبياء والرسل ماثرة وأوحدتها الاولياء ما تتبعوه وفيهم التابعون على بصيرة العالمون من اسعوه وفيها اتبعوهم العارفون بنازل الرسل ومناهج السبل من الله ومقاديرهم عند الله تعالى والله يقول الحق وهو يهدي السبل انتهى الجزء السادس عشر والحمد لله

(بسم الله الرحمن الرحيم)

(الباب الرابع والعشرون)

في معرفة جاءت عن العلوم الكونية وماتة ضمنه من الجباب ومن حصلها من العالم ومرتبة أقطابهم وأمرار الاشتراك بين شريعتين والقلوب المنعقدة بعالم الانفاس وبالنفس وأصلها والى كم انتهى سارها

نهجت من ملك يعود بملكها • ومن ملك أضحي لملوكها ملكا
فذلك ملك الملك ان كنت طامحا • من اللؤلؤ المنثور من علمنا ملكا
خذ عن وجود الحق علما مقدما • ليأخذ ذلك العلم من شاء عنك
فان كنت مثلي في العالم فقد نرى • بأن الذي في كونه نسخة منك
فهو في العلى شيء بقاوم أمركم • وقد فتكت أسيا فيكم في الوري فتكا
فلو كنت تدري يا حبيبي وجوده • ومن أنت كنت السيد العلم الملكا
وكان الله الخلق ياتيك ضعيفا • أتيت اليه ان تحذقه ملكا

اعلم أبديك ان الله يقول ادعوني أستجب لكم فاذا علمت هذا علمت ان الله قرب كل شيء ومليكه فكل ماسوى الله تعالى مروب لهذا الرب وملك لهذا الملك الحق سبحانه ولا معنى لكون العالم ملك الله تعالى الا لتصرفه فيه على ما يشاء من غير تعجب وانما تأثير الملك سيده جل علاه فتشوق الحالات التي هو العالم عليها هو تصرف الحق فيهم على حكم ما يريد ثم انه لما رأى الله تعالى يقول كتب ربكم على نفسه الرحمة فأشرك نفسه مع عبده في الوجوب عاياه وان كان هو الذي أوجب على نفسه ما أوجب فكل ما مصدق وعده حق كما يوجب الانسان بالذند على نفسه ابتداء الله وجه الحق عليه فأوجب الله عليه الوفاء بذره الذي أوجبه على نفسه فامر بالوفاء بذره ثم رأياه تعالى لا يصعد دعاء العبد اياه كما شرع كان له لا يكون مجيب الحق حتى يدعوه الحق الى ما يدعوه اليه قال

تعالى فليست جبري الى فصار للعبد والعالم الذي هو ملك لله سبحانه نصرته الهى في الجانب الايجابى بما تقتضيه حقيقة العالم بالطلب الذاتى ونصرته بغيره بما تقتضيه وضع الشريعة فلما كان الامر على ما ذكرنا من كون الحق مجيب امر العبد اذا دعاه وسأله كان العبد مجيباً امر الله اذا امره وهو قوله وأوفوا بعهدي وأوفى بهدكم فتمرك في القضية ولما كان الحق يقتضى بذاته أن يذلل له سواء شرع لعباده أم لا وأول ما شرع كذلك يقتضى بقاء وجوده عنه حفظ الحق ايما سواء شرع الحق ماثراً شرعاً ولم يشرع ثم لما شرع لله ما عملاً اذا عملها شرع لنفسه أن يحجازي هذا العبد على قول ما كلفه فصار الجانب العالى ملكاً لهذا الملك الذي هو العالم بما ظهر من اثر العبد فيه من العطاء عند السؤال فانطلق عليه صفة بغيره ملك الملك فهو سبحانه مالك وملك بما يأمر به عباده وهو سبحانه ملك بما يأمر به العبد ويقول رب اغفر لي كفاً لله الحق أقوم الصلاة كرى فيسمى ما كان من جانب الحق للعبد أمراً ويسمى ما كان من جانب العبد الحق دعاء أو بالظهار كما هو على الحقيقة أمر فان الحد يشمل الامر من معاً وأول من اسطاع على هذا الامر في علمي محمد بن علي الترمذي الحكيم وما سمعنا هذا اللفظ عن أحد سواء ورى بما تقدمه غيره بهذا الاصطلاح وما وصل اليه الا أن الامر صحيح ومسئلة الوجوب على الله عقلانية خلاف بين أهل النظر من المتكلمين فن قال بذلك وغيره قال بها وأما الوجوب الشرعى فلا يشكره الا من ليس بمؤمن بما جاء من عند الله واعلم ان المتضايين لابد أن يحدث لكل أحد من المتضايين اسم تعطيه الاضافة فاذا قلت زيد فهو اسان بلا شك لا يعقل منه غير هذا فاذا قلت عمرو فهو اسان لا يدل منه غيره هنا فاذا قلت زيد بن عمرو أو زيد بن عمرو فلا شك انه قد حدث زيد البتة فاذا كان ابن عمرو وحده لعمر واسم الابوة اذ كان ابناً يذنبون في بدا عتقت الابوة لعمر والابوة لعمر و أعطت البتة زيدا بكل واحد من المتضايين أحدث لصاحبه معنى لم يكن يوصف به قبل الاضافة وكذلك زيد بن عمرو فأعطت العبودية أن يكون زيدا وعلو عمرو مال كفاً حدثت علو كيت زيدا مالم يملك لعمر وأحدث ملك عمرو زيدا وعلو كيت زيدا في نفسه فلو كان في عمرو ملك ولم يكن لكل واحد منهما معقولة هذين الاسمين قبل أن توجد الاضافة فالحق والانسان انسان فاذا قلت الانسان أو الناس عبدة الله قلت ان انتم الله الناس لابد من ذلك فلو قدرت ارتفاع وجود العالم من لذهن جهة واحدة من كونه ملكاً لم يرتفع وجود الحق لارتفاع العالم وارتفع وجود معنى الملك عن الحق ضرورة ولما كان وجود العالم من شرط وجود الحق فخلو صلاحية لهذا كان اسم الملك لله تعالى لازلاً وان كان عين العالم مدوياً العين اكن معقولة موجودة مرتبطة باسم الملك فهو ملك لله تعالى وجوده وتقدير اقوة وفعله لا فان فهمت والا فافهم وليس بين الحق والعالم بون يعقل أصلاً لا يتميز بالحقاني فافهم ولا شيء معه سبحانه ولم يزل كذلك ولا يزال كذلك لانه لا شيء معه فمعينه معنا كما يستحق جلالة وكابضه جلالاً ولولا ما نسب لنفسه انه معنالم بقتض العقل أن يطلق عليه معنى المعية كالا يفهم منها العقل الملم حين أطلقها الحق على نفسه ما يفهم من معية العالم بضم مع بعض لانه ليس كذلك شيء قال تعالى وهو معكم أينما كنتم وقال تعالى انني معكم أينما كنتم ولوسى وهو فنقول ان الحق معن على حد ما قاله بالمعنى الذي أرادوه لا نقول ان مع الحق فانه ما ورد والعقل لا يعطيه فمالنا وجه عقلي ولا شرعى يطابق به ان مع الحق وأما من نفى عنه اطلاق الابنية من أهل الاسلام فهو ناقص الابدان فان العقل ينفي عنه معقولة الابنية وان شرع الثالث في السنة في الكتاب فثبت اطلاق لفظ الابنية على الله فلا تعدى ولا يقاس عليها وتلقى في الموضع الذي أطلقها الشارع قال رسول الله صلى الله عليه وسلم للسوءاء التي ضربها سيد هاشم ابنة فاشارت الى السماء فقيل اشارتها وقال عتقها فانتسبوا منته السائل بالابنية علم الناس بجهة تعالى وهو رسول الله صلى الله عليه وسلم وتأول بعض علماء الرسوم اشارتها الى السماء وقول النبي صلى الله عليه وسلم ذلك منها ما كانت الالهة التي تدعى في الارض وهذا تأويل جاهل بالامر غير عالم وقد علمه ان العرب كانت تعبد كوكباً في السماء يسمى النمرى منه لهم أبو كشة وتعبد فيها انهارب الارباب هكذا أوفقت على ما جاتهم بها لجهلهم بذلك قال تعالى وانه هو رب النمرى فلولم يعد كوكب في السماء لساغ هذا التأويل لهذا التأويل وهذا أنوكشة الذي كان شرع عبادة النمرى هو من

أجداد رسول الله صلى الله عليه وسلم ولما كانت العرب نسب رسول الله صلى الله عليه وسلم من قول رسول الله
 ابن أبي كثة حيث أحدث عبادة الواحد كما أحدث عبادة الشري ومن أقطاب هذا المقام من كان وبما محمد
 ابن علي الترمذي الحكيم ومن شيوخنا أبو مدين رحمه الله وحكاية يعرف في العالم العلوي بأن النجاة به يسونه
 الروحانيون وكان يقول رضي الله عنه سورتي من القرآن تبارك الذي بيده الملك ومن أجل هذا كما يقول في ما به
 أحد الاماميين لان هذا هو مقام الامام ثم يقول ولما كان الحق تعالى محبة العبد المخطئ في اذعوه به ويسأله منه دار
 كالتصريف فلهذا كان يشيراً أبو مدين بقوله فكان يقول فيه ملك الملك وأما محبة هذا لاضافة لتحقق العبد في كل
 نفس انه ملك لله تعالى من غير أن يتخلل هذا الحال دعوى تناقضه فاذا كان بهذه المثابة حينئذ يصدق عليه انه ملك
 عند من شاعرتهم من الدعوى وذلك بأن يدعي انفسه ملكا غير باع عن حضوره في تلك الله اياه ذلك الامر الذي
 صاهل كل واحد كما يمكن في هذا المقام ولا يصح له أن يقول في الحق انه ملك الملك وان كان كذلك في نفس الامر فقد
 أخرج هذا عنه بدعواه بجهل انه ملك لله وغفلة في أمر ما يحتاج صاحب هذا المقام الى ميزان عظيم لا يبرح بيده
 وصعب عنه (وصل) وأما استمرار الاشتراك بين الشر بعين قتل قوله تعالى أقم الصلاة كزى وهذا مقام ختم
 الاولياء ومن رجاه اليوم خضر والياس وهو تفر بر الثاني ما أثبت الاول من الوجه الذي أثبت مع مقابرة الزمان ابصح
 المتقدم والمتأخر وقد لا يتغير المكان ولا الحال يقع الخطاب بالشك في الثاني من عين ما وقع للاول ولما كان الوجه الذي
 جمعهما لا يتغير بالزمان والاخذ منه أيضا لا يتغير بالزمان جاز الاشتراك في الشر ية من شخصين الآن العبارة تختلف
 زمانها ولسانها الآن بظن في آن واحد لسان واحد كوسى وهرون لما قبل لهما اذ هالي فرعون انه عطي ومع
 هذا كله فقد قيل لهما فقولاه قولنا فأتى بالكر في قوله قولوا لسايا دوسى يقول هو أفصح مني لسانا يعني
 هرون فقد يمكن أن يختلف في العبارة في مجلس واحد فقد جمعهما مقام واحد وهو البعث في زمان واحد الى شخص
 واحد رسالة واحدة وان كان قد منع وجود مثل هذا جماعة من أصحابنا وشيوخنا كابي طالب المكي ومن قال بقوله
 واليه نذهب به أقول وهو الصحيح عنده ما فان الله تعالى لا يكرر تجلي على شخص واحد ولا يشرك فيه بين
 شخصين للتوسع الالهي وانما الامثال والاشياء توهم الرائي والسامع فانتباه الذي يصر فسله الاعلى أهل الكشف
 والقائلين من المتكلمين ان المرض لا يبقى زمانين ومن الاتساع الالهي ان الله عطي كل شيء خلقه وميز كل شيء في
 العالم بأمر ذلك الامر هو الذي ميزه عن غيره وهو احدى كل شيء فما جفع اثنان في مزاج واحد قال أبو الغناحية
 وفي كل شيء له آية * تدل على انه واحد

وليست سوى احدى كل شيء فما اجتمع قط اثنان بما يقع به الامتياز ولو وقع الاشتراك فيه ما تمازت وقد تمازت
 عقلا وكشفا من هذا القول في هذا الباب تعرف ايراد الكبير على الصغير والواسع على الضيق من غير أن يضيق الواسع
 ويوسع الضيق أي لا يضر من عن حاله لكن لا على الوجه الذي يذهب اليه أهل النظر من المتكلمين والحكاية في ذلك
 قائم فذهبون الى اجتماعه في الحد والحقيقة لا في الحرية فان كبرائى ومغرة لا يؤثر في الحقيقة لاجتماعه لهما ومن
 هذا الباب أيضا قال أبو سعيد الخراساني رحمه الله الاجمع بين الضدين ثم تلا هو الاول والآخر والظاهر والباطن
 يريد من وجه واحد لا من نسب مختلفة كبراء أهل النظر من علماء الرسوم واعلم انه لا بد من نزول عيسى عليه السلام
 ولا بد من حكمه فينا شر ية محمد صلى الله عليه وسلم يوحى الله به اليه من كونه نيا فان النبي لا يأخذ الشرع من غير
 مرسله فيأية الملك مخرا شرع محمد الذي جاء به صلى الله عليه وسلم وقد بلهمه الها فلا يتحكم في الاشياء بتحليل
 ونعريم الاما كان يحكم به رسول الله صلى الله عليه وسلم لو كان حاضرا أو يرتفع اجتهاد المجتهدين بزلوه عليه السلام ولا
 يحكم فينا شرع الذي كان عليه في أو ان رسا مودولته فيها هو عالم بها من حيث الوحي الالهي اليه بها هو رسول الله
 وهو الشرع الذي كان عليه محمد صلى الله عليه وسلم هو تابع له في وقد يكون له من الاطلاع على روح محمد صلى الله
 عليه وسلم كنهه بحيث ان يأخذ منه ما شرع الله أن يحكم به في أمته صلى الله عليه وسلم فيكون عيسى عليه السلام

اعلم أيها الولي الجيم أنك الله أن هذا الوند هو خضر صاحب موسى عليه السلام أطال الله عمره إلى الآن وقد رأينا من
 رأوا نفي إلى في شأنه أمر عجيب وذلك أن شيخنا أبا العباس العربي رحمه الله جرت بيني وبينه مسألة إلى حتى شخص
 كان قد بشر بظهور رسول الله صلى الله عليه وسلم فقال لي هو فلان ابن فلان وسمي لي شخصاً أعرفه باسمه وما رأيت
 ولكن رأيت ابن عمته فرماني فوقف فيه ولم آخذ بما يقول أعني قوله فيه لك وفي على إبرة في أمره ولا شك أن الشيخ
 رجع صهده عليه فأنزى في ما ظنه ولم أشهر بذلك فاني كنت في بداية أمرى ما صرفت عنه إلى منزلي وكنت في
 الطريق فلقيتني شخص لا أعرفه فلم على ابتداء سلام عجب مشفق وقال لي يا محمد صدق الشيخ أبا العباس فيما ذكرنا
 عن فلان وسمي لي الشخص الذي ذكره أبو العباس العربي فقلت له نعم وعلمت ما أراد ورجعت من حبي إلى الشيخ
 لا عرفه ما جرى فعند ما دخلت عليه قال لي يا عبد الله احتاج معك إذا ذكرت لك مسألة يقف خاطرك عن قبولها
 إلى الخضر تعرض اليك يقول لك صدق ولا ما يبادركه ذلك ومن أين يتفق لك هذا في كل مسألة تسمعها مني فتتوقف
 فقلت إن باب التوبة متروح وهو لا يقرب نوبه واقع فمات أن ذلك الرجل كان الخضر ولا شك أني استغفمت الشيخ
 عنه أهو هو قال لي هو الخضر ثم انتهى لي مرة أخرى أني كنت برسمي تونس بالحرفة في مركب في البحر فأخذني ورجع
 في بطي وأهل المركب قد ناموا فقامت إلى جانب السفينة ونظمت إلى البحر ورأيت شخصاً على بعد في ضوء القمر
 وكانت أيلة الدر وهو أني على وجه الماء حتى وصل إلى قوف صمى ورفع قدمه الواحدة واعتمد على الأخرى فرائت
 ما ظننا وأصابها لثم انتمد إليهم أومع لآخرى فكانت كذلك ثم تكلم بي كلام كان عده ثم لم وانصرف يطلب
 المنارة محرساً على شاطئ البحر على نل ينشأ بينه مسافة تزيد على مياين فقطع تلك المسافة في خطوتين أو ثلاثة
 فسمعت صوته وهو على ظهر المنارة يسبح الله تعالى وروى ما نسي إلى شيخنا جراح بن خيس السكتاني وكان من سادات
 القوم مرابطاً بمصر عيرون وكنت جئت من عنده بالأمس من ليلى تلك فلما جئت المدينة لقيت رجلاً صالحاً فقال
 لي كيف كانت لي تلك النارحة في المركب مع الخضر ما قال لك وما قلت فلما كان بعد ذلك التاريخ خرجت إلى
 السياحة بساحل البحر المحيط ومعى رجل ينكر خرق العوايد للخالين فدخلت مسجداً حراماً قطعاً لأصلي فيه أنا
 وصاحبي صلاة الظهر فاجتمعوا من السامعين المقطعين دخولاً على بنايرون نوبه من الصلاة في ذلك المسجد
 وفيهم ذلك الرجل الذي كلمني على البحر الذي قبل لي أنه الخضر وفيهم رجل كبير القدر أكرمته بركة وكان يري
 ذلك الرجل اجتماع قبل ذلك ومودة فقامت فسلمت عليه فلم على وفرح في وتقدم بي أبصلي فلما فرغنا من الصلاة خرج
 الإمام وخرجت خلفه وهو يري باب المسجد وكان الباب في الجانب الغربي يشرف على البحر المحيط بموضع سمي بكه
 فقامت أتحدث معه على باب المسجد وأبذل الرجل الذي فات أنه الخضر قد أخذ حصاراً صغيراً كان في محراب
 المسجد فسد به في الهواء على قعره وسبعة أذرع من الأرض ووقف على الحصر في الهواء ينقل فقلت لصاحبي أمانظر
 إلى هذا وما هل فقال لي سر إليه وقله فترك صاحبي واقفاً واجهته إليه فلما فرغ من صلاته سلمت عليه وأشدته لنفسه

شغل الحب عن الهواء يسره • في حب من خلق الهواء وسخره

العارفون عقولهم معقولة • عن كل كون ترنفيه مطهره

فهو له مكرمون وفي الوري • أحوالهم محمولة ومستره

فقال لي يا فلان ما فعلت ما رأيت إلا حتى هذا المنكر وأشار إلى صاحبي الذي كان ينكر خرق العوايد وهو قاعد في محراب
 المسجد بنظر إليه ليحلم أن يفعل ما يشاء مع من يشاء فرددت وجهي إلى المنكر وقلت له ما تقول فقال ما بعد العين
 ما يقول ثم رجعت إلى صاحبي وهو ينتظر في باب المسجد فتحدثت معه ساعة وقلت له من هذا الرجل الذي صلى في
 الهواء وما ذكرت له ما نفي لي معه قبل ذلك فقال لي هذا الخضر وكنت وانصرفت الجماعة وانصرفنا من بدرطة
 موضع مقصود يقصده الصالحون المقاتلين وهو بقرية من أشك صارع على ساحل البحر بحيفا فهذا ما جرى لأمع
 هذا الوند فنعنا الله برؤيته وله من اعلم الذي ومن الرحمة بعالم باياق من هو على أنه قد نفي الله عنه باجمع

رجل من شيوخنا وهو على بن عبد الله بن جامع من أصحاب علي المنوكل وأبى عبد الله غضب البان كان يكن بالقطي خارج الموصل في بستان له وكان الخضر قد ألبس الخرقه بمحض رغبته البان وألبسها الشيخ بالوضع الذي ألبس فيه الخضر من بستانه صورة الحال التي جرت له مع أبي الباهة أياها وقد كنت لست خرقه الخضر بطريق أبيه من هذا من يد صاحبنا في الدين عبد الرحمن بن علي بن معون بن أبي الوري وليبها هو من بد صدر الدين شيخ الشيوخ بالديار المصرية وهو ابن جوبه وكان جده قد لبسها بن يد الخضر ومن ذلك الوقت قلت لباس الخرقه وألبسها الناس لما رأيت الخضر قد اعتبرها وكنت قبل ذلك لأقول بالخرقه المعروفة الآن فان الخرقه عناء ما عاهاى عبارة عن الصحبة والادب والتخلق ولهذا لا يوجد لباسها متعارف رسول الله صلى الله عليه وسلم ولكن توجد محبة وأدبا وهو المعبر عنه بلباس التقوى تجرت عادة أصحاب الأحوال إذا رأوا أحداً من أصحابهم عنده نقص في أمر ما أو أرادوا أن يكملوا له حاله يتعده به هذا الشيخ فاذا اتهمه أخذ ذلك الثوب الذي عليه في حال ذلك الحال ونزعه وأفرعه على الرجل الذي يريد تمكمله حاله فيسرى به ذلك الحال فيكمل له ذلك فذلك هو اللباس المعروف عندنا والمنقول عن المحققين من شيوخنا ثم أعلم أن رجال الله على أربع مراتب رجال لهم الظاهر ورجال لهم الباطن ورجال لهم الخلد ورجال لهم المطمع فان الله سبحانه علما أعنى دون الخلق باب الذرة والرسالة أبقى لهم باب الفهم عن الله فيأوحي به إلى نبيه صلى الله عليه وسلم في كتابه العزيز وكان على بن أبي طالب رضى الله عنه يقول ان الوحي قد انقطع بعد رسول الله صلى الله عليه وسلم وما بقي بآدم إلا أن يرزق الله عبداً فهم في هذا القرآن وقد أجمع أصحابنا أهل الكشف على محبة خبر عن النبي صلى الله عليه وسلم أنه قال في أي القرآن أنه من آية الأولى ظاهر وباطن وحده ومطلع ولكل مرتبة من هذه المراتب رجال ولكل طائفة من هؤلاء الطوائف قطب وعلى ذلك القطب يدور فلك ذلك الكشف دخلت على شيخنا أبي محمد عبد الله الشكاز من أهل باغماجر طائفة خمسة وخمسين وخمسة وهو من أكبر من أقيته في هذا الطريق لم أر في طريقه مثله في الاجتهاد فقال لي الرجال أربعة رجال صدقوا ما عاهدوا الله عليه وهم رجال الظاهر ورجال لانهم بحار ولا يبع عن ذكر الله وهم رجال الباطن جلساء الحق تعالى ولهم المشورة ورجال الاعراف وهم رجال الخلد قال الله تعالى وعلى الاعراف رجال أهل الشم والتميز والسراح عن الأوصاف فلا صفة لهم كان منهم أبو يزيد السطامي ورجال إذا دعاهم الحق إليه يأتونه رجالاً للسرعة لا لاجابة لا يركبون وأذن في الناس بالهيج يأتوك رجالاً وهم رجال المطمع ورجال الظاهر هم الذين لهم التصرف في عالم الملك والشهادة وهم الذين كان يشربهم الشيخ محمد بن قائد الأواني وهو المقام الذي رزقه الشيخ العاقل أبو السعود بن الشبل البغدادى وباع الله أخيراً في أبو البدر النخاشكي البغدادى رحمه الله قال لما اجتمع محمد بن قائد الأواني وكان من الأفراد بأبي السعود هذا قال يا أبا السعود ان الله قسم المملكة بيني وبينك فلم لا تنصرف فيها كما تنصرف أنا فقال له أبو السعود يا ابن قائد وهنك سهمي نحن تركنا الحق ينصرف لنا وهو قوله تعالى فاتخذوه كيلاً فامتثل أمر الله فقال لي أبو البدر قال لي أبو السعود اني أعطيت التصرف في العالم من خمس عشرة سنة من تاريخ قوله فتركنه وما ظهر على منعتي وأما رجال البطن فهم الذين لهم التصرف في عالم الغيب والملكوت فيستزلون الأرواح العلوية بهمهم فيها يريدونه وأعني أرواح الكواكب لأرواح الملائكة وإنما كان ذلك لما منع الهى قوى يقتضيه مقام الاملاك أخبرنا به في قول جبريل عليه السلام لمحمد صلى الله عليه وسلم فقال وما تنزل الابرار بك ومن كان تنزله بامر به لا تؤثر فيه الخاصية ولا ينزل بها نهم أرواح الكواكب تستزل بالاسماء والبخورات وأشياء ذلك لأنه تنزل عنوى ولن يشاهد فيه موارثا في قال ذات الكواكب لا تخرج من السماء مكانها ولكن قد جعل الله لطايع شعاعاتها في ظلم الكون والفساد تأثيرات معتادة عند امارفين بذلك كلزى عند شرب الماء والشبع عند الاكل ونبات الحبة عند دخول الفصل ينزل المطر والصحو سكرة ودعاء العليم الحكيم جل وعز فيفتح لهؤلاء الرجال في باطن الكتب المتلفة والمصحف المطهرة وكلام العالم كله ونظم الحروف والاسماء من جهة معانيها ما لا يكون لقبهم اختصاصا الهيا وأما رجال الخلد فهم الذين لهم التصرف في عالم الارواح السارية عالم الرزخ

والحر وتغاب عنه الجبر الأتراء مقهورا تحت سلطان دوات الادئاب وهم طائفة منهم من الشهاب اشواق فقههم
 الاجابهم فغند هؤلاء الرجال استزال ارواحها واحصارها وهم رجال الاعراف والاعراف سور حاسر بين الحفوت
 برزخ باطنه فيه الرحمة وظاهر من قبله العذاب وهو حد بين دار السعادة ودار الاشقياء دار أهل الرؤية ودار الحجاب
 وهؤلاء الرجال أسعد الناس بمعرفة هذا السور ولهم شهودا لخطوط المتوهم بين كل نقبضين مثل قوله بينهما رزخ
 لا يبقين فلا تعدون الحدود وهم رجال الرحمة التي وسعت كل شيء فلهم في كل حرفة دخول واسنراف وهم
 العارفون بالصفات التي يقع بها الامتياز لكل موجود عن غيره من الموجودات العقلية والحسية وأشار رجال المطالع فهم
 الذين لهم التصرف في الاسماء الالهية فيستزلون بها منها ما شاء الله وهذا ليس لغيرهم ويستزلون بها كل ما هو تحت
 تصرف الرجال الثلاثة رجال الحدو الباطن والظاهر وهم أعظم الرجال وهم الملازمة هذا في قوتهم وما يظهر عليهم من
 ذلك شيء منهم أبو السور وغيره فهم والعامة في ظهور الهجوز ظاهر العوائد سواء وكان لا في السور في هؤلاء الرجال تميز
 بل كان من أكبرهم وسعداً أبو البدر على ما حدثنا شافعية يقول ان من رجال الله من يتكلم على الخاطر وما هو مع
 الخاطر أي لا علم له بصاحبه ولا يقصد التعريف به ولا وصف لناعمر البراز وأبو البدر وغيرهما حال هذا الشيخ رأيناه
 يجري مع أحوال هذا الصنف العالي من رجال الله قال أبو البدر كان كثيرا ما يشد يتياما سمع منه غير ما هو

وأنبت في مستنقع الموت رجلا • وقال له امن دون أن تحك الحشر

وكان يقول يا هو الا الصلوات الخمس وانتظار الموت وتحت هذا الكلام علم كبير وكان يقول الرجل مع الله تعالى كما هي
 الطير فم منقول وقد تم نسي وهذا كله كبر حالات الرجال مع الله الكبر من الرجال من بعد كل موطن بما
 يستحقه وموطن هذه الدنيا لا يمكن أن يعامله المحقق الا بما ذكره هذا الشيخ فاذا ظهر في هذه الدار من رجل خلاف
 هذه المعاملة علم ان ثم نساو لا بد الا ان يكون مأمورا بما يظهر منه وهم الرسل والانبياء عليهم السلام وقد يكون بعض
 الورثة لهم أمر في وقت بذلك وهو مكرخي فانه انفصال عن مقام السبودية التي خلق الانسان لها وأما من الغزل
 والمنازل فهو ظهور الحق بالتحلي في صور كل ما سواه فلو لا تجليه ل كل شيء ما ظهرت شبهة ذلك الشيء قال تعالى انما
 قولنا الشيء اذا أردنا ما أن نقوله كن فقله اذا أردناه هو التوجه الا لى لا يجاد ذلك الشيء ثم قال أن نقوله كن
 فنفس سماع ذلك الشيء خطاب الحق تكون ذلك الشيء فهو بمنزلة صريان الواحد في منازل اعداد تظهر الاعداد الى
 ما لا يتناهى بوجود الواحد في هذه المنازل ولولا وجود عين فيها ما ظهرت أعيان الاعداد ولا كان لها اسم ولو ظهر
 الواحد باسم في هذه المنزلة ما ظهر لذلك العدد عين فلا تتجمع عينه واسمه معا بعدا فيقال اثنان ثلاثة أربعة خمسة الى ما لا
 يتناهى وكل ما أسقط واحد من عدد معين زال اسم ذلك العدد وزالت حقيقته قالوا بذا أنه يحفظ وجود أعيان
 الاعداد واسمه يدميها كذلك اذا قلت القديم في الحديث واذا قلت الله في العلم واذا أخطيت العالم من حفظ الله لم
 يكن للعالم وجود وفي وادامرى حفظ الله في العالم بقي العالم موجودا فظهر ونجليه بكون العالم باقيا وعلى هذه
 الطريقة أنما بنا وهي طريقة النبوة والتكلمون من الاشاعر أو يضاعفها وهم القائلون بالعدم الاعراض لانها
 وهذا يصح افتقار العالم الى الله في بقائه في كل نفس ولا يزال الله خلافا على الدوام وغيرهم من أهل النظر لا يصح لهم هذا
 المقام وأخير في جماعة من أهل النظر من علماء الرسوم ان طائفة من الحكماء عتروا على هذا وأرأيتهم مذبا لابن السيد
 البطليوسي في كتاب ألفه في هذا الفن والله يقول الحق وهو يهدي السبيل

الباب السادس والعشرون في معرفة أقطاب الرموز وتلويحات من أسرارهم وعلاوهم في الطريق

ألا ان الرموز دلائل صدق • على المعنى الغيب في القواعد

وان العالمين له رموز • والغاز ليسدى بالعباد

ولولا الفزكان القول كفرا • واذى العالمين الى العناد

فهم بالرمز قد حسبوا فاولوا • باهراق الدماء وبالفساد

فكيف ينالون الامريدو • بلاس يكون له استفدى
 لقام بنالشفاء هنا يقينا • وعند البعث في يوم التنادى
 ولكن الغفور أقام سغرا • ليسعدا على رغم الاعادى

اعلم أيها الولي الحبيب أنك الله بروح القدس وفهمك ان الرموز والانغاز ليست مرادة لانفسها وانما هي مرادة لما
 رمزته ولما ألفز فيها ومواضعها من القرآن آيات الاعتبار كلها والتنبيه على ذلك قوله تعالى وتلك الامثال نضربها
 للناس فالامثال حاجات مطلوبة لانفسها وانما جاءت ليحلم فيها ما ضربت له وما صفت من أجهل مثلا مثل قوله تعالى
 أنزل من السماء ماء فسالت اودية بقدرها فاحتمل السيل زبدا رايادوما توقدون عليه في النار ابتغاء حلية أو متاع زبد
 مثله كذلك يضرب الله الحق والباطل فالما الزبد فيذهب جفاء خطه كالباطل كاقال وزحق الباطل ثم قال وانما
 ما ينفع الناس فبكفت في الارض ضربه مثلا الحق ككذلك يضرب الله الامثال وقال فاعتبروا يا أولي الابصار
 أي تعجبوا وجوزوا واعبروا والى ما أردت بهذا التعريف وان في ذلك لعبرة لاولي الابصار من عبرت الوادي اذا جرت
 وكذلك الاشارة والامعاء قال تعالى ليه زكريا أن لاتكلم الناس ثلاثة أيام الا رمزا أي بالاشارة وكذلك فاشارت
 اليه في قصة مريم لما نذرت للرحمن أن تمسك عن الكلام ولهذا العلم رجال كبير قدرهم من أسرارهم سر الازل والابد
 والحال والخيال والروايات والبرازخ وامثال هذه من النسب الالهية ومن علومهم خواص العلم بالحروف والاسماء والخواص
 المركبة والمفرد فمن كل شئ من العالم الطبيعي وهي الطبيعة المحيولة فقام علم سر الازل فاعلم ان الارل عبارة عن نفي
 الاولية لمن يوصف به وهو وصف الله تعالى من كونه الها واذا انشئت الاولية عنه تعالى من كونه الها فهو المسمى بكل اسم
 سمي بنفسه اذ لا من كونه من كلامه فهو العالم الحق المريد القادر السميع البصير المتكلم الخالق الباري
 المصور الخالق لم يزل يسمى بهذه الاسماء وانتفت عنه اولية التقييد فسمع المسموع وأبصر المبصر الى غير ذلك
 وأعيان المسموعات وانا والبصرات معدومة غير موجودة وهو رهاها ازل كما يعلها ازل لا يعجزها ويفصلها ازل ولا عين
 لها في الوجود النفس العيني له اعيان ثابتة قديمة الامكان فالامكانية ازل كما هي لها حالها وابدانها لم تكن قط
 واجبة لنفسها ثم عادت ممكنة ولا عمالا ثم عادت ممكنة بل كان الوجوب الوجودي الذاتي لله تعالى ازل كذلك وجوب
 الامكان للعالم ازل فالله في مرتبة اسماها الحسنى اسمى من عوتاموصوقها فحين سببه الاوّل له سببه الآخر والظاهر
 والباطن لا يقال هو اول سببه كذا قالوا آخر سببه كذا قال الممكن مرتبط بواجب الوجود وفي وجوده معدوم ارتباط
 افتقار اليه في وجوده فان اوجده لم يزل في مكانه وان عدم لم يزل عن مكانه فكما لم يدخل على الممكن في وجوده عينه بعد
 ان كان معدوما فترى له عن مكانه كذلك لم يدخل على الخالق الواجب الوجود في ايجاد العالم وصف بزيه عن
 وجوب وجوده لنفسه فلا يقبل الحق الا هكذا ولا يقبل الممكن لا هكذا فان فهمت علمت معنى الحدوث ومعنى القدم
 فضل بعد ذلك ما شئت فالعالم واخرته ثمراضى ان كان له آخر اتماني الوجود فله آخر في كل زمانه ودوائها عند
 ارباب الكشف وافقهم الحسابية على ذلك كما وافقهم لاشارة على ان العرض لا ياتي زمانين فالاول من العالم
 بالنسبة الى ما خلق صدموا الآخر من العالم بالنسبة الى ما خلق قبله وليس كذلك معقولة الاسم الله بالاول والآخر والظاهر
 والباطن فان العالم يتعدد واقع واحد لا يتعدد ولا يصح أن يكون اوليا فان رنده لا تساهر ريتنا ولا تقبل ريتنا
 اوليته ولو قبل ريتنا اوليته لاستعمال عاينا اسم الاولية بل كان يطلق عاينا اسم الثاني لاوليته واسنانا بل تعالى عن
 ذلك فليس هو بادل لنا فانه كان عين اوليته عين آخرته وهذا المدرك عزيز المال تعذر تصويره على من لا أسنله
 بالعلوم الالهية التي اعظم التجلي والنظر الصحيح واليه كان يشيرا بوضعيد الخاز قوله عرف الله بجمعه بين الضدين
 ثم تلاه الاول والآخر والظاهر والباطن فقد ابدت لك عن سر الازل وانه نفث على وأما سر الابد فهو نفي الآخرة
 فكما ان الممكن انشئت عنه الآخرة فمرعاه من حيث الجلة اذا الجلة والاقامة فيها الى غير نهاية كذلك الاولية بالنسبة الى
 ترتب الموجودات الزمانية معقولة موجودة فاهم بذلك الاستبصار الالهي لا يقال فيه اول ولا آخر وبالاختصار الثاني هو

أول وآخر مستبين بمعنى خلاف ذلك في إطلاقها على الحق عند العلماء باقية وأما سر الحال فهو الديمومة وما لها أول ولا آخر وهو عين وجود كل موجود فقد عرفك بعض ما يعامره رجال الرموز من الأسرار وسكت عن كثير فان بابها واسع وعلم الرزق والبرزخ والنسب الإلهية من هذا القبيل والكلام فيها يطول وأما علمهم في الحروف والاسماء فاعلم ان الحروف لها خواص وهي على ثلاثة أصناف منها حروف رقيقة ولظنية ومستحضرة وأعلى بالمتحصنة الحروف التي يستحضرها لسان في وهمه وخياله وبصورها فاما ان يستحضر الحروف الرقيقة والحروف اللظنية واما للحروف رتبة أخرى فيقبل بالاستحضار كما فعل بالكتاب أو اللفظ فاحس حروف اللفظ فلا تكون الاسماء فذلك خواص الاسماء واما المرفومة فقد لا تكون اسماء واختلاف أجناس هذا العلم في الحرف الواحد هل يفعل أم لا فربيت منهم من منع من ذلك جماعة ولا شك اني سأضمت معهم في مثل هذا وأوقفهم على عاقلهم في ذلك الذي ذهبوا اليه واصابهم وما نقصهم من العبارة عن ذلك ومنهم من أثبت الفعل للحرف الواحد وهو لا يضاف للذين معوا يحفظون ويصوبون ورأيت منهم جماعة وعلمتهم بوضع الفاظ والاصابة فاعترفوا كما اعترف الآخرون وقلت انما نعتين جو بوا معار فتم من ذلك على ما بيناه لكم خبر بوجه فوجدوا الامر كما ذكرناه ففرحوا بذلك ولولا اني آليت عقدا أن لا يظهر مني أثر عن حرف لا ريتهم من ذلك عجباً فاعلم ان الحرف الواحد سواء كان مرقوماً أو لم يرقب المظاہر ادعى القاصد للعمل به عن استحضاره في الرقم وفي اللفظ خيالاً له يعمل واذا كان هو الاستحضار عمل فانه مركب من استحضار ونطق أو رقم وغاب عن الطائفتين صورة الاستحضار مع الحرف الواحد فمن اتفق له الاستحضار مع الحرف الواحد ورى العمل غفل عن الاستحضار ونسب العمل للحرف الواحد ومن اتفق له اللفظ أو الرقم بالحرف الواحد دون استحضار فلم يعمل الحرف شيئاً قال بمنع ذلك وما واحده منهم نفطن لمعنى الاستحضار وهذا هو الامثال المركبة كالواو بن وغيرهما فلما نهاهم على مثل هذا جربوا ذلك فوجدوه مبهما وهو علم محفوت عقلا وشرباً فاما الحروف اللفظية فان لها صارت في العمل وبعض الحروف أعم عملان بعض وأكثروا وأعم الحروف عملاً لان فيها قوة الحروف كلها والهاء أقل الحروف عملاً وما بين هذين الحرفين من الحروف يعمل بحسب مراتبها على ما قررناه في كتاب المبادئ وانما يتبين ان تنضم حروف المعجم من الجانب والآيات وهذا العلم يسمى علم الاولياء به يظهر أعيان الكائنات الأثرى تنبيه الحق على ذلك بقوله كن فيكون فظهر الكون عن الحروف ومن هنا جاء الترمذي علم الاولياء ومن هنا منع من أن يعمل الحرف الواحد فانه رأى مع الاقتدار الإلهي لم يأت في الاتحاد حرف واحد وإنما في ثلاثة أحرف حرف غيبي وحرفين طاهرين اذا كان الكائن واحداً فان زاد على واحد ظهرت ثلاثة أحرف وهذه علوم هؤلاء الرجال المذكورين في هذا الباب وعمل أكثر رجال هذا العلم لذلك جدولاً وخطوا فيه وما صحت فلا أدري المقصد عملوا ذلك حتى يتركوا الناس في عمية من هذا العلم أم جهلوا ذلك وجري فيه المتأخر على سنن المتقدمين به قال تلميذ جعفر الصادق وغيره وهذا هو الجدول في طبائع الحروف

حار بارد بايس رطب

فكل حرف منها وقع في جدول الحرارة فهو حار وما وقع في جدول البرودة فهو بارد وكذلك البيوضة والرطوبة ولم تر هذا الترتيب يصيب في كل عمل بل يعمل بالانتقاء كاعداد الوقى واعلم ان هذه الحروف لم تكن لها هذه الخاصية من كونها حار وقاراً كما كان لها من كونها شاكلاً فلما كانت ذات اشكال كانت الخاصية للشكل ولهذا يختلف عملها باختلاف الاقلام لان الاشكال تختلف فاما الرقيقة فاشكالها محسوسة بالبصر فاذا وجدت أعينها ومحبتهاً وروحها وحياتها الذاتية كانت الخاصية لذلك الحرف لشكله وتركيبه مع روحه وكذلك ان كان الشكل مركباً من حرفين وثلاثة أو أكثر كان للشكل روح آخر ليس الروح الذي كان للحرف على انفراد فان ذلك الروح

ا	ب	ج	د
هـ	و	ز	ح
ط	ي	ك	ل
م	ن	س	ع
ف	ص	ق	ر
ش	ت	ث	خ
ذ	ض	ظ	غ

يذهب وتبقى حياة الحرف ممة فان الشكل لا يدبره سوى روح واحد و يقتل روح ذلك الحرف الواحد الى البرزخ مع الارواح فان موت الشكل زواله المحو وهذا الشكل الآخر المركب من حرفين أو ثلاثة أو ما كان ليس هو عين الحرف الاول الذي لم يكن مركبا ان عمر ليس هو عين زبدوان كان منه واما الحروف اللفظية فانها تنشكل في الهواء ولهذا تنصل بالسمع على صور فناطقها المتكامل فاذا تشكلت في الهواء قامت بها ارواحها وهذه الحروف لا يزال الهواء بمسك عليها شكلها وان انقضى عملها فان عملها انما يكون في أول ما تشكل في الهواء ثم بعد ذلك تلتحق سائر الامم فيكون شكلها متصير بها وتصلحوا اليه بعد التكامل الطيب وهو عين شكل الكلمة من حيث ما هي شكل مسيح لله تعالى ولو كانت كلمة كفر فان ذلك يعودو بالله على المتكامل بها لاعلمها وهذا قال الشارع ان الرجل لينكلم بالكلمة من سخط الله ما لا يظن أن تبلغ ما بلغت يهوى بها في النار سبعين خروفا فجعل في العقوبة للناظر بها بسببها وما نرضي اليها فهذا كلام الله سبحانه به عام و محدود بقدر المكتوب في الاصحاف و يقرأ على جهة القرينة الى الله وفيه جميع ما قالت اليهود والمصري في حق الله من الكفر والسبوهي كلمات كفر عادية بالله على قائلها وبقيت الكلمات على بابها تتولى يوم القيامة عذاب أصحابها وأولاهم وهم وهذه الحروف الهوائية اللفظية لا يدركها موت بعد وجودها بخلاف الحروف الرقية وذلك لان شكل الحرف الرقي والكلمة الرقية تقبل التغيير والزوال لا بد في عمل تلك الاشكال اللفظية في محل لا يقبل ذلك ولهذا كان لها البقاء فالجوكلمة ملوء من كلام العالم برأه ساحب الكشف صوراً قائمة واما الحروف المستحصرة فظاهما بقية ان كان وجوداً شكلها في البرزخ لا في الحس وفعلها أقوى من فعل سائر الحروف ولكن اذا استحكم سلطان استحضارها وانحصر المستحضر لها ولم يبق فيه منفع لغيره و يعلم ما هي خاصيتها حتى يستحضرها من أجل ذلك فبري أثرها فهذا يشبه الفعل بالهمة وان لم يعلم ما تطبقه به يقع الفعل في الوجود ولا علم له به وكذلك سائر أشكال الحروف في كل مرتبة وهذا الفعل بالحرف المستحضر يعبر عنه بعض من لا علم له بالهمة والصدق وليس كذلك وان كانت الهمة روحا والحرف المستحضر لا عين الشكل المستحضر وهذه الحصة ثم الحروف كلها لفظية وروحها فاذا علمت خواص الاشكال وقع الفعل بها على الكلمات أو التلطف بها وان لم يعين ما هي مرتبطة به من الانفعالات لا يعلم ذلك وقد أيناس من قرأ آية من القرآن وساعده خبره رأى أثره في حادث وكان ذا فطنة فوجع في ثلاثين من قريبي لينظر ذلك الاثر بأية آية يختص بفعل يقرأ وينظر فقرأ الآية التي لها ذلك الاثر فقرأ الفعل فتعدها فلم يرد ذلك الاثر فعاود ذلك مرارتي حتى تحققه فاحمد الله ذلك الانفعالات ورجع كل راد أن يرى ذلك الانفعالات ثلاثاً الآية فظهر له ذلك الاثر وهو علم شريف في نفسه الآن السادة منه عزرة فالاولى ترك طلبه فانه من العلم الذي اختص الله به أوليائه على الجلالة وان كان عند بعض الناس منه قليل ولكن من غير الطريق الذي يناله الصالحون ولهذا يشق به من هو عنده ولا يسعد فانه يجعله من العلماء بالله والله يقول الحق وهو يهدي السبيل

الباب السابع وانه ممنون في معرفة أقطاب صل فقد نوبت وصالك وهو من منزل العالم النوراني

ولولا النور ما اتصلت عيون • بعين المبصرات ولا رأتها

ولولا الحق ما اتصلت عقول • بأعيان الامور قادر كنهها

اذا سللت عقول عن ذوات • تعد مغايرات أنكرتها

وقالت ما علمنا غير ذات • تتمد ذوات خلق أظهرتها

هي الخى ونحن لها حروف • فهم سمعنا غير أمر اعنتها

اعلم أيها الولي الحليم نولك الله سبحانه ان الله تعالى يقول في كتابه العزيز • وفياق الله يقوم بحجهم ويحيونهم فقدم محبته اياهم على محبتهم اياه وقال حبيب دعوة الداعي ادا دعاه فيلست يجيبوا الى • فقدم اجابته لما اذاعوا دعاه على اجابته لانه اذاعوا جعل الاستجابة من العبيد لها بالاع من الاجابة فانه لا مانع له من الاجابة سبحانه ولا فائدة للتاكيد ولا لسان مواع من الاجابة لانه اعاه الله اليه وهو الهوى والنفس والشيطان والدنيا فذلك أمر بالاستجابة

فإن الاستفعال أشبه في المبالغة من الافعال وحين الاستخراج من الاسراج ولهذا يطلب الكون من الله العون في أفعاله
ويستحيل على العنان يستعين بمخلوق قال تعالى تملأنا أن نقول وإليك نستعين من هذا الباب فانه أقل في هذا
الباب صل فقد نوبت وصالك فقد قدم الارادة من ذلك فقال صل فاذا فعلت في الوصلة فذلك عين وصلته بك فذلك
جاءه بانه لا عملا قال رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول الله تعالى من تقرب إلى شبرا تقربت منه ذراعه وهذا أقرب
مخصوص يرجع إلى ما تقرب إليه سبحانه به من الاعمال والاحوال فإن القرب العام قوله تعالى ونحن أقرب إليه
من حبل الوريد ونحن أقرب إليكم والكن لا تبصرون فضاغف القرب بالقرع فإن الذراع ضخم للشرأى قوله
صل هو أقرب ثم تقرب إليه شرافته يد لك أنك ما تقربت إليه الا به لانه لولا مادعك وبين لك طريق القر يقاخذ
بما عينك فيها ما يمكن لك أن تعرف الطريق التي تقرب منه ما هي ولو عرفها لم يكن لك حول ولا قوة الا به ولما كان
القرب بالسلك والسر إليه ذلك كان من صفته النور لتهدى به في الطريق كما قال تعالى جعل لكم النجوم لتهتدوا
بها في ظلمات ليل وهو السالك الظاهر بالاعمال البدنية والبحر وهو السالك الباطن المعنوي بالاعمال النفسية
فأما هذا الباب معارفه مكتوبة لا موهوبة وأكلهم من تحت أقدامهم أي من كسبهم لها واجتهادهم في غصبها
ولولا أرادهم الحق لذلك ما وفقهم ولا استعملهم حين طرد غيرهم بالمعنى ودعاهم بالامر فخرجهم الوصول بحرماته إياهم
استعمال الاسباب التي جعلها طريقا إلى الوصول من حضرة القرب ولذلك بشرهم فقال صل فقد نوبت وصالك
وسبق لهم العاية فلكو وهم الذين أمرهم الله بلباس التعلين في الصلاة اذ كان القاعد لا يلبس التعلين وإنما
وضعت للتأني فيها أول ان الحلي عشي في صلاته ومناجاة قربه في الآيات التي يناجي فيها منزلا منزلا كل آية منزل وحال
فقال لهم يا بني آدم خذوا زينتكم عند كل مسجد قال صاحب لما زلت هذه الآية أمرنا فيها بالصلاة في التعلين فكان
ذلك تنبيها من الله تعالى للحلي أنه يعني على ما زل ما يتلو في صلاته من سور القرآن اذ كانت السورة هي المنازل فانه
قال النابغة

ألم تر أن الله أعطاك سورة • نرى كل ملك دونها يتذبذب

أراد منزلة وقبل موسى عليه السلام أطلع نبيك أي قد وصلت المنزل فانه كلمة بغير واسطة بكلامه سبحانه لا ترجمان
وقد أكره في التعريف بالصدر فقال تعالى وكلام الله وسى تكلمنا ومن وصل إلى المنزل خلع نعليه فبانت رتبة
الحلي بالتعلين وما معنى المناجاة في الصلاة أنها ليست بمعنى الكلام الذي حصل لموسى عليه السلام فانه قال في المحلى
يناجي والمناجاة فعل فاعلين فلا بد من لباس التعلين اذ كان المحلى مترددا بين حقيقتين والقردة دين أمر من به على
الشي من جعل المعنى دل عليه باللفظ لباس التعلين ودل عليه قول الله تعالى بترجمة النبي صلى الله عليه وسلم عنه فسمت
الصلاة بيني وبين عبدي مـ فحين نصنفها لوصفها العبدى وله بدى ماسأل ثم قال يقول العبد المحدث رب العالمين
فوصف العبد مع نفسه في قوله الحمد لله فقرب العالمين يد مع خالقهم ومناجيهم ثم رحل العبد من منزل قوله إلى منزل
سمعه مع يا حيي الحق تعالى على قوله وهذا هو السرف فلذلك لبس نعليه ليلك بهما الطريق الذي بين هذين المنزلين
فاذا رحل إلى منزل سمعه سمع الحق يقول جدي عبدي فبرحل من منزل سمعه إلى منزل قوله فيقول الرحمن الرحيم
فاذا فرغ رحل إلى منزل سمعه فاذا نزل سمع الحق تعالى يقول له أني على عبدي فلا يزال المترددا في مناجاة قولا ثم له
رحلة أخرى من حال قيامه في الصلاة إلى حال ركوعه فبرحل من صفة القيومية إلى صفة العظمة فيقول سبحانه ربني
الظيم وبحمده ثم يرفع وهو رحلته من مقام التظيم إلى مقام السيادة فيقول سمع الله من عبده قال النبي صلى الله
عليه وسلم إن الله قال على لسان عبده سمع الله من عبده فقولا ربنا لك الحمد فلذلك اجعلنا الرفع من الركوع نيابة عن
الحق ورجوعا إلى القيومية فاد سمعنا ندرجت العظمة في الرفعة الالهية فيقول الساجد سبحانه ربني الأعلى وبحمده
فإن السجود يباقي السجود فاد احلص العلو لله ثم يرفع رأسه من السجود واستوى جالساً وهو قوله الرحمن على
العرش استوى فبقول رب اغفر لي وارحمني وارزقني واجبرني واعف عني فهذه كلها

منزل ومن اهل في الصلاة فلا فهو مسافر من حال الى حال فن كان حاله السفر دائما كيف لا يقبل له البس نعليك أي
استعن في سيرك بالكعب والدة وهي زينة كل مسجد فان احوال الصلاة وما يطرأ فيها من كلام الله وما يتعرض في
ذلك من الشبهة في غوامض الآيات المألوكة وكون الانسان في الصلاة يجعل الله في قلبه فيجده فهذه كلها بمنزلة لشوك
والوعر الذي يكون بالمرئي ولا سيما بالمرئي التكليف فأمر بلباس العاين ليتقي بهما ما ذكرناه من الاذى اقدمي
السلك الاتين مما عبارة عن ظاهره وبلطف هذا جاناها الكتاب والسنة وأما علا ومضى عليه السلام فليتنا هذه
قائمة للمر به اطلع عليك انك بالوادي المقدس فروينناهما كما تاتمن جلد حماريت فجمعت ثلاثة أشياء التي
الواحد الجلد وهو ظاهر الامر أي لا تقصص مع الظاهر في كل الاحوال والثاني البلادة فها هم مذبوبة الى الجمار والثالث
كونه ميتا غير مذكور والموت الجهل واذا كنت ميتا لا تسفل ماتقول ولا ما يقال لك والمتاحي لا بد أن يكون بصفته من
يعمل ما يقول ويقال له فيكون حتى القلب فطنا بما وقع الكلام غواصا على المعاني التي تقصدها من بناجيه بها فاذا فرغ
من صلته سلم على من حضر سلام القادم من عند ربه الى قومه بما تحفه به فقد نهيتك على سر لباس النطق في الصلاة
في ظاهر الامر وما المراد بهما عند أهل طريقتي الله تعالى من العارفين قال صلى الله عليه وسلم الصلاة نور والنور يهتدى
به واسم الصلاة مأخوذة من المنلى وهو التأخر الذي على السابق في الخلقة ولهذا ترجع هذا الباب الى الوصلة وجهه من عالم
النور ولا اهل هذا المشهد نور خلع النطقين ونور لباس الطين فهم المحمديون والموسويون المخاطبون من شجر الخلف
لباس النور المشبه بالمصباح وهو نور ظاهر يمد نور باطن في زيت من شجرة زيتونة مباركة في خط الاعتدال
منزهة عن تأثير الجهات كما كان الكلام اومضى عليه السلام من شجرة فهو نور على نور أي نور من نور فأبدل حرف
من بعلى لما يفهم به من قرينة الحال وقد تكون على على بابها فان نور السراج الظاهر يعلو حسا على نور الزيت الباطن
وهو الممد للمصباح فلولا رطوبة الدهن تمد المصباح لم يكن للمصباح ذلك الدوام وكذلك امداد التقوى للعالم العرفاني
الحاصل منها في قوله تعالى واتقوا الله ويعلمكم الله وقوله تعالى ان تتقوا الله يجعل لكم فرقانا لا يقطع ذلك العلم
الاطمى فهو الزيت باطن في الزيت محمول فيه يسرى منه معنى لطيف في رقيقة من رقائق القيل ليقاء نور المصباح
ولا قطاب هذا المقام أسرارها سر الامداد وسر التكاح وسر الجوارح وسر القبرة وسر العين وهو
الذي لا يقوم بالتكاح وسر دائرة الزهرير وسر وجود الحق في السراب وسر الحب الالهيّة وسر نطق الطير
والحيوان وسر البلوغ وسر المديقين واتقوا الله يقول الحق وهو يهدي السبيل

باب الثامن والعشرون في معرفة أقطاب المتركيف

العلم بالكيف مجهول ومعلوم • لكنه بوجود الحق موسوم
فظاهر الكون تكيف وباطنه • علم بشار اليه فهو مكتوم
من أعجب الامر أن الجهل من مفتى • بما لنا فهو في الصفيق معلوم
وكيف أدرك من بل هو أدرك • وكيف أجهل والجهل معدوم
قد حرت فيموني أمرى ولست أنا • سواء فالخلق ظلام وظلام
ان قلت اني يقول الان منه أنا • أو قلت انك قال الان مفهوم
فالمسند لله لأبني به بدلا • وأما الرزق بالتقدير مقسوم

اعلم ان أمهات المطالب أربعة وهي هل سؤال عن الوجود وملوه سؤال عن الحقيقة التي يعبر عنها بالماهية وكيف
وهو سؤال عن الحال ولم وهو سؤال عن العلة والسبب واختلاف الناس فيها يصح منها أن يسأل بها عن الحق
واتفقا على كلمة هل فانه يتصور أن يسأل بها عن الحق واختلافوا فيما بيني فمنهم من منع ومنهم من أجاز قال في منع
وهو الفلاسفة وجاعة من الطائفة منه وادلك عقلا ومنهم من منع ذلك شرعا فاما صورة منعهم عقلا انهم قالوا
مطلب ما نهى سؤال عن الماهية فهو سؤال عن الحد والحق سبحانه لا حله اذ كان الحد مركبا من جنس وفصل

وهذا ممنوع في حق الحق لان دانه غير مكره من امر يقع فيه الاشتراك فيكون به في الجنس وأمر يقع به الامتناع
 زماناً الا انه والحق ولا ممانعة بين الله والعلم ولا الصانع والمصنوع فلا مشاركة ولا جنس فلا فصل والذي أجاز ذلك
 عقلاً ومعه شريعاً قال لا أقول ان الحد مكره من جنس ومصل بل أقول ان السؤال بما يطلب به العلم حقيقة
 السؤال عنه ولا بد لكل معلوم أو مذكور من حقيقة يكون في نفسه عليها سواء كان على حقيقة يقع له فيها
 الاشتراك أو يكون على حقيقة لا يقع له فيها الاشتراك فالسؤال بما يتصور ولكن ما ورد به الشرع فنعني من
 السؤال به عن الحق لقوله تعالى ليس كمثل شيء وأما منهم الكيفية وهو السؤال بصيغة فاقسموا أيضاً
 تسمين فمن قائل بأنه سبحانه ماله كيفية لان الحال أمره عقول زائد على كونه ذاتاً واذا قام بذاته أمر وجودي زائد على
 ذاته أي الذي وجوده واجب الوجود لذاته ما لا راد وقد قام الدليل على احواله ذلك وأنه لا واجب الا هو لذاته فاحتجبت
 الكيفية عقلاً من قائل ان له كيفية ولكن لا نعلم فهي ممنوعة شرعاً لاعتقالاتها خارجة عن الكيفيات المعقولة عندنا
 فلا نعلم وقد قل ليس كمثل شيء يعني في كل ما ينسب اليه مما ينسب اليه نفسه يقول هو على ما ينسب اليه الحق وان وقع
 الاشتراك في اللفظ فاعني محتاج وأما السؤال بل فمضوع أيضاً لان افعال الله تعالى لا تعطل لأن الفعلية موجبة للفعل
 فيكون الحق داخل تحت موجب أحد عليه هذا الفعل زائد على ذاته وأبطل غيره إطلاقاً لم على فعله شرعاً بان قال
 لا ينسب اليه ما ينسب اليه نفسه فهذا معقول شرعاً لانه ورد الله من الله عن كل ما ذكرنا منعه شرعاً وهذا كله
 كلام مدح حول لا يقع التحايل منه الصحة والفساد لا بعد طول عظيم هذا فقد كررنا طرقة من منع وأما من أجاز
 السؤال عنه هم المطالب من العلماء فهم أهل الشرع ومنهم وسبب ايجازهم لذلك ان قالوا لا يجوز الشرع علينا تجزأه وما
 أوجب علينا ان نخوض فيه خصوصاً فيه طاعة أيضاً ما لم يرد فيه تحجير ولا يجوز وهو عاوية ان شئت ان كنا فيه وان شئت
 سكتنا عنه وهو سبحانه مانهى وعون على اسان موسى عليه السلام عن سؤاله قوله وما رب العالمين ان أجب بما ايق
 به الجواب عن ذلك الجنب العالي ان كان وقع الجواب غير مطابق للسؤال وذلك راجع لاصطلاح من اصطلح على انه
 لا يسأل بذلك الاعراض الماهية لمرتكبة واصطلح على ان الجواب بالاث لا يكون من سأل بما وهذا الاصطلاح لا يلزم
 الخصم فلم يمنع اطلاق هذا السؤال منه الصيغة عليه اذ كانت الالفاظ لا تطالب لانفسها وانما تطالب لثبوتها عليه من
 المعاني التي وضعت لها فانها بحكم الوضع وما كل طائفة وضعت لاجزاء ما وضعت الاخرى فيكون الخلاف في عبارة لا في
 حقيقة ولا يبر الخلاف في المعاني وأما ايجازهم الكيفية مثل ايجازهم السؤال بما يحتجون في ذلك بقوله تعالى
 سنفرغ لكم بها الثقلان وقوله ان الله عينا وأعيننا ويدا وان يده اليزان يخض ورفع هذه كلها كقبيات وان
 كانت بمجهولة لعدم الشبه في ذلك وأما ايجازهم السؤال لم وهو سؤال عن العلة فلقوله تعالى وما خلقت الجن والانس الا
 ليعبدون فهذا لام العلة والسبب فان ذلك في جواب من سأل لم خلق الله الجن والانس فقال الله لهذا السائل ليعبدون
 أي اعبادتي فمن ادعى التحجير في اطلاق هذه العبارات فعليه بالدليل فيقال للجميع من المنتشر غير المحوزين
 والمنايعين كالحكماء وما أصاب وما من شيء فلقوه من منع وجواز الاو عليكم فيه دخل والاولى التوقف عن الحكم بالمرع
 أو بالجواز هذا مع المنتشر عين وأما غير المنتشر عين من الحكماء فالحوض معهم في ذلك بالبحر الاناح الشرع ذلك
 أو أوجبوا ما لم يرد في الحوض فيه معهم نطق من الشارع فلا سبيل الى الحوض فيه معهم فعلا وتوقف في الحكم في
 ذلك فلا يحكم على من خاض فيه انه مصيب ولا مخطئ وكذلك فيمن ترك الحوض اذ لا حكم الا للشرع وبما يجوز ان يتلفظ
 به أو لا يتلفظ به يكون ذلك طاعة أو غير طاعة فهذا هو الذي قد فصلنا لك ما أخذ الناس في هذه المطالب وأما العلم بالرفع
 في ذلك أن نقول كانه سبحانه لا يشبه شيئاً كذلك لا تشبه الاشياء وقد قام الدليل العقلي والشرعي على نفي التشبه
 وثابت التنزيه من طريق المعنى وما بقي الامر الا في اطلاق اللفظ عليه سبحانه الذي أباح اطلاقه عليه في القرآن أو
 على لسان رسوله فاما اطلاقه عليه فلا يخلو اما ان يكون العبد مأموراً بذلك الاطلاق فيكون ملاقاة طاعة فاض
 ويكون المتلفظ به مأجوراً مطيعاً مثل قوله في تكبيره الاحرام انما كبروهي اللفظة وزنها يقتضي المفارقة وهو سبحانه

لا بد من أن يكون مخبرا فيكون محب ما يقصده المتعاطف ومحب حكم الله فيه وإذا أطلقناه فلا يخلو اللسان
 من طلقه من محب في ذلك الإطلاق المعنى المفهوم منه في الوضع بذلك اللسان أولا بطلقة الاعتقاد ثم عبا على
 مراد من غيره بشق المعنى الذي وضع له في ذلك اللسان كالفارسي الذي لا يعلم إلا بالعربي وهو يتلو
 القرآن ولا يفهم ما يقرأه من التلاوة كذلك العربي فيأتينا من القرآن والسنة يتلوه ويذكر به به تسمية شرعا
 على مراد من غيره ميل الجاب بعينه مخصص فإن التثنية ونفي التشبيه يطلبه إن وقف بوجهه عند التلاوة لهذه
 الآيات فلا سلم والأولى في حق العبد أن يرد على ذلك إلى الله في إرادته إطلاق تلك اللفاظ عليه إلا أن أطلقه الله على
 ذلك وما المراد بتلك اللفاظ من نبي أو من حديث منهم على يد من ربه فيأجلهم فيه أو يحدث ذلك مباح له بل واجب
 عليه أن يعتقد المفهوم منه الذي أخبر به في الحاشية أو في حديثه وليعلم أن الآيات المتشابهات إنما زالت ابتلاء من الله
 لعباده ثم ما عبيح في تصحيحه عبادته في ذلك ونهاهم أن يقولوا المتشابه بالحكم أي لا تحكموا عليه بشي فإن تأويله
 لا يعلمه إلا الله وأما الرايون في العلم أن علموه فبإعلام الله لا بفكرهم واجتهادهم فإن الأمر أعظم أن تستقل العقول
 بأدراكهم من غير إخبار الهي فالتسليم أولى والحمد لله رب العالمين وأما قوله أتم تركيف وأطلق النظر على التكييفات
 فإن المراد بذلك بالضرورة المكيفات لا التكييفات فإن التكييف يرجع إلى حالة معقولة مناسبة إلى المكيف وهو الله
 تعالى وما أحدها شاعرت في قدرة الالهية بالاشياء عند إيجادها قال تعالى ما أشهدتهم خلق السموات والأرض
 فالتكييفات المذكورة التي أمرنا بالنظر إليها لأنها إنما ذلك لتخضع لعبارة ودلالة على أن لها من كيفية أي صيرها
 ذات كفيات وهي الهيئات التي تكون أعيان المخلوقات المكيفات فقل أولا ينظرون إلى الأثر كيف خلقت وإلى
 الجبال كيف نصبت وغير ذلك ولا يصح أن ننظر إلى الشيء تكون موجودة فننظر إليها وكيف اختلفت هيئاتها ولو أراد
 بالكيف حالة لا يجد بل ينظر إلى الظاهر فظاهر اليبت بوجوده فلهذا ان الكيف المطلوب من رؤية الاشياء ما هو ما يتوهم
 من لا علم له بذلك ألا ترى ما عبيحنا لما أراد النظر الذي هو الفكر قرنه بحرف في ولم يصحبه لفظ كيف فقال تعالى أولم
 ينظروا في ملكوت السموات والأرض المعنى أن يفكروا في ذلك فيعلموا أنها لم تقم بأنفسها وإنما قامها غيرها وهذا
 النظر لا يزم منه وجود الاعيان مثل الظاهر الذي تقدم وإنما الإنسان كيف أن ينظر بفكره في ذلك لا بعينه ومن
 المالكوت ما هو غيب وما هو شهادة فأنما ما بحرف في الأثر المخلوقات إلى الله لتستدل بذلك عليه أنه لا يشبهها الذو
 أشبهها لحاز عليه ما يجوز عليها من حيث ما أشبهها وكان يؤدي ذلك إلى أحد محظورين إما أن يشبهها من جميع الوجوه
 وهو محال لما ذكرناه أو يشبهها من بعض الوجوه ولا يشبهها من بعض الوجوه فتكون ذاته مركبة من أمرين
 والتركيب في ذات الحق محال فالتشبيه محال والذي يليق بهذا الباب من الكلام يتعذر إرادته مجموعا في باب واحد لما
 سبق إلى الأوهام الضعيفة من ذلك لما في من القموض ولكن جعلناه مبدأ في أبواب هذا الكتاب فاجعل بالله منه
 في أبواب الكتاب تعذر على مجموع هذا الباب ولا سيما ما وقع لك مسألة تجعل الهي فمناك قد وانظر بعد ما ذكرناه لك
 مما يليق بهذا الباب وأقرأنا مشحون بالكيفية فإن الكيفيات أحوالها أحوالها ذاتية للمكيف ومنها غير ذاتية
 والذاتية حكمها حكم المكيف سواء كان المكيف يستدعي مكيفا ككيفية أو كان لا يستدعي مكيفا كالكيفية بل
 ككيفية عين ذاته وذاته لا تستدعي غيرها لأنها لنفسها هي فكيفيته كذلك لأنها عينه لا غيره ولا زاد عليه فافهم والله
 يقول الحق وهو يهدي السبيل

باب التاسع والعشرون

في معرفة سر سلمان الذي ألحقه بأهل البيت والافطاب الذين ورثه منهم ومعرفة أسرارهم
 العبد مرتبط بالرب ليس له • عنه انفصال يرى فعلا وتقديرا
 والابن أنزل منه في أعلى درجا • قد سر السر عذبة العلم تعبرا
 فلا ينظر في أموال والده • إذا كان وارثه شاعرا وتقديرا

والابن بطعم في تحصيل رتبته • وان يراء مع الاموات مقبورا
والابن يقيمته من مال سيده • اليه يرجع عثارا ومحبورا
والابن مقداره في جاه سيده • فلا يزال بسعة العز مستورا
الذليل يصحبه في نفسه أبدا • فلا يزال مع الانفاس منهورا
والابن في نفسه من أجل والده • عزو طلب توقرا وتعزيرا

ظاهر الشرع ونالحق المذمة بما له المكان مضافاً إلى أهل البيت من لم يذهب عنه الرجز. فيكون لأهل البيت من ذلك
 بقدر ما أصيب اليه وهم المظهرون بالنص فسلمان منهم بلا شك فأرجو أن يكون عقب على وسلمان تلحقهم هذه
 العتبة كما لحقت أولاد الحسن والحسين وعقبهم وموالي أهل البيت فإن رحمة الله واسعة ويألو وإذا كانت منزلة مخلوق
 عند الله بهذه المراتب أن يشرف المضاف إليهم بشرفهم وشرفهم ليس لانفسهم وإنما الله تعالى هو الذي احتياهم وكساهم
 حلة الشرف كيف يؤول إلى من أضيف إلى من له الحمد والمجد والشرف لنفسه ودأبه فهو المجيد سبحانه وتعالى فالمضاف إليه
 من عباده الذين هم عباده وهم الذين لا سلطان لمخلوق عليهم في الآخرة قال تعالى لا يابس أن عبادي فأنصافهم اليه
 ليس لك عليهم سلطان وما تجد في القرآن عباداً مضافين إليه سبحانه إلا السعداء خاصة وجاء اللفظ في غيرهم بالعباد فما
 ظنك بالمصومين المحفوظين منهم القائمين بحقوقهم عند مراسمهم وشرفهم أعلى وأتم وهؤلاء هم أقطاب
 هذا المقام ومن هؤلاء الأقطاب ورث سلمان شرف مقام أهل البيت فكان رضى الله عنه من أعلم الناس بمكانة علي
 عادته من الحقوق وملا نفسه وأطلق عليهم من الحقوق وأقواهم على أدائها وفيه قال رسول الله صلى الله عليه وسلم
 لو كان الإيمان بالمثل بالله رجال من فارس وشارى سلمان الفارسي وفي تخصيص النبي صلى الله عليه وسلم ذكر الترياً
 دون غيرهما من الكواكب اشارة بدعية لثاني الصفات البهية لاسما بسجدة كوكب قافهم فسر سلمان الذي أخلفه
 بأهل البيت ما أعطاه النبي صلى الله عليه وسلم من أداء كتابته وفي هذا فقه عجيب فهو عتيقه صلى الله عليه وسلم ومولى
 القوم معه والكل مولى الحق ورحمته وسعت كل شيء وكل شيء عبده ومولاه بعد أن تبين لك منزلة أهل البيت عند
 الله وأنه لا ينبغي لمسلم أن يذهبهم بما يقع منهم أصلاً فإن الله طهروهم فليعلم الزام لهم أن ذلك راجع إليه ولو ظلموه فذلك
 الظلم هو في زعمه ظلم لا في نفس الأمر وإن حكم عليه ظاهر الشرع بأداءه بل حكم ظلمهم إياناً في نفس الأمر يشبه جرى
 المقادير علينا في ماله ونفسه بغير فرق أو بحرق وغير ذلك من الأمور الملهكة فيعتبر في أو يموت له أحد أحبائه ويصاب في
 نفسه وهذا كله مما لا يوافق غرضه ولا يجوز له أن يذم قدر الله ولا قضاء بل ينبغي له أن يقابل ذلك كله بالتسليم والرضى
 وإن نزل عن هذه المرتبة في الصبر وإن ارتفع عن تلك المرتبة في الشكر فإن في طي ذلك نعمان من الله لهذا المصاب
 وليس وراء ما ذكرناه خير فإنه ما وراءه ليس إلا الشجر والسطح وطمس الرضى وسوء الأدب مع الله فكذلك ينبغي أن
 يقابل المسلم جميع ما يطرأ عليه من أهل البيت في ماله ونفسه وعرضه وأهله وذويه في يقابل ذلك كله بالرضى والتسليم
 والصبر ولا يلحق المذمة بهم أصلاً وإن توجهت عليهم الأحكام المقررة شرعاً فذلك لا يقدح في هذا بل يعجز به مجرى
 المقادير وإنما نعتنا في القوم بهم إذ ميزهم الله عنا بما ليس لنا معهم فيه قسم وأما أداء الحقوق المشروعة فهذا رسول
 الله صلى الله عليه وسلم كان يفترض من اليهود وإذا طالبوه بحقوقهم أداها على أحسن ما يمكن وإن تطاول اليهودي
 عليه بالقول بقوله دعوه إن صاحب الحق مقالاً وقال صلى الله عليه وسلم في قصة أن فاطمة بنت محمد سرفت فطعت
 يدها فوضع الأحكام لله يضعها كيف يشاء وعلى أي حال يشاء فهذه حقوق الله ومع هذا لم يذهبهم الله وإنما كلاً منافي
 حقوقنا وما لأن نطالبهم به فتن نخبرون إن شئنا أخذنا وإن شئنا تركنا وأفضل عموماً ما كيف في أهل البيت
 وليس لنا ذم أحد فكيف بأهل البيت فإنا إذا نزلنا عن طلب حقوقنا وعفونا عنهم في ذلك أي في ما أصابهم منا كانت لنا
 بذلك عند الله اليد العظمى والمكانة الزاوية فإن النبي صلى الله عليه وسلم ما طلب منا عن أمر الله إلا المودة في القربى
 وفيه مرحلة الأرحام ومن لم يقبل سؤال نبيه فيما سأل فيه مما هو قادر عليه نأى وجهه بقلعة غدا أو برج شفاعته وهو
 ما أسف نبيه صلى الله عليه وسلم فيما طلب منه من المودة في قرابته فكيف بأهل بيته فهم أخص القرابة ثم أنه جاء بلفظ
 المودة وهو الثبوت على المحبة فإنه من ثبت وده في أمر استصحب في كل حال وإذا استصحبته المودة في كل حال لم يؤخذ
 أهل البيت بما يطرأ منهم في حقهم إلا أن يطالبهم به ويتركه ترك عبدة وأشار الله تعالى قال الحب الصادق وكل
 ما يفضل المحبوب بمحبة وجاء باسم الحب فكيف حال المودة من البشرية ورواها بسورة مكية ولا معنى لها ومنها
 الحصول أثرها بالفعل في الدار الآخرة وفي الدار لكل طائفة عاتقة فضيلة حكمه الله فيهم وقال الآخرون

أَحِبُّ لِحُبِّ السُّودَانِ حَتَّى • أَحِبُّ لِحُبِّ السُّودِ الْكِلَابَ

ولنا في هذا المعنى

أَحِبُّ لِحُبِّكَ الْخَبَثَانِ طَرًّا • وَأَعْنِي لِحُبِّكَ الْبَقْرَ النَّبْرَا

قيل كانت الكلاب السود تناوشه وهو يتعجب اليها فهذا فعل الحب في حب من لا تشده محبته عند الله ولا نورته
القرية من الله فهل هذا الامن صدق الحب وثبوت الودق النفس فلو محبت محبتك فتمل سوله احييت اهل بيت رسول
الله صلى الله عليه وسلم رأيت كل ما صدر منهم في حقل مما لا يوافق طبعك ولا غرضك انه جبال فتمم بوقوعه منهم
فتمل عند ذلك ان لك عناية عند الله الذي احييتهم من اجله حيث ذكر كرك من محبه وخطرت على باله وهم اهل بيت رسول
صلى الله عليه وسلم فتشكر الله تعالى على هذه النعمة فانهم ذكر كرك بالسنة طاهرة بتطهير الله طهارة لم يلقها عليك وكذا
رأيتك على صفة هذه الحالة مع اهل البيت الذي أنت محتاج اليهم ولرسول صلى الله عليه وسلم حيث هي اياك الله
فكيف أتق أنابورك الذي تزعم به انك شديد الحب في الرعاية لحقوقي والجاني وأنت في حق اهل بيتك به هذه المثابة
من الوقوع فيهم والله ما ذاك الامن قص ايمانك ومن مكر الله بك واستدراج اياك من حيث لا تعلم بصورة المكران
تقول وتعتقد انك في ذلك مذنب عن دين الله وشرعه وتقول في طلب حقتك انك ما طلبت الا ما أباح الله لك طلبه
ويترج التهم في ذلك الطلب المشروع والبعض والمقت ياشارك نفسك على اهل البيت وأنت لا تشعر بذلك والدواء
الشافى من هذا الداء الضال أن لا ترى لنفسك معهم حقاً وتزل عن حقتك للابن يدرج في طلب ما ذكرته لك وما أنت من
حكام المسلمين حتى تعين عليك اقامة حد او انصاف مظلوم أو رد حق الى اهلها فاب كنت حاكماً لا بد قاصم في استئصال
صاحب الحق عن حقه اذا كان المحكوم عليهم من اهل البيت فان أبى حيث يتبين عليك امضاء حكم الشرع فيه فلو
كشف الله لك ياولى عن منازلهم عند الله في الآخرة لوددت أن تكون ولى من موالاهم فانه بهم نار شدأ نفساً فافظ
ما أشر في منزلة سلمان رضى الله عن جميعه ولما بينت لك أقطاب هذا المقام وانهم عبيد الله المحطون الاخيار فاعلم ان
أسرارهم انى أطلعنا الله عليها نجعلها العامة بل أكثر الخاصة التي ليس لها هذا المقام وانهم رضى الله عنه وهو
من أكبرهم وقد شهد الله انه أتم رحمة من عنده وعلمه من لده علماء اتبعه فيه بحكم الله موسى عليه السلام الذي قال
فيه صلى الله عليه وسلم لو كان موسى حياً ما سعه الا أن يتبعني فمن أسرارهم ما قد ذكرناه من العلم بمزلة اهل البيت وما قد
نبه الله على علور تبهم في ذلك ومن أسرارهم علم المكر الذي مكر الله بعباده في بعضهم مع دعواهم بحب رسول الله
صلى الله عليه وسلم وسوله المودة في القرى وهو صلى الله عليه وسلم من جهة اهل البيت فما فعل أكثر الناس ما ألهم فيه
رسول الله صلى الله عليه وسلم عن أسرار الله فعصر الله ورسوله وما أجواب من قرابته الامن وأوامنه الاحسان فاغراضهم
أحباو بنفوسهم تشقوا ومن أسرارهم الاطلاع على حجة ما شرع الله لهم في هذه الشريعة المحمدية من حيث لا تعلم
العلماء بها فان الفقهاء والحدائق القريبين فخطوا عليهم يتابعن ميت انما أخرجهم من هوفه على غلبة ظن اذ كان النقل
شهادة والتواتر عزير ثم انهم اذ عاينوا على أمور تنفيذ العلم بطريق التواتر لم يكن ذلك اللفظ المنقول بالتواتر ناصباً
حكموا به فان النصوص عزير فبأخذون من ذلك اللفظ بقدر قوة فهمهم فيموهله اختلافوا وقد يمكن أن يكون ذلك
اللفظ في ذلك الامر نص آخر يمارضه ولم يصل اليهم وما لم يصل اليهم ما تصدوا به ولا يرفون بأى وجه من وجوه
الاحتمالات التي في قوة هذا اللفظ كان يحكم رسول الله صلى الله عليه وسلم للشرع فأخذوا اهل الله من رسول الله صلى
الله عليه وسلم في الكشف على الامر الجلى والنص الصريح في الحدك أو عن اهل البيت التي هم عليها من ربهم والبرية
التي ينادعوا الخلق الى الله عليها كما قال الله أفن كان على بينة من ربه وقال ادعوا الى الله على بصيرة أنؤمن
اتبعي ولم يردن بالبرية شهد لهم بالاتباع في الحكم فلا يجهلونه الا على بصيرة قهرهم عباد الله اهل هذا المقام ومن
أسرارهم أيضاً إصابة اهل العقائد في اعتقدهم في الجانب الاطى وما جلى لهم حتى اعتقدوا ذلك ومن ابن نضراً اختلاف
مع الاتفاق على السبب الموجب الذي استندوا اليه فانهما اختلفت في بيان امارتهم الخلاف فيها وذلك السبب

وماذا يسمى ذلك السبب فن قائل هو الطبيعة ومن قائل هو الدهر ومن قائل غير ذلك فاتفق الكل في إثباته ووجوب وجوده وهل هذا الخلاف يضرهم مع هذا الاستناد أم لا هذا كلام من علوم أهل هذا المقام انتهى الجزء السابع عشر

• (بسم الله الرحمن الرحيم) •

الباب الثلاثون في معرفة الطبقة الاولى والثانية من الاقطاب الركبان

ان لله عبادا ركبوا • نجب الاعمال في الليل الهيم
وترف همم الدل بهم • لغزير جسل من فرد علم
فاجتباهم وتوحدلى لهمو • وتلقاهم بكاسات النديم
من يكن ذار فصة في ذلة • انه يعرف مقدار العظم
رتبة الحادث ان حقتها • انما يظهر فيها بالتقديم
ان الله علوما جمة • في رسول وبني وقسيم
لعلت ذاتا فابدر حكما • عالم الانفس أنفاس النسيم

لعلك أيديك الله ان أصحاب النجب في العرف هم الركبان قال الشاعر

فليت لي هموم فوماذا ذكر بوا • شدوا الاغارة فرسانا وركبانا

الفرسان ركاب الخيل والركبان ركاب الابل فالفراس في المعروف تركبها جميع الطوائف من عجم وعرب والمجن لا يستعملها الا العرب والعرب رباب الفصاحة والحجاسة والكرم ولما كانت هذه الصفات غالبية على هذه الطائفة صميناها بالركبان ففهم من ركب نجب الهمم ومنهم من ركب نجب الاعمال فلذلك جعلناهم طبقتين أولى وثانية وهؤلاء أصحاب الركبان هم الافراد في هذه الطائفة فانهم رضى الله عنهم على طبقات ففهم الاقطاب ومنهم الثغمة ومنهم الاوتاد ومنهم الابدال ومنهم النقباء ومنهم النجباء ومنهم الرجبون ومنهم الافراد وامانهم طائفة الاوفد رأيت منهم وعاشرتهم ببلاد المغرب وبلاد الحجاز والشرق فهذا الباب مختص بالافراد وهي طائفة خارجة عن حكم القطب وحده ليس للقطب فيهم نصرت ولهم من الاعداد من الثلاثة الى ما فوقها من الافراد ليس لهم ولا غيرهم فيما دون الفرد الاؤل الذي هو الثلاثة قدم فان الاحدية وهو الواحد والحق والاثان للرتبة وهو توحيد الالوهية والثلاثة اول وجود الكون عن الله فالافراد في الملائكة الملائكة المهيمنون في جلال الله وجلاله الخارجون عن الاملاك للسحرة والبدرة الذين هم اقل عالم التدوين والتسطير وهم من القلم والعقل الى ما دون ذلك والافراد من الانس مثل المهيمة من الاملاك فاؤل الافراد الثلاثة وقد قال صلى الله عليه وسلم الثلاثة ركب فأول الركب الثلاثة الى ما فوق ذلك ولهم من الحضرات الالهية الحضرة الفردانية وفيها يتميزون ومن الاسماء الالهية الفرد والمواد الواردة على قلوبهم من المقام الذي تدرج منه على الاملاك للهيمة ولهذا يجعل مقامهم وما يأتون به مثل ما أنكر موسى عليه السلام على خضر مع شهادة الله فيهم لموسى عليه السلام وتعرفه بمنزلة وتزكية الله اياه وأخذ العهد عليه اذ أراد محبته ولما علم الخضران موسى عليه السلام ليس له ذوق في المقام الذي هو الخضر عليه كان الخضر ليس له ذوق فيها هو موسى عليه من العلم الذي علمه الله الا ان مقام الخضر لا يعطى الاعتراض على أحد من خلق الله لمشاهدة خاصة هو عليها ومقام موسى والرسول يعطى الا في مقامهم حيث هم رسل لا غير في كل ما يرونه خارجا عما أرسلوا به ودليل ما ذهبت اليه في هذا قول الخضر لموسى عليه السلام وكيف نصير على ما لم يحط به خيرا فلو كان الخضر نبيا لما قال له ما لم يحط به خيرا قال الذي فعله لم يكن من مقام النبوة وقال له في انفراد كل واحد منهم بما يقامه الذي هو عليه قال الخضر لموسى عليه السلام يا موسى ان اعلى علم عليهنه الله لا تلهه أنت وأنت على علم عليك الله لا أعلمه أنا فترقا فترقا بالانكار فالا انكار ليس من شأن الافراد فان اهم الالهية في الامور هم منكر عليهم ولا نذكرون قال الجنيد لا يبلغ أحد درج الحقيقة حتى يشهد فيه ألف صدق منكر ذلك وهم يعلمون من انهم لا يعلم غيرهم وهم أصحاب العلم الذي كان يقول فيه على بن أبي طالب رضي

انه وعده فلهذا الغيبة من الامان واما هذا اول ما يمكن ولا ينظر هل ذلك من قبيل الامكان ام لا على ان يكون
 الله مدعيا وبما من اوله ان يحجره في خلقه كالحضرة بهلمه علوما من لدنه تكون العبارة عنها هذه الصيغة التي
 يتناقض بها الرسول صلى الله عليه وسلم كما قال الحضر وما فعلته عن امرى وآمن هذا المنكر بها على زعمه اذ جاء به رسول
 الله صلى الله عليه وسلم فواته لو كان مؤمنا بها ما انكرها على هذا الولي لان الشارع ما انكر اطلاقه في جناب الحق من
 استواء وزور ومعية وتحكم وفرح وتبشير ونهب وامن ذلك واورده عنه صلى الله عليه وسلم قط انه يحجرها على
 احد من عباد الله بل اخبر عن الله بما يقول لنا لقد كان لكم في رسول الله اسوة حسنة ففتح لنا ونبأنا الى التامى به
 صلى الله عليه وسلم وقال فاتبعوني يحجبكم الله وهذا من اتباعه والتامى به في التامى به اذ اورد علينا من الحق
 سبحانه واراد حق فلهذا من لدنه علما في معرفة حبا الله به لو عتابة حيث كان في ذلك على يده وبنوا يتلوها شاهد
 من اوهبها ابتاعته وما شرع لنا نخل يثنى منها ولا لولا تكبنا على الله بتحايل ما حرم الله او غيرهم ما حل فطلب لتلك
 العلوم الذي عامنا من جانب الحق امثال هذا ما عايننا النبي في توضيحها عن ذلك ولا سيما اذا استأننا عن من في ذلك
 لان الله اخبر عن هذه صفته انه يدعو الى الله على بصيرة فمن التامى لتأمر به رسول الله صلى الله عليه وسلم ان
 نطابق على تلك النماذج في هذه الانفاط النبوية اذ لو كان في العبارة عنها ما هو افصح منها لاطلقها صلى الله عليه وسلم فانه
 التأمر باتباع ما نزل به علينا ولا نعدل الى غير هذا ما نزل به من البيان مع التحق بليس كذلك نبي فاننا اعدنا لى
 عبارة غير هذا عينا بذلك انما علم على الله واتزمت من رسول الله صلى الله عليه وسلم وهذا اسوأ ما يكون من الادب ثم
 ان المعنى لا بد ان يحمل عند السامع اذ كان ذلك اللفظ الذي خالف به لفظ من كان افصح الناس وهو رسول الله صلى
 الله عليه وسلم وقرآن لا يدل على ذلك المعنى بحكم المطابقة فنسرع اننا التامى وغاب هذا المنكر المكبر من في مثل هذا
 عن النظر في هذا كله وذلك لاسر من اولادهم ههنا ان كان عالم فلهذا قام به قارنه الى حسد من نسد أنفسهم وان
 كان جاهلا فهو بالتبوء اجهل اولى لقينامن اقطاب هذا المقام يحيل في قيس بمكة في يوم واحد ما يزيد على السبعين
 رجلا وليس لهذه الطبقة تلميذ في طريقهم أصلا ولا يسلكون أحد طريق الحرية لكن لهم الوصية واصبغة ونسرة
 العلم من وفق اخذ به ويقال ان ابالسعودين السبل كان منهم وما قيته ولا رأته ولكن شممت له رائحة طيبة وهما
 عطر يا باغي ان عبد القادر الجيلاني وكان عدلا قط وقته شهد محمد بن قائد الاواني بهذا المقام كذا نقل الى وكمهمة
 على التافل فان ابن قائد زعم انما راي هناك امانته سوى قدم نبيه وهذا لا يكون الا افراد الوقت فان لم يكن من
 الافراد فلا بد ان يرى قدم قط وقته امامه زائد على قدم نبيه ان كل اماما وان كان ويدافري ايامه ثلاثة قدام وان
 كان بدلا يرى اربعة قدام وهكذا الا لا بد ان يكون في حضرة الانبياء مقاما فاذا لم يتم في حضرات الانبياء وعدل به
 عن بين الطريق بين المتدع وبين الطريق فانه لا يهتد به من قدامه وذلك هو طريق الوجه الخاص الذي من الحق الى
 كل موجود ومن ذلك الوجه الخاص نكشف الاولياء هذه العلوم التي تنسرك عابهم ويرندفون بها ويرندقم بها
 ويكفرهم من يؤمن بها اذ جاءته عن الرسل وهي العلوم عينها وهي التي ذكرناها آنفا ولا يهاب هذا المقام التصريح
 والتصريح في العالم فالحقيقة الاولى من هؤلاء ترك التصريح في خلقه مع التمكن وتولية الحق لهم اياه كمالا أمرا
 لكن عرفنا فلبسوا السردوخا في سرادقات الغيب واستتر واجتجبت العوائد وزوموا ودنوا افتقار وهم القتيان
 الطرفا الملامية الاخفاء الابراء وكان ابوالسعود منهم كان رحمه الله عن امتثل امر الله في قوله تعالى فاتخذوه وكبرا
 فالوكيل له التصرف فلوا امر امتثل الامر من شأنهم وأما عبد القادر فالظاهر من حاله انه كان مأمورا بالتصرف
 فانما اظهر عليه هذا هو الظن بانه والله وأتم محمد الار في فكان يذكرك ان الله اعطاه التصرف فقبله فكان يتصرف
 ولم يكن مأمورا فاقبلى فنقصه من المعرفة الذي علا ابوالسعود به عليه فمما في ابوالسعود بسان الطبقة الاولى من
 طائفة الركان وسماها قطاب الشوبهم ولا هذا المقام اعني مقام البعده بدور عليهم لم اورد قطبته ان لهم جماعة
 تحت امرهم يكونون رؤساء عليهم واطفالهم حل من ذلك واعلى فلا ريبه أصلا لهم في نفوسهم تتحققهم بعبوديتهم

ولم يكن لهم أمر على بالتقدم فبادروا بهم فيلزمهم طاعته لما هم عليه من التحقق أيضا بالعبودية فيكونون قائمين به في مقام العبودية بامتثال أمر سيدهم وتامع تخدير والعرض أو طلب تحصيل المقام فإنه لا يظهر به الأمن لم يتحقق بالعبودية التي خالق لها فهذا الأولى قد عرفت في هذا الباب مقاماتهم وبقى التمهيد بالصولم وتعيين أحوال الانطباع المبرزين من الطبقة الثانية منهم بذلك فيما بعد إن شاء الله تعالى وبالله الذي هو يهدي السبيل لأرباب غيره

باب الحادى والثلاثون في معرفة أصول الركان

حبيب الدهر علينا وحنا • ومضى في حكمه وراوى

وعشقناه ففتينا عسى • يطرب الدهر بإفراح الغنا

نحن حكمناك في أنفسنا • فاحكم إن شئت علينا وأنا

وانتد كان له الحكم وما • كان داك الحكم للدهر بنا

فشتفى هو دهرى والنوى • صرف الدهر كذا صرفنا

فركبنا نطلب الأصل الذى • جعل السر لدينا علنا

فتنا منه الذى حرر كنا • وله منا الذى حركنا

حركات الدهر فينا شهدت • أنه قاله ما سكا

فأنا العبد القليل المحتجى • وأنا حق وما الحق أنا

اعلم أيديك الله أن الأصول التي اعتمدها الركان كثيرة منها التبري من الحركة إذا أقبلوا فيه فلهذا ركبوا فهم الساكنون على مراكب التحرك كون تحريك مراكبهم فهم قطعون ما أمروا به وقطعه بغيرهم لا هم فيملون متبرعين عما عليه مشقة الحركة متبرعين من الدعوى إلى تعطيل الحركة حتى لا فتغروا وقطعها - فالتاب البعيدة في الزمان الغائب - لكان ذلك انه خراجا للركب الذي قطع بهم تلك المسافة لأهم فهم البري وما لهم الدعوى به جبرهم لأحول ولا قوة إلا بالله وآيتهم وما ميت أذريت ولكن الله يرى - يقال لهم وما دفعتم هذه المسافات - بين قطعها وها ولكن الركان قطعها بهم المحمولون فليس للعبودية لا بسلطان سيده وله القوة والجزء والمائة والاضاف من نفسه ولما رواه أن الله قد نبهه بقوله تعالى وله ما سكن فأخلصه له علما أن الحركة فيها الدعوى وإن السكون لا تشوبه دعوى فانه في الحركة فقالوا إن الله قد أمرنا بقطع هذه المسافة المأثورة وجوب هذه المغاورة المأثورة ليه فإن نحن قطعناها بنفوسنا لم نأمن على نفوسنا من أن نقتح بذلك في حضرة الاتصال فانه محبولة على العزوبة وطلب التقدم وحب الفجر فكون من أهل النقص في ذلك المقام بقدر ما ينبغي أن يتحضر به ذلك الجلال الاعظم فلتتخذ ركابا نطاع به فإن أرادت الاختيار يكون الاختيار للركاب لا للفوس فالتخذت من لأحول ولا قوة إلا بالله بحوالا كانت النجب أصبر عن الماء والطف من الأفراس وغيرها والطريق معطشة جدي بهلك دهبان المرابن ليس له مرتبة السجود فلهذا اتخذوها تعجيبا دون غيرها مما يصح أن يركب ولا يصح أن يقطع ذلك الحديث فأن هذا الذكور من خصائص الوصول ولا يصح أن الله فانه من خصائص النجس - ولا لا الله فانه من خصائص الدعوى والله أكبر فانه من خصائص المفاضلة فتعين لأحول ولا قوة إلا بالله فانه من خصائص الأعمال فعلا وقولا وأفعلا وبالطنا لا هم - بالأعمال أمروا والسفر عمل قلبا وبدوا معنى وحسا وذلك مخصوص بالأحول ولا قوة إلا بالله فانه بما يقولون لا اله إلا الله وبها نقول سبحانه الله وغير ذلك من جميع الأقوال والأعمال ولما كان السكون عدم الحركة والعدم أصلهم لانه قوله وقد دخلت منك من قبل ولم تك شيئا برده وجودا فاختاروا السكون على الحركة وهو الإقامة على الأصل فنبه سبحانه وتعالى في قوله وله ما سكن في الليل والنهار أن الخلق ساموا له عدم وأدعوا له في الوجود فمن باب الحق في عرشي الحق خاقه في هذه الآية عن إضافة ما دعوه لأنفسهم بقوله وله ما سكن في الليل والنهار أى ماتت والنموث أمر وسودى - تعالى لا عيسى - لى سنى وهو السمع العالم بسمع

کتاب ہذا کے مترجم جناب صائم چشتی کی دیگر ایمان افروز تصانیف

تراجم

نام متن	موضوع	نام ترجمہ
کتاب المغازی	غزوات رسول پر دنیا کی پہلی اور عظیم تفصیلی دستاویز	کتاب المغازی
علامہ واقفی	ہدیہ / روپے	غزوات رسول مجازی
(عربی)		
سیرۃ النبویہ	سیرت رسول عربی پر مفصل جامع اور ثقہ شہکار عظیم	سیرت و حلانیہ
علامہ دحلان مکی	ہدیہ / روپے	دلالت تابعث
(عربی)		
خصائص نسائی	حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم و دیگر اہل بیت رسول کی شان میں ثقہ احادیث مبارکہ کا بہترین ذخیرہ	خصائص نسائی
امام ابو عبد الرحمن نسائی	ہدیہ / روپے	مع متن
(عربی)		
الشرف الموبد لال محمد	آل رسول کے دائمی شرف کے بارے میں لازوال تحقیقی شہکار	شرف سادات
علامہ نبھانی	ہدیہ / روپے	مع متن

اہل تصوف حضرات کیلئے عظیم تحفہ

تفسیر ابن عربی

مؤلف

شیخ اکبر محمد بن ابی الدین ابن العربی

مترجم

علامہ صائم چشتی

ہدیہ اول ۱۳۵/-
دوم ۱۵۰/-

چشتی کتب خانہ جھنگ بازار فیصل آباد فون ۲۴۷۵۶

علی برادران ارشد مارکیٹ جھنگ بازار فیصل آباد

قلب لائت شہنشاہ مملکت تصوف

سیدنا شیخ اکبر محمدی الدین ابن عربی علیہ الرحمۃ
کے بے مثال

تصنیف لطیف

شجرۃ الکون

ہذیل ۳۶ روپے

مکتبہ

ابوالہاشم مونی محمد صدیق بیگ قادری صاحب

علی برادران تاجران کتب

نزد جامعہ رضویہ جھنگ بازار فیض آباد

نائب غریب نواز مرشد فرید قطب الاقطاب قطب الواصلین
 سید نادر مرشد ناخواجہ قطب الدین بختیار کاکی چشتی
 رحمۃ اللہ علیہ کی تعینیف لطف

دلیل العارفین

پہلی ۱۵/۵ روپے

اردو ترجمہ جناب پروفیسر اختر چیمہ صاحب

علیٰ برادران تاجران کتب

نزد حبس معہ رضویہ جھنگ بازار فیصل آباد

ابتلائے انبیاء اور فیضانِ اہلبیت پر حضرت علامہ ملا حسین واعظ کاشفی کی

معروف تصنیف

روضۃ الشہداء

مدیہ

۱۹۰/-

فارسی سے اردو ترجمہ

مترجم

حضرت علامہ صاحبِ چشتی

۲ جلد مکمل

سیٹ

علی برادران ارشد مارکیٹ جھنگ بازار فیصل آباد

نام متن	موضوع	نام ترجمہ
والدی مصطفیٰ	حضور رسالت صلی اللہ علیہ وآلہ و سلم کے والدین کریمین کے ایمان پر پرہیز / پرہیز	والدین مصطفیٰ مع متن
روضة الشهداء	ابتلائے انبیاء اور اہل بیت کا دردناک بیان پرہیز / روپے	روضة الشهداء
ہدیۃ المہدی	دہا بیہ کے امام کی دو تحقیقی تحریر جو دہا بیہ کے عقائد پر ضرب شدید کی حیثیت رکھتی ہے۔ پرہیز	ہدیۃ المہدی مع متن
رد شطیحات	حضرت محمد الف ثانی کے چند ساتھ عبدالحق محدث دہلوی مکتوبات کا محققانہ تجزیہ فارسی / پرہیز / روپے	رد شطیحات مع متن
دفع الوسواس	امام اعظم ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ پر امام بخاری کے مطاعن کا جواب لا جواب پرہیز / روپے	دفع الوسواس مع متن

قال بعض الناس
علامہ علی قاری

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ
تَقْرِیرِ جَامِعِ کَرِیْمِ

مُعَالِیُّ الْاِھْمِیِّیْنَ

یمنہ ہمشوں کی بلندیاں

تَعِیْفَةُ لَطِیْفِ

رہبر شریعت و طریقت رموز دقیق حقیقت و معرفت عارف باطن
جناب حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ

طے کا پتہ

علی بردران صاحب سرائے کربلا

نزد جامعہ رشیدیہ لاہور مارکیٹ جنگ بازار فیصل آباد

نشری تقدیروں کا مجموعہ

شہبازِ خطابت
ماجرہ سید
فیاض علی شاہ صاحب
انتخابِ اسرارِ زیدی

کی
تقریر

چشتی گنج خانہ
فیصل آباد



نشری تقریبی و کامیاب

تجارت
انتخاب
مکتبہ

تقریب

چشتی کتب خانہ

وکیل آباد



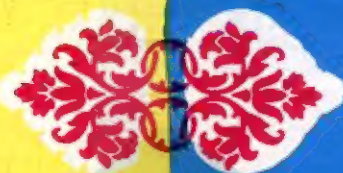
Futuhāt -ul- Makkiyyat

By
MUHYI UDDIN IBN-UL-ARABI

(1163-1240)

Translated By

ALLAMA SAIM CHISHTEE



ALI BROTHERS

Book Sailors Jhang Bazar, Faisalabad.

www.makkiyah.org

Maktabah Mujaddidiyah
www.maktabah.org

This book has been digitized by Maktabah Mujaddidiyah (www.maktabah.org).

Maktabah Mujaddidiyah does not hold the copyrights of this book. All the copyrights are held by the copyright holders, as mentioned in the book.

Digitized by Maktabah Mujaddidiyah, 2012

Files hosted at Internet Archive [www.archive.org]

We accept donations solely for the purpose of digitizing valuable and rare Islamic books and making them easily accessible through the Internet. If you like this cause and can afford to donate a little money, you can do so through Paypal. Send the money to ghaffari@maktabah.org, or go to the website and click the Donate link at the top.